إن الدين عند الله الإسلام

کتاب مستطاب

حمایۃ الاسلام

جلد دوم

مصنفہ عالم جلیل فاضل نبیل عمدۃ المحققین فخر المتکلمین افضل الحکماء والمتالہین معین العلماء مولانا السید احمد صاحب قبلہ مجتہد العصر خلف ارشد حضرت شمس العلماء مولانا السید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر طاب ثراہ بحسن اہتمام حقیر سراپا تقصیر سید مجتبیٰ حسن مجتبیٰ منیجر ابن جناب سید محمد صاحب داروغہ سرکار شریعت مدار رضوان مکان آقا سید ابوالحسن صاحب قبلہ عرف سید بچھن صاحب اعلی اللہ مقامہ۔ مالک مطبع در

[illegible]

علماء الزام سے سبکدوشی

ہر چہار جانب پکار مچی ہے کہ۔ علماء ضرورت زمانہ سے ناواقف ہین۔ علماء اُسی پرانی لکیر کے فقیر ہین اسلام پر فلسفہ جدیدہ سے جو اعتراض ہو رہے ہین علماء اُنکے جواب کیواسطے آمادہ نہین ہین الحمد للہ کہ کتاب مستطاب حمایت الاسلام مصنفہ معین العلماء علامہ ہندی آقا السید احمد مجتہد العصر مدظلہ نے علماء کو اس بار الزام سے سبکدوش کر دیا ہے۔ اس کتاب کی نسبت جو کچھ حضرات علماء اہلسنت و علمائے اہل تشیع اور نیز علمی اڈیٹران اخبارات نے اپنی رایون کا اظہار فرمایا ہے انمین سے چند انتخابات ذیل مین ہم درج کرتے ہین جس سے اس کتاب کی جلالت کا اندازہ ہو سکتا ہے یہ کتاب جس بے سرو سامانی مین تصنیف ہوئی ہے اُسکو ہم خوب جانتے ہین اور خداوند کریم جو عالم الخفیات ہے وہ واقف ہے کہنے سے کیا فائدہ ہے۔ لیکن قوم کی توجہ اور مذہبی دلچسپی کا اب ذرا اندازہ فرمایئے سنہ ۱۹۰۰ء مین یہ کتاب تصنیف ہوئی ہزارون اشتہارات ہم نے دیے اخبارون مین اشاعت کی زبانی قوم سے فریاد کی کسی نے نہ سُنا دو جلدون کی اشاعت کامل گیارہ سال مین ہوئی جو جو اسکی اشاعت مین ہم نے زحمتین اُٹھائین ہمارا ہی دل جانتا ہے قطرہ قطرہ کرکے اس تالاب کو بھرا پہلی جلد کی قیمت سے اس دوسری جلد کی اشاعت کا قصد تھا لیکن قوم کی توجہ ایسی کہ گیارہ سال گذر گئے اور اب بھی نوبت اس جلد دوم کی اشاعت کی نہ آتی اگر حامی دین مبین سرکار آنریبل نواب فتح علیخان صاحب کا مبلغ ایکسو روپیہ کا عطیہ نہوتا خداوند کریم سرکار موصوف کو با اقبال رکھے اور تائید اسلام کی توفیق عطا کرے۔ کہا جاتا ہے کہ علماء ضرورت زمانہ سے ناواقف ہین۔ آپ ہی انصاف کرین علماء بے دست و پا بے معین و مددگار کے کیا کرین تصنیف کرین تالیف کرین خود ہی اشاعت کا بار بھی اوٹھاوین کھانے کو میسر نہین قلم و کاغذ تک کا سہارا نہین اشاعت کرین تو کہانسے یہ کام روساء امراء کا تھا کہ علماء کا ہاتھ بٹاتے اولٹا الزام علماء پر یہ بھی ادبار کی نشانی ہے۔ خدا خدا کرکے چھ سو کاپی جلد دوم کی چھپی ہے جو ہر فرقہ اسلام کے واعظ و مدرس و مشنری کو صرف دو آنہ کے ٹکٹ آنے پر ہدیۃً روانہ ہوگی۔ اب دیکھین اسلام کے شیدائی اور زمانہ شناس حضرات کتنے اڈیشن اس کتاب کے دونون جلدون کے طبع کراکے نذر قوم کرتے ہین۔ جس سے اسلامی دلچسپی کا حال کھل جائیگا پہلے حصہ کی تھوڑی سی جلدین ہمارے پاس باقی ہین جو گیارہ آنہ مع محصولڈاک قیمت پر روانہ ہونگی اور ساتھ ہی اسکے دوسرا حصہ مفت نذر ہوگا۔ آپ خیال کرینگے کہ پہلی جلد کی قیمت سے اپنا بھلا مقصود ہے نہین حضرات نہ یہ کتاب تجارت کی غرض سے چھپی ہے اور نہ نفع مقصود ہے بلکہ ایک بہت بڑا مژدہ سُناتے ہین۔

اسی کتاب حمایت الاسلام کے مصنف مدظلہ نے اپنی اسی فاقہ کشی و کس مپرسی کی حالت مین کتاب فلسفۃ الاسلام کی تالیف ایک عرصہ سے شروع کر دی تھی جسکے حوالہ آپ حمایت الاسلام مین جابجا پڑھینگے اس کتاب مین ہر علم پر فلسفۂ اسلام سے بحث کی ہے چنانچہ حسب ذیل جلدین تیار موجود ہین۔

(۱) مایعم الاجسام یعنی عام اجسام کے صفات و خواص اور اُنکے نیچر (۲) اسلامی کیمسٹری (۳) اسلامی علم ہیئت (۴) کتاب توحید۔ (۵) کتاب عدل۔ (۶) کتاب نبوت۔ اور حسب ذیل کتابون کی تصنیف کا سلسلہ جاری ہے۔

(۱) اسلامی جیالوجی۔ (۲) اسلامی فیسولوجی۔ (۳) اسلامی فزیالوجی۔ (۴) اسلامی علم طبیعات (۵) اسلامی علم نباتات۔ (۶) اسلامی اناٹمی۔ (۷) کتاب امامت۔ (۸) کتاب معاد۔ کتاب فلسفۃ الاسلام مین علوم مذکورہ پر اسلامی تعلیمون پر فلسفہ جدیدہ سے بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی ان علوم کے اصول کو مفصل اُردو کی شستہ زبان مین مدون کر دیا ہے تاکہ علوم مغربیہ سے ہمارے طلبار بخوبی مطلع ہو جاوین اور اُنکی تردید یا تائید مین تصانیف کا سلسلہ جاری رکھین۔ حضرات ایسا مہتم بالشان کام اور امر عظیم کیا ایک شخص کی کوشش سے انجام پا سکتا تھا۔؟ ہرگز نہین ہم تو اسکو تائید غیبی کہینگے۔ جزاک اللہ خیر الجزاء اے اسلام کے فدائیو! اسلام کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگانے والو چلو ہوشیار ہو اور اس امر اہم مین دامے درمے قدمے سخنے مدد کرو جو جلدین ہنوز تصنیف نہین ہوئی ہین اُنکے موانع کو جناب مصنف مدظلہ سے دریافت کرکے رفع کرنے کی کوشش کرو۔ عرصہ سے اخبارون لیکچرون مین برابر اس ضرورت کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

شرع لکم من الدین ما وصی بہ ابراھیم

مختلف فقہین مختلف زمانون مین مختلف قومون مین جاری رہی ہین اُن سب مین اسلامی علم فقہ ہمیشہ معزز و ممتاز رہا ہے۔ جب اُن حالات کا لحاظ کیا جاتا ہے جن حالات مین اسلامی علم فقہ پیدا ہوا اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کیسی کیسی دقتین ابتدا مین اُسکو پیش آئین اور جسوقت قوم مین اُسکی تکمیل ہوئی وہ قوم کیسی تنزل و انحطاط کی حالت مین تھی تو اس علم کو یہ سمجھ سکتے ہین کہ ایک نہایت عظیم الشان ایجاد ہے۔ لہذا وہ سلسلۂ قوانین جسکے بانی پیغمبر اسلام ہوئے ایک خاص جلوہ اُن ارباب بصیرت و اہل جرئت کی نظر مین رکھتا ہے جنکو انسان کی ترقی مین جو قوانین تمدن سے ثابت ہوتا ہے فکر و غور کرنے کا شوق و ذوق ہے۔ قوانین اسلام بعض وجوہ و اعتبارات ضروری سے اُن رسوم و قوانین سے مشابہت رکھتے ہین جو زمانہ جاہلیت مین یعنے قبل شیوع اسلام عرب مین جاری تھے اُس مشابہت کو غور و تامل سے دیکھنا چاہیے کیونکہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم حالت تمدن مین جنکو اہل اسلام طعن کی راہ سے ایام جاہلیت کہتے ہین اور اس اصلاح یافتہ نظام تمدن مین جو اسلام سے پیدا ہوا کن کن باتون مین الحاق و اتصال رہا۔ اسی مشابہت نے بعض نکتہ چینان شرع کو اسپر امادہ کیا ہی کہ اُنھون نے شارع اسلام کو العیاذ باللہ سرقہ سے متہم کیا ہے مگر انصاف پسند نظرون مین یہ تہمت اُس غلط خیال پر مبنی ہے جو عرب کے نظام تمدن کی نسبت جس حیثیت سے وہ اُس زمانہ مین موجود تھا ان مخالفین اسلام کے دلمین سمایا ہوا ہی۔

جس زمانہ مین قوانین اسلامیہ شائع ہوئے اُس زمانہ مین منجملہ اور قومون کے جو جزیرہ نمائے عرب مین
بود و باش رکھتے تھے صرف ایک قوم یہود معین و منضبط آئین و قوانین رکھتے تھے اور یہود کے قوی
اور مضبوط گروہ دست برستان عرب کے بیچ مین رہتے تھے مگر اپنے خاص قوانین کے پابند تھے۔ خدا
معلوم کتنے عرصے سے عرب اور یہود مین تعلق تام چلا آتا تھا اور یہ بات یقینی ہے کہ دونون قومین ایک
ہی نسل سے تھین اور ایک ہی جداعلےٰ (حضرت ابراہیمؑ) کی ذریات تھین اسوجہ سے اکثر یہود کے خیالات
عرب کے رسوم و عادات مین شامل تھے علی الخصوص خانگی تعلقات مین یہود کے خیالات کا نہایت
قوی اثر عرب پر ہوا تھا۔ پیغمبر اسلام نے مدت العمر یہی کوشش کی کہ ایک پاک اور پاکیزہ دین اور ایک
صالح و لطیف نظام تمدن اپنی اُمت مین جاری کرین مگر تمدنی ضرورتون اور ترقی انسان کے لوازم
سے ایسی چشم پوشی نہین کی کہ اُس زمانہ مین جو آئین و قوانین موجود تھے اُن سب کو باطل کر دیتے کیونکہ
اگر شارع اسلام ایسا کر دیتے تو سخت پریشانی اور بدانتظامی اور ابتری ہو جاتی شارع اسلام نے اُن رسوم
و قوانین قدیم کو اصلاح پذیر سمجھکر اپنی شریعت مین جاری رکھا مگر اُنمین ایسی اصلاحین کر دین کہ ایک
ترقی پذیر نظام تمدن کے موافق و مناسب اُنکو کر دیا اور جو رسوم و آئین بالکل عقل انسانی کے خلاف
اور تمدن کے مضر تھے اُنکو قطعی منع و حرام کر دیا قانون اسلام کا ماخذ قرآن مجید ہی۔ اس کتاب مقدس
مین وہ اصول ضروریہ موجود ہین جنپر مختلف تعلقات بشری کا انتظام موقوف ہی۔ یعنے احکام دین
اور قوانین دیوانی و فوجداری جنپر مجموع اسلام کا وجود و بقا موقوف ہے سب اس کتاب مین موجود
ہے بلکہ علم سیاست مدن اور اصول تمدن کا مادہ بھی اسمین موجود ہے۔ اکثر مسائل اعتقادی و شرعی
جنکی تصریح قرآن مجید مین نہین ہے اُنکا استنباط احادیث نبویہ اور سیرت مصطفویہ سے کیا گیا ہی احادیث
سے مراد اقوال پیغمبر ہین جو وقتاً فوقتاً آپ نے فرمائے تھے اور سیرت سے مراد افعال پیغمبر ہین جنکی سند
روات ثقات کے ذریعہ سے پہونچی ہے شیعہ لوگ اُن احادیث کو جو جناب علی ابن ابیطالب اور اُنکی
آل امجاد سے منقول نہون جنھون نے پیغمبر کو دیکھا تھا اور اُنکے ساتھ معاشرت کی تھی اُن کو
باطل سمجھتے ہین۔ اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اقوال نبیؐ یعنے احادیث فی نفسہ احکام قرآنی کے تابع ہین
اور احادیث کی پابندی اُسی قدر فرض ہے جسقدر وہ احکام قرآنی کے موافق ہین لہذا جو روایات
نصوص قرآنی کے خلاف ہین وہ ناقابل عمل ہین طرح روایات چند اصول مسلمہ کے موافق کیا جاتا ہی جو قواعد
منطقی اور اصول واقعی پر مبنی ہین۔ اخباری فرقہ احادیث و اخبار مین طرح و تاویل کو حرام سمجھتا ہے
بخلاف اصولیون کے جو اپنے اصول مقررہ اجتہادیہ کے ذریعہ سے اخبار و احادیث کو قابل طرح و تاویل

سمجھتے ہین اور یہ اصول اجتہادیہ بھی وقتاً فوقتاً حسب مصلحت وقت تغیر پذیر ہوتے رہتے ہین۔
حضرات اہلسنت کے مذہب مین اجتہاد تیسری صدی ہجری سے موقوف ہوگیا ہی بخلاف شیعون کے اُنکے یہان اجتہاد واجب کفائی ہے یعنے ہر عہد مین بعض لوگون پر اجتہاد واجب ہوتا ہے جو کہ بعض کے مجتہد ہوجانے سے اورون پر سے ساقط ہوجاتا ہے جسکی وجہ سے ہر زمانہ مین کم از کم ایک مجتہد ہونا ضروری ہے جو احکام الٰہی کا استخراج و استنباط قرآن مجید و احادیث نبویہ سے ہمیشہ کرتا رہے کہ جس سے تمدنی ترقی و تہذیب اخلاق کی ترقی مسدود و محدود نہ رہنے پاوے نفس ناطقہ اور عقل انسانی معطل نہونے پاوے اور ہمیشہ ترقی و بہبودی ہوتی رہے۔
شیعون کی فقہ از روئے تواریخ اسلامی فرقون مین سب سے مقدم ہے۔ اسواسطیکہ حضرات اہلسنت مین سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تھے جنکی ولادت ۸۰ھ ہجری مین ہوئی تھی یا نیے فقہ حنفیہ تھے۔ باقی تین امام امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل یہ سب بعد ہوئے تھے۔
شیعون کی فقہ اُن احادیث و اخبار کا مجموعہ ہے جن احکام کی توضیح و تشریح فلاسفہ خاندان رسالت و فقہائے اہلبیت نے فرمائی ہے جسکی بنا نظام عدل پر رکھی گئی ہے اور انسان کے تمام افعال کو عقل سلیم کے موافق رکھا ہے احکام الٰہی جو انسان کے افعال سے متعلق ہین وہ کمال شخصی اور کمالات نوعی کے نتائج ہین اور اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید جو تقدم سے کیا گیا ہے ہمیشہ انسان کی ترقی کے موافق و موئید رہا ہے اور احکام شرع کی بنا بھی حسن و قبح عقلی پر اُسی طرح سے ہے جیسے اصول عقاید کی۔ چنانچہ حصہ اول حمایۃ الاسلام ملاحظہ کرنے والون پر یہ امر بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ شریعت کا کوئی حکم خلاف عقل نہین ہے اور اسی ضرورت کے پورا کرنے کے واسطے یہ دوسرا حصہ کتاب حمایت الاسلام کا پیش کیا جاتا ہے جسپر نظر کرنے سے ہر منصف مزاج اس بات کا قطعی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اسلام نے معاملات و اصول تمدن مین بھی اعلیٰ پالسی کو کام فرمایا ہے فقط

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم
ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم

شریعت اسلام مین نکاح ایک معاہدہ ہی اُسکا جواز متناکحین کے ایجاب و قبول پر موقوف ہے اُس کے جواز کو کسی رسم کا ادا کرنا لازم نہین ہے نہ گواہون کے موجود ہونے پر اسکی حلت موقوف ہے۔ فی الواقع معاہدہ نکاح مثل دیگر معاہدات کے ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے ایک معمولی قسم کی مشارکت کے مشابہ ہے طرفین کے حقوق شخصی ایک دوسرے کے مقابل اور غیرون کے مقابل بھی بدستور قائم رہتے ہین

اور طرفین کو فسخ نکاح کا اختیار ہے اگر حالات اسی کے متقضی ہون۔
بیلی صاحب کہتے ہین "اور معاہدات کیطرح نکاح بھی ایجاب و قبول کا نام ہے مگر نکاح سے کوئی حق شوہر و زوجہ کو ایک دوسرے کی جائداد پر نہین حاصل ہو جاتا۔
اور زوجہ کی حیثیت شرعی شوہر کے ساتھ خلط نہین کردیگئی ہے بلکہ زوجہ کو ایسے اختیارات حاصل رہتے ہین کہ گویا اُسکا نکاح ابتک نہین ہوا ہے یعنے جس طرح سے چاہے اپنے مال کو صرف کرے جو چاہے اسکو کرے اور تمام معاہدات اُسکی نسبت کرسکتی ہے اور بلا اجازت شوہر دوسرے پر نالش کرسکتی ہی اور وہ اُسپر نالش کرسکتا ہے بلکہ وہ اپنے شوہر پر بلا وساطت کے امین یا ولی کے نالش کرسکتی ہے اور شوہر کسی طرح سے اُسکا ولی شرعی نہین ہے"
نکاح کے شرائط اور اُس کے طریقہ اور اُس کے فسخ کرنے کی صورتین سب حکمت اخلاق کی اعلیٰ نظیرین ہین

(رضامندی)

یہ پہلی اور مقدم شرط نکاح کی ہے کوئی معاہدہ کامل نہین ہوسکتا تا وقتیکہ طرفین اُسکی حقیقت کو سمجھکر اپنی رضامندی نہ ظاہر کرین۔ چونکہ مسلمان عورتین عموماً پردہ مین رہتی ہین اور اپنی شادی کے اُمور مین اپنی خاص مرضی کے عمل مین لانے مین بڑی دقتین اُنکو پیش آتی ہین لہذا شریعت نے وہ اصول تفصیلاً لکھدیے ہین جن سے عورتین نہ صرف اپنے اولیا کی حرص و طمع سے اپنے کو بچا سکتی ہین بلکہ کچھ اختیار اپنے شوہرون کے پسند کرنے کا بھی رکھتی ہین۔ مثلاً جب مرد بالغ یا زن بالغہ کی طرفسے نکاح پڑھا جاوے تو ایسے نکاح کے جواز کے لیے ضروری ہی کہ وہ شخص اپنی رضامندی ظاہر کرے یا یون کہے کہ جو نکاح بغیر اجازت یا بلا رضامندی ناکح یا منکوحہ کیا گیا ہے وہ باطل ہے چاہے کسی شخص نے وہ نکاح کردیا ہو۔ بالغ و رشیدا در صحیح العقل عورت اپنا نکاح کرلینے کی قابلیت مطلقہ رکھتی ہے کسی ولی کی ضرورت نہین ہے۔ نہ کسی وکیل یا درمیانی آدمی کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنی رضامندی ظاہر کرے معاہدہ نکاح مین زن بالغہ و صحیح العقل کے کلام کا لحاظ رکھنا ضروری ہے پس وہ صرف اپنا ہی نکاح کرلینے کی مجاز نہین ہے بلکہ دوسرے شخص کی طرف سے بھی وکالتاً ایجاب و قبول کرسکتی ہے لیکن عورت کو مناسب و زیبا یہ ہے کہ اپنے باپ یا دادا کو اجازت دے کہ شرائط نکاح طے کرین اگر اُسکا باپ یا دادا نہ ہو تو بہتر ہے کہ اپنے بھائی کو اپنی طرف سے کارروائی کرنے پر مقرر کرے۔ باکرہ کے نکاح مین اُسکا راضی ہونا اُسکی خاموشی سے

سمجھا جاتا ہے اور اگر باکرہ نہ ہو تو اُس کو اپنے کلام سے رضامندی ظاہر کرنا چاہیے۔

(عِدّہ)

جو عورت کسی مرد کے عِدّہ مین ہو خواہ عدہ طلاق ہو یا عدہ وفات ایسی عورت سے نکاح جائز نہین ہے۔ عدہ کے حکم کی علۃ یہ ہے کہ شارع اسلام کو اولاد کے حلالی قرار پانے کی فکر تھی و نکاح یا نکاح مشکوک سے جو اولاد پیدا ہو اُسکو حرامی بنا دینے سے نفرت کلی تھی۔
جو عورت اپنے شوہر سے جدا ہو گئی ہو یا بیوہ ہو اُس کو ایک مدت معینہ تک دوسرا عقد کرنا شرعاً حرام ہے تاوقتیکہ یہ یقین نہو جاوے کہ یہ عورت حاملہ ہے یا نہین۔
بیوہ کا عدہ چار مہینہ دس دن ہے اور مطلقہ کا عدہ تین مہینہ ہین اس ممانعت سے اولاد کی نسبت مین فتور نہین ہو سکتا۔

(نکاح مطلقہ بائنہ)

شارع مقدس نے مطلقہ بائنہ سے عقد کرنے کی بھی ممانعت کی ہے زمانہ جاہلیت مین یعنے قبل بعثت پیغمبر اسلام مشرکین عرب مین دستور تھا کہ عورتون کو متواتر طلاق دیکر اُن سے دوبارہ نکاح کر لیا کرتے تھے جس سے اخلاق عامہ مین فتور واقع ہوتا تھا لہذا شارع اسلام نے ایسا نکاح حرام کر دیا جو تین طلاقون کے بعد ہو۔
مجنون اور کمسن اور بیہوش در عالم نشہ مین بھی نکاح صحیح نہین ہے۔ اسلیے اصل اصول نکاح مین سلامتی عقل ہے۔ اور مذکورہ لوگ عقل سے خارج ہوتے ہین اور اپنے نفع و نقصان کو نہین سمجھ سکتے ہین۔ ہان مجنون و کم عقل و کم سن کا عقد اُسکا باپ یا قائم مقام باپ کا کر سکتا ہو بشرطیکہ نیک نیتی سے ہو اور کوئی بات مضر نہو۔ مثلاً غیر کفو سے نکاح کر دینا یا فریب سے مہر کا زیادہ یا کم بند ہونا یا مرض لاعلاج کی حالت مین نکاح کرنا پس جن چیزون سے ان لوگون کے حق مین مضر ہو ایسے نکاح کو دوسرے اولیاء فسخ کر سکتے ہین یا بعد صحت مجنون فسخ کر سکتا ہے اسیطرح سے نابالغ بعد بلوغ۔

(کفو)

شارع اسلام نے بے تکے اور بے میل شادیون کو بھی ناپسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عورتون کا

نکاح غیر کفو سے نکرنا چاہیے جسکا مطلب یہ ہی کہ زن و مرد ہم مذہب ہون اور مرد عورت کے تکفل کا مقدور رکھتا ہو بلا لحاظ قوم و درجہ کے اس لیے کہ سب مسلمان برابر ہین ذات کا کوئی لحاظ شریعت مین نہین ہے۔

(مہر)

اسلام مین جواز نکاح موقوف ہے اس بات پر کہ شوہر کچھ معاوضہ زوجہ کو اُسکے استعمال اور فائدہ کے لیے دینے کو کبھی اس معاوضہ کو مہر یا صداق کہتے ہین۔ سائیر اصاحب لکھتے ہین کہ زمان سلف مین بھی شوہر زوجہ کے لیے ذریعہ معاش مہیا کر دیتا تھا اس سے یہی مقصود تھا کہ عورت اپنے شوہر کے اختیار طلاق کی خود سرانہ اور بلا قید عمل مین لائے جانے سے محفوظ رہے۔ یہود کے مذہب مین تاکید تھی کہ دین مہر قبل تزویج معیّن کر دیا جاوے اور بے تعیین مہر نکاح ناجائز تھا۔ مگر یہود مین جو مہر زوجہ کا مقرر تھا وہ اُس کے خاص استعمال و فائدہ کے لیے کبھی نہ دیا جاتا تھا بلکہ اُسکو کوئی حق مہر پر حاصل نہ تھا تا وقتیکہ فسخ نکاح خواہ بسبب انتقال شوہر خواہ بوجہ طلاق کے نہ ہو جاوے۔ البتہ فسخ نکاح کیصورت مین زوجہ کا مہر اُسکو دیدیا جاتا تھا پھر اُسکو اختیار تھا کہ اُس مہر کو جو چاہے کرے۔ رومیون مین بھی مہر کا رواج ہے لیکن اُنکے یہان بھی مہر اختیاری ہی یعنے اُسکا ادا کرنا شوہر کے اختیار مین ہی مسلمانونکی شریعت نے مہر کے بارے مین بھی بیحد اصلاح کی ہے۔

مسلمانون کا مہر بالکل اضطراری ہے یعنے شوہر اُس کے ادا کرنے مین شرعاً مجبور ہے مہر شوہر کے تمام دیون پر مقدم ہے شوہر اُسکا قرضدار سمجھا جاتا ہے۔ مہر جز نکاح ہے جسکا اگر بوقت نکاح ذکر نکیا جاوے تب بھی مہر المثل شوہر کے ذمہ عائد ہو جاویگا جب مہر کا حق زوجہ کو ایک مرتبہ حاصل ہو جاوے تو پھر وہ اُس کے کسی فعل سے صلب یا زائل نہین ہو جاتا مگر یہ کہ زوجہ خود معاف کر دے اور دست بردار ہو جاوے۔ عورت اپنے شوہر کو قتل کر ڈالے یا خودکشی کر لے یا مرد اُسکو قتل کر ڈالے ہر حال مین اسکا مہر واجب الادا ہے۔

مہر موجل کی نسبت عورت کو اختیار ہے جس شخص کو چاہے سپرد کر دے زوجہ اپنے مہر کو شوہر کے تئین یا شخص غیر کو ہبہ کر سکتی ہے۔

گو یہود یون مین مہر کا دستور جاری تھا تاہم اکثر ہوتا تھا کہ شوہر اپنی زوجہ کا سب مال و اسباب چھین کر اُس بیچاری کو فقیر و محتاج کر دیتا تھا۔ اس ظلم و ناانصافی کی ممانعت قطعی قرآن مجید مین ہو گئی ہے جو عربونسے

کہدیا گیا ہے۔ "تمھارے لیے حلال نہین ہے کہ جو تم نے اُنکو دیا ہے اُسکو پھیر لو (سورۂ بقر آیت ۲۲۹)
قبائل یہود عرب مین یہ دستور تھا کہ زوجہ کا مہر اور جہیز جو وہ لاتی تھی اپنے گھر سے یہ دونون تا زمان فسخ
نکاح شوہر کے قبضہ مین رہتے تھے معاملۂ نکاح مین شرع محمدی مین عرب کا وہ دستور اختیار کیا گیا ہی
جو زیادہ تر منصفانہ و فیاضانہ تھا از روئے شرع محمدی شوہر و زوجہ ایک دوسرے کے مال مین
مشارکت نہین رکھتے تھے بلکہ زوجہ اپنی ذاتی جائداد اور جو کچھ شوہر اُسکے مہر مین دیدے اُس کی
بالکل مالک و مختار ہے۔ اور جبتک شوہر و زوجہ زندہ ہین اُسوقت تک اُنکو اختیار ہے جب چاہین
شرائط نکاح کو بدل سکتے ہین اور زوجہ کو کل مہر معاف کر دینے یا کم کر دینے کا اختیار ہے۔

(محرم عورتین)

شریعت اسلام مین قابلیت تزویج کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ باہم ایسی قرابت نہ رکھتے ہون کہ انکی
مناکحت باہم حرام ہو قانون انگلستان اور قانون فرانس مین بھی بعض اقربا سے شادی کرنا ممنوع ہی۔
مسٹر ڈی پرسول صاحب نے اپنی تاریخ عرب صفحہ ۳۵۱ مین لکھا ہے کہ "اگلے زمانہ مین عرب سوتیلی
ماں اور ساس کا نکاح سوتیلے بیٹے اور داماد کیساتھ جائز جانتے تھے قرآن مجید مین اس رسم قبیح کی قطعی
ممانعت کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ۔ "نکاح کرو اُن عورتون سے جنسے تمھارے باپ نے نکاح
کیا ہو مگر وہ بات جو سابق زمانہ مین ہوئی تھی تحقیقکہ وہ بیحیائی اور برائی اور بدکرداری تھی (سورہ
آل عمران آیت ۲۶) اسکے بعد محرمات شرعیہ کی تشریح کر دیگئی ہے " یعنے حرام کر دیگئین تمپر تمھاری مائین
اور تمھاری بیٹیان اور تمھاری بہنین اور تمھاری پھوپھیان اور تمھاری خالائین اور تمھاری بھتیجیان
اور تمھاری بھانجیان اور تمھاری دودھ مائین اور تمھاری دودھ شریک بہنین اور تمھاری ساسین
اور تمھاری بے پالک لڑکیان جو تمھاری اُن بیبیون کی گود مین ہون جو تمھاری مدخولہ ہون پس اگر تمنے
انکے دخول نہ کیا ہو تو کچھ قباحت تمھارے واسطے نہین ہے اور منکوحہ بیبیان تمھاری اُن بیٹون
کی جو تمھارے صلب سے ہون اور یہ کہ تم دو بہنون سے ایک ہی وقت مین نکاح کرو مگر وہ بات
جو سابق مین گذر چکی ہے تحقیقکہ خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور شوہر دار عورتین مگر جسپر
تمھارے داہنے ہاتھ قابض ہون یعنے لونڈیان (سورۂ آل عمران آیت ۲۷) مصلحت حرمت نکاح
کی انسے ظاہر ہے کہ۔ نکاح مین اگر عقلی نتیجہ ملحوظ نہ ہو تو خواہش کے صیغہ مین داخل ہو کر حیوانی فعلون
مین جا رہتا ہے پس انسانی نکاح کا مدار مصلحت عقلی پر ہے۔ مصلحت عقلی نکاح مین۔ توالد و تناسل ہی

جو کہ مقتضی طبیعت کلی اور صلاح نظام عام نوعی کا ہے۔ دوسرے انتظام معاشرت باہمی اور توالد مین یہ عزیز شریک ہین پس تداخل ضرور موجب قلت نوع اور تحصیل حاصل اور کمی آبادی کا ہوگا۔ اور ظلم و انظلام کیطرف راجع ہوگا۔ اور اُنکی اعانت باہمی کے لیے نفع میراث کافی ہو پس سبب زوجیت کا استحقاق اُنکے سوا غیرونکو ہوگا تاکہ تحصیل حاصل نہو جیساکہ غیر مجوبون مین ارث کے۔ نہ فی الجملہ جیساکہ مجوبون مین۔ خلاصہ یہ کہ ان عزیزون کے ساتھ نکاح کئی وجہون سے حرام ہے۔

مقتضی صلاح عام۔ و طبیعت کلی اور موافق عقل ہے نہ تداخل نسب و سبب بلکہ یہ مصلحت ناشے ہے کثرت افراد انسانی سے۔

اور اگر قلت کے زمانہ مین اجازت ہو اس مصلحت کی تاکہ بالکل نسل نابود نہو جاوے کہ سوائے اُن قرابت دارون کے اور کوئی غیر ممکن ہو تو اُسپر قیاس نہ کرنا چاہیے آدمیون کی کثرت کے زمانہ مین۔ پس مجوس کا مذہب تجویز نکاح اولوالارحام مین خلاف عقل ہے۔

اور ایک خاندان مین کبھی ایک بیماری موروثی ہوتی ہے کہ وہ دوسری جگہ بیاہ ہونے سے برطرف ہو جاتی ہے اور یہ قطعی تجربہ ہے کہ جن خاندانون مین آپسی ہی مین نکاح کا التزام ہے اُن مین کئی پشت کے بعد ایک خاندانی خبط وجنون حادث ہو جاتا ہے اور یہ عالی خاندانون مین بہت ہے۔

باپ کی بیویان بھی حرام ہین اسلیے کہ مان باپ کا حق ادا کرنا اور طاعت اُنکی واجب ہے اولاد پر اور باپ کی مخصوص و محبوب چیز کو تصرف کرنا اُسکے حق کو ضایع کرنا ہے اور ظلم ہے پس اسمین ایذا اور توہین مان باپ کی ہے اور مطیع کرنا مطاع کا یا مطیع کرنا باپ کے مطیع خاص کا الغرض اس مین صریح ہمسری ہے بلکہ بیجا تعلی ہے اُن مان باپ کی بہ نسبت کہ جن کا احترام واجب کیا گیا ہے خانہ داری کی دانش مین۔

عورتون پر بیٹون کا حرام ہونا مقابلہ سے سمجھا جاتا ہے اور اخلاقی سبب اس کا یہ ہے کہ اس مین مساوات گرداننا ہے اُس سے کہ جو محکوم ہو تو پہلا اگر ظلم تھا تو یہ انظلام ہوا اور یہ دونون بداخلاقی کی باتین ہین۔

عورتون پر اُنکے بھائی بھی حرام ہین بقرینہ مقابلہ اور قاعدہ عدل اور اس لحاظ سے کہ اُنکی ایذا نا موافقت کے وقت مین ایذائے والدین تک منجر ہوگی کہ جو حکمت اخلاق مین حرام قطعی ہے اور کنبہ پروری مین خلل کے ڈر سے اور علیٰ ہذا القیاس۔ یہ خاص خاص لبین نسبی عورتون کی حرمتین بیان ہوئین۔ سات سببی رشتہ دارون سے بھی عقد حرام ہے۔ اتائین۔ دودھ شریک بہنین۔ ساسین۔ ربیبہ۔

بہوین - زوجہ کی بہنین - محصنہ یعنے شوہردار عورتین وجہ حرمت بظاہر ان عورتون مین یہ ہے -
کہ ان مین شائبہ ہے اُن قرابت دار عورتون سے جو نسبًا حرام تھین اسواسطے کہ جسطرح سے مان
کے خون اور باپ کے نطفہ سے جسکی اصل خون ہے انسان پیدا ہوتا ہے اُسی طرح سے
انا کے دودھ سے کہ جسکی اصل خون ہے پرورش پاتا ہے پس ایکطرح کی اصل انسان کی انا
بھی ہوئی - اُسکے ساتھ عقد کرنے مین زیادتی فرع کی اصل پر ہو جاویگی -
ساس سے عقد اس وجہ سے حرام ہے کہ یہ موجب بہت سی بداخلاقیون کا ہے اسلیے کہ ممکن ہے
زوجہ اپنی مان کی نافرمانی کرے اور علاوہ اس کے مساوات ہو جاویگی مان کو بیٹی سے زوجہ بننے
کی وجہ سے اور مساوات فرع کو اصل سے ظلم ہے -
ربیبہ سے عقد مین بھی مساوات و معاداۃ ہے اُسکی مان سے اور یہ عقلاً حرام ہے بہو سے
بھی عقد حرام ہے - بقاعدہ عدل اسواسطے کہ جب سوتیلی مان بیٹے پر حرام ہے تو چاہیے کہ بہو
خُسر سے پر حرام ہو اور بحکم مقابلہ داماد کا محرم ہونا بھی ثابت ہے -
سالیون سے عقد کرنے مین بڑی قبیح ہو کا انجام اسکا بھی معاداۃ ہے اور ایک گھر کے قریب کے
رشتہ دارون مین پھوٹ اور نزاع کا سبب ہو جاویگا - علاوہ اس کے کنبہ بڑھنے کا مانع ہو گا
اسواسطے کہ مثلاً چار بہنین چار مقام پر بیاہی جاوین تو جسقدر عزیزداری بڑھے بخلاف اس کے کہ
چار بہنین ایک شخص کے عقد مین آجاوین -
محصنہ کی حرمت بہت سے اخلاقی وجہون سے ہے -
(۱) خلاف عدل اور موجب ظلم و انظلام ہے -
(۲) ایک عورت کبھی دو مردون کی پوری طاعت نہین کرسکتی -
(۳) میراث مین جھگڑا واقع ہو گا کیونکہ امتیاز اس امر کا بہت دشوار ہے کہ دو مردون مین سے
یہ لڑکا کس کا ہے -
(۴) فائدہ نکاح یعنے توالد و تناسل دو شوہرون مین مفقود ہو گا عورت اگر دس شوہر بھی کریگی تو
بجز شہوت رانی کے بارور ایک ہی مرد سے ہو گی اور مرد اگر دس نکاح کرے تو دسون کا ایک
وقت مین بارور ہونا ممکن ہے و علیٰ ہذا القیاس چونکہ زنائے محصنہ ایسی قبیح شے ہے جسکی قباحت
ہر ادنے عقل والے پر بھی پوشیدہ نہین لہذا ہم اس بحث مین زیادہ طول نہین دیتے -
خدا نے مرد مشرک نے زن مشرکہ کے ساتھ بھی نکاح حرام کیا ہے قرآن مجید مین ہے "نکاح نکرو مشرک

عورتون سے جبتک کہ وہ ایمان نہ لاوین ہر آئینہ مسلمان عورت مشرک عورت سے بہتر ہے گو اسکو تم پسند کرو اور نہ نکاح کرو مشرک مردون سے جبتک کہ وہ ایمان نہ لاوین ہر آئینہ مرد مسلمان بہتر ہے مشرک سے گو وہ تم کو اچھا معلوم ہوتا ہو (سورہ بقر آیت ۲۲۰) مشرک و مشرکہ سے وہ زن و مرد مراد ہین جو ذات باری مین دوسرے کو شریک جانتے ہون شارع اسلام کا مقصود اصلی یہ تھا کہ شرک و بت پرستی و کفر گروہ اہل اسلام سے بالکل خارج ہے اسوجہ سے اُنھون نے مسلمانونکا مشرکین عرب کی بت پرست عورتون کے ساتھ عقد کرنا حرام کردیا شارع اسلام نے ایسے نکاح کو اُنھین وجوہ سے حرام کردیا ہے جن وجوہ سے انبیا سلف مین حضرت موسٰےؑ نے بنی اسرائیل کا نکاح عمالقہ اور ریت پرست قومون کے ساتھ حرام کردیا تھا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ شیعون کو بسبب اسکے کہ یورپ کی قومون سے سابقہ نہین پڑا اس وجہ سے اُنکے نزدیک عیسائی اور یہودیون سے نکاح حرام ہے اور سنیون کو یورپ کے اقوام سے سابقہ ہونے کیوجہ سے اُنکے مذہب مین یہودیہ یا نصرانیہ سے عقد جائز ہوگیا سابقہ کو شریعت سے کوئی دخل نہین ہے علۃ اس کی محض ممانعت شریعت کی ہے غیر مذہب مرد یا عورت سے تعلق رکھنا بیشک اخلاقاً سب کے واسطے ایک بدچیز ہے۔ کبھی کوئی مذہب اپنی اصلی حالت پر نہین رہ سکتا اور کوئی اخلاق اپنی اصلی جھلک بدون آمیزش نہین دیکھا سکتا ایسی صورت مین جب کہ ایک سوسائٹی کے دو ممبر مختلف مذہب کے ہون۔

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء
مثنی وثلاث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ

(تعدد ازدواج اور اسکی نسبت اسلامی حکم)

ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ دنیا کی تمام قومون مین اور تمام مذہبون مین کم و بیش رسم تعدد ازواج جاری ہے۔

قدیم اہل یونان مین یہ رسم جاری تھی۔ اہل روما مین بھی تعدد ازواج کی ممانعت نہ تھی افلاطون نے بھی تعدد ازواج کے جواز مین کتابین لکھتے ہین۔ ویدون مین منو۔ کے دھرم شاستر کی ۹۔ ادھیا۔ ۱۴۹۔ اشلوک کے بموجب برہمن کو چار جوروین تک کرنے کی اجازت ہے بہت سے عیسائیون نے خود تعدد ازواج کے جواز و حمایت مین کتابون کی کتابین لکھی ہین۔

"یونی ٹیس صاحب" جرمنی پادری نے جب "پوپ گرگری" سے مسئلہ پوچھا کہ آدمی کو کس حالت مین دو عورتین کرنا جائز ہین تو اُسنے جواب دیا کہ اگر جورو کو ایسی بیماری ہو کہ خاوند اس سے مباشرت نکر سکے تو اُس صورت مین خاوند کو دوسرا نکاح کرنا جائز و درست ہے لیکن اس شرط پر کہ بیمار جورو کی ہر طرح خبر گیری کرے۔

"جان ہملٹن" نے انجیل کے روسے ثابت کیا ہے کہ تعداد ازواج انجیل کے روسے منع نہین۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہین کہ (حزقیل ۲۳ باب) مین خدائے تعالےٰ نے اپنے تئین تمثیلی حکایات مین ایک مرد بتایا ہے جس نے "اہولا۔ اہولیبا۔ بیبوون سے نکاح کیا ہے" اگر یہ رسم بری ہوتی تو خدائے تعالےٰ استعارہ مین بھی اس رسم کو کبھی اختیار نکرتا۔ جس رسم کی انجیل مین ممانعت نہو تو ہم اُسکو کس دلیل سے برا اور ذلیل کہین۔ انجیل مین پادریون کو ایک بیوی کرنے کی صلاح دیگئی ہے پر کہین کثرت ازدواج کی ممانعت نہین۔

"پادری ہنگس صاحب" مشنری لکھنؤ اپنی کتاب صلاح بسہو کے صفحہ ۲۶-۲۷-مین لکھتے ہین کہ تعداد ازدواج کے مقدمہ مین ہم بے تردد تسلیم کرتے ہین کہ بنی اسرائیل مین بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی اس کو منع نہین کیا بلکہ اکثرون کو برکت کا وعدہ کیا جو اُسپر چلتے تھے یعنے کثرت ازدواج کے دستور پر۔

"گاڈفری ہنگس" اپنی کتاب صفحہ ۵،۷ مین لکھتے ہین کہ بادشاہ روم اور دوسرے بادشاہون نے بہت سی بیبیان کی ہین جو کہ حرمون سے جدا تھین حالانکہ یہ بادشاہ اور باتون مین نہایت پابند شرع تھے۔ اور یہ سب بیبیان مشروع تصور کی گئین۔ اور پرانے مصنفون سے بھی یہ معلوم ہوا کہ ان پادریون کو اجازت چار بیبیون تک تھی (از سیر الاسلام صفحہ ۲۱۹)

"استثنا ۲۱-باب ۱۸" مین دو جورؤن کے ایک ساتھ ہونے کے احکام موجود ہین۔

(۲-اخبار ۱۸ باب) مین دو حقیقی بہنون کے ایک ساتھ جورو بنانے کی ممانعت موجود ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے دو حقیقی بہنون کے دوسری عورتین ایک ساتھ نکاح مین آسکتی ہین۔

پھر حضرت ابراہیم جیسے مقدس اور پاک نبی نے تین جوروئین کین یعنے سارہ۔ ہاجرہ۔ قطورہ۔ حضرت موسیٰ کی دو جوروان تھین۔ حضرت یعقوب کی چار جوروئین۔ سموئیل کے باپ کی دو جوروئین تھین (سموئیل ب ۱) اور یہی حال اسحاق اور تمام بنی اسرائیل کا ہے۔ حضرت داؤد نے

سو جورو ین کین اور اُن کے اس فعل پر کبھی خدا نے الزام نہین دیا (اول سلاطین ۵ ب ۳) حضرت
سلیمان کی سات سو جورو ین اور تین سو حرمین تھین (۱ سلاطین ۱۱ ب ۳) حضرت سلیمان کے بیٹے
رُحبام کے اٹھارہ جورو ین اور ساٹھ حرمین تھین - (تواریخ ۱۱ ب ۲۱) "حضرت سلیمان کے پوتے
اُبیاہ" کے چودہ جورو ین تھین (تواریخ ۱۳ ب ۲۱) "جدعون" کے بھی بہت سی عورتین تھین (قاضی
۸ ب ۳۰) اور "عیسو" پر اور حضرت یعقوب کے بھی دو جورو ئین تھین -

عیسائیون مین ایک فرقہ "مورمن" نامے ہے ان مین ہر عیسائی کو تیرہ عورتین رکھنے کی
اجازت ہے -

اور "مارٹین لوتھر نے" فلپ نامے ایک رئیس کو دو جورو ین رکھنے کی اجازت دی تھی اور
بعض جگہ "مارٹین لوتھر صاحب فرماتے ہین کہ انسان دس یا زیادہ جوروان تک رکھ سکتا ہے
(مراۃ الصدق صفحہ ۹۴) -

حضرت مسیح نے انجیل مین کہین نہین فرمایا کہ کثرت ازواجی منسوخ ہو گئی - اول تو مسیح کو احکام توریت
منسوخ کرنے کا اختیار ہی نہ تھا دیکھو (متی ۵ ب ۱۷) اور قطع نظر اسکے کسی مقام پر یہ نہین فرمایا کہ زیادہ
عورتین کرنا تم پر حرام ہین ہان اسقدر تو آپنے فرمایا کہ "شروع مین خالق نے ایک ہی مرد اور ایک
ہی عورت پیدا کی - اور کہ عورت مان باپ کو چھوڑ کر مرد کے پاس جا رہتی ہے اسلیے اُسکو یگانیت
اختیار کرنی چاہیے - اور پیار و محبت سے یکتن ہو کر رہنا چاہیے - طلاق نہ دینا چاہیے (متی ۱۹ ب ۵ و ۶) -
مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہین ہوتا کہ مسیح نے کثرت ازواجی کی ممانعت کی - بلکہ اس ارشاد سے تو
پہلے سے بھی کثرت ازواجی کی وسعت ہو گئی - کیونکہ پہلے طلاق جائز تھے جسکی وجہ سے کثرت ازواجی
مین فی الجملہ خفت ہو سکتی تھی - اب طلاق بھی جائز نہین رہے - جتنی شرعی عورتین ہون اپنے ہی
پاس رکھنا چاہیے - چنانچہ اُن فریسیونکا جو آزمائش مسیح کے واسطے آئے تھے - سوال طلاق ہی کی بابت
تھا کثرت ازواجی کے - روا یا ناروا ہونے کی نسبت اُنکی کوئی گفتگو نہ تھی دیکھو - (متی ۱۹ باب ۳) اور
فریسی اُسکی آزمائش کے لیے اسکے پاس آئے اور اُس سے کہا کیا روا ہے "کہ مرد ہر ایک سبب سے
اپنی جورو کو طلاق دیدے" اسکے جواب مین مسیح نے فرمایا - اور سمجھایا کہ عورت کو بے سبب محض
عیاشی کی خاطر طلاق نہین دینی چاہیے - اس لیے کہ شروع مین خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی
عورت بنائی - اور کہ اس سبب سے کہ مرد اپنے مان باپ کو چھوڑیگا اور اپنی جورو سے ملا رہیگا اور وے
دونون ایک تن ہونگے - پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے - مسیح کے اسکے جواب سے اور

فریسیون کے سوال سے اُس کے سوا اور کوئی نتیجہ مستنبط نہین ہوتا کہ مسیح نے عورت و مرد کو ایک تن
ہو کر رہنے کا حکم دیا ہی اور محبت و یگانیت رکھنے کے لیے مبالغہ فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی۔
اس سے ایک ہی جورو کرنے یا کثرت ازدواجی کے متعلق کوئی گفتگو نہین ہے فریسیون نے مسیح سے
طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا اور اُسی کا مسیح نے جواب دیا پس مسیح کی اس گفتگو و طرز کلام کو کثرت ازدواجی
کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہین ہے۔

کوئی صاحب ان الفاظ سے کہ خالق نے شروع مین ایک ہی مرد اور ایک مرد کیلیے ایک عورت پیدا کی
دھوکا نہ کھاوین۔ یہ الفاظ محض کمال اتحاد اور یگانیت کی تاکید کے لیے استعمال کیے گئے ہین۔ ان
الفاظ کو ایک زوجہ رکھنے سے کوئی تعلق نہین۔ کیونکہ جواب کو سوال سے تعلق نہ رہیگا۔ سوال فقط طلاق
کی بابت ہے نہ کثرت ازدواج کی نسبت۔

اور حضرت مسیح کے اس قول سے کہ "شروع مین ایسا نہ تھا" یہ مقصود نہین ہے کہ شروع سے کثرت
ازدواجی نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے واسطے روا رکھے گئے اور اب منسوخ ہو گئے۔ بلکہ حضرت مسیح کے
اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جاوے کہ شروع سے کثرت
ازدواجی نہ تھی تو یہ تو واقعہ کے خلاف ہے۔ حضرت ابراہیم اسحاق وغیرہ سب کثیر الازواج تھے
پس شروع سے ایسا نہ تھا ان الفاظ کو کثرت ازدواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہین۔

اور سخت دلی کے الفاظ بھی محض طلاق سے تعلق رکھتے ہین۔ کیونکہ فریسیون نے حضرت مسیح
سے یہ بھی کہا تھا کہ پھر موسیٰ نے کیون حکم دیا۔ کہ طلاق نامہ اُسے دیکر چھوڑ دے۔ اُنھون نے حضرت
موسیٰ کے مجوزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی تو اُسی کا جواب حضرت مسیح نے دیا کہ تمھاری سخت دلی
کے سبب تم کو جورواں چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا۔ یعنے نزول توریت
سے پیشتر طلاق نہ تھا۔ تم کو فقط تمھاری سخت دلی و فسادات قلبی کے سبب سے طلاق کی اجازت
ہوئی کیونکہ تم عورتون سے حسن معاشرت و حسن سلوک نہین کرتے۔ پس کثرت ازدواجی سخت دلی کا
سبب نہین بلکہ طلاق سخت دلی کا نتیجہ ہے۔

ہرگز مسیح نے کثرت ازدواجی کی ممانعت نہین کی طلاق کو البتہ منع کر دیا تو اس سے کثرت ازدواجی کو
اور وسعت ہو گئی نہ کہ کچھ ممانعت ہوا اور اسپر ایک اور دلیل ہے۔ کہ گو پروٹسٹنٹ بوجہ کسی خاص
قانون کے زیادہ بیویان نہین کرتے مگر اور بہت سے عیسائی فرقہ تعدد ازواج کو جائز رکھتے ہین
جیسے امریکہ مین فرقہ "مارمن" اور بہت سے عیسائی بادشاہ عیسائی پادری جوروین کرتے ہین۔

اگر کثرت ازدواج کو مسیح نے روک دیا ہوتا تو "پولوس رسول" اپنے خط مین کبھی قید نہ لگاتے کہ۔
کلیسا کا نگہبان پادری بے عیب ایک جورو کا شوہر۔ پرہیزگار۔ صاحب تمیز۔ شایستہ۔ مسافر دوست ہو
(تمطاوس ۳ باب ۲) بے الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو (طیطس ۱ باب ۶) کیونکہ مسیح نے
ایک سے زیادہ جوروین رکھنے سے روک دیا ہوتا تو ایک جورو کی قید کی کیا حاجت تھی
پس اس سے ایک احمق بھی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح نے اس حکم کی ممانعت سے طلاق
سے کثرت ازدواج کو ہرگز نہین روکا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیون مین کئی جوروئین کرنے کا
عام رواج تھا۔ جبھی تو اس قانون کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی۔

زمانہ سلف مین قوم میڈ اور اہل بابل اور اہل عشر اور اہل فارس مین کوئی تعداد ازدواج کی مقرر
نہ تھی اس زمانہ مین بھی برہمنون کو اجازت دیگئی ہے کہ جتنی بیبیان چاہین کرین۔ اخیر زمانہ مین یہود
کے قانون مین ازدواج کی تعداد شوہر کی استطاعت پر موقوف تھی۔ جتنی بیبیون کو نفقہ دے
سکتا ہو اُتنی کرسکتا ہے (ملاحظہ ہو کوڈ ربینک صفحہ ۴۵ جلد ۱) اور اگرچہ ربانین نے نصیحت کی ہے
کہ ایک بی بی سے زیادہ نہ کرنا چاہیے لیکن فرقہ قراطیہ نے اُنسے اختلاف رائے کرکے ازدواج کی
تعداد مقرر کرنے کے جواز کو تسلیم نہین کیا۔ زمانہ سلف مین اہل ایتھنس سے زیادہ تو کوئی قوم مہذب
و شایستہ نہ تھی اُن مین بھی زوجہ ایک مال تجارت قابل الانتقال و لائق بیع سمجھی جاتی تھی اور وصیت
کے ذریعہ سے بھی اُس کا انتقال ہو سکتا تھا اور زوجہ ایک بلا سمجھی جاتی تھی جسکا ہونا انتظام خانہ داری
اور افزونی نسل کے لیے ضرور تھا (ملاحظہ ہو ڈالنجر صاحب کی تاریخ یہود و مشرکین جلد ۲ صفحہ ۲۳۳
و ۲۳۸۔ اور انسائیکلوپیڈیا مضمون نکاح) ہر باشندہ ایتھنس اسکا مجاز تھا کہ جتنی بیبیان چاہے کرے
یہانتک کہ ڈماستھنیز مورخ یونانی نے فخر و مباہات سے لکھا ہے کہ ہماری قوم مین تین قسم کی عورتین
ہین اُن مین سے دو قسم کی عورتین شرعی یا نیم شرعی بیبیان ہو سکتی ہین۔ رومیون مین بھی تعداد ازدواج
کا رسم کم و بیش اس زمانہ تک جاری رہا ہے جبکہ قوانین جسٹنین۔ قیصر مین حرام کردیا گیا گو تعداد ازدواج
قانون دیوانی مین حرام کردیا گیا مگر اس ممانعت کا اثر لوگون کے اخلاقی خیالات پر کچھ نہین ہوا اور
یہ رسم اُس وقت تک عمل مین لایا گیا جبتک نظام جدید تمدن مین اُسکی ممانعت کردیگئی (ملاحظہ ہو
تاریخ گبن جلد ۶ صفحہ ۲۰۶) بیاہتا بی بی کے سوا اور سب بیبیان بڑی خرابی سے رہتی تھین وہ کچھ
حقوق نہ رکھتی تھین اور قانون مین اُنکا کچھ تحفظ نہ کیا گیا تھا بلکہ وہ اپنے متلون مزاج شوہرون کی
کنیزی کیا کرتی تھین اور اُنکی اولاد حرامی کہلاتی تھی۔ ترکہ پدری سے بالکل محروم اور کم ذات و بدقوم

سمجھی جاتی تھین۔ سینٹ اگسٹائن جن کو عیسائی ایک بڑا پیشوا سمجھتے ہین اور جنھون نے دین مسیحی انگلستان مین جاری کیا وہ بھی تعدد ازواج کو معصیت نہین قرار دیتے بلکہ فرماتے ہین تعدد ازواج اُس ملک مین گناہ نہین جہان وہ ایک آئین یا قانون ہوگیا ہو۔ اور ہالم صاحب لکھتے ہین کہ مصلحان جرمنی سولھوین صدی عیسوی تک دوسری اور تیسری شادی کو پہلی شادی کے ساتھ جائز جانتے تھے جس صورتین کہ اولاد نہوئی ہو یا اور کوئی ایسا سبب ہو۔

پس جبکہ کثرت ازواج کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل مین بھی اس کی ممانعت نہ ہوئی اور تمام قومون مین بھی مسلم ہے۔ تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جو دین و ایمان سے فارغ اور انبیائے الٰہی کی سنت سے بیزار ہے۔ اور یہ کثرت ازواج ہمارے ہی نبیؐ کی سنت نہین بلکہ سنت انبیائے ماسبق ہے۔

کثرت ازواج کی رسم تمام مذاہب تمام اقوام مین مروج رہی مگر سوائے اسلام کے اس رسم کو احسن طریق پر اپنے مذہب مین کسی نے شامل نہین کیا۔ نہ اس رسم قدیم مین کسی نے اصلاح و تجدید کی۔ یہ اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اُسنے اس رسم مین نہایت عمدہ اصلاح کی جس سے بڑھ کر ممکن نہین۔ یعنے اسلام نے پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر چار عورتون پر محدود کیا۔ یعنے اشد ضرورت کی حالت مین بھی چار سے زیادہ عورتون کا رکھنا حرام و ناجائز قرار دیا۔ اور پھر چار عورتون پر بھی عدل و انصاف کی ایسی پابندی لگائی کہ سوائے اشد ترین ضرورت کے کوئی شخص اسپر عمل کرنے کی جرأت نہین کرسکتا اس امر مین شبہہ نہین کہ خدا نے قرآن مجید مین۔ چار عورتون تک کرنا جائز قرار دیا ہے مگر اس کے یہ معنے نہین ہین کہ تمپر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار کرو ایک امر کا جائز ہونا امر دیگر ہو اور مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اسپر عمل کرنا امر دیگر ہے اگر بصورت عدم ضرورت ایک ہی جورو پر ہمیشہ کے لیے کوئی اکتفا کرے اور اس رسم پر عمل نہ کرے تو ہرگز گناہ گار نہین کیونکہ یہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی۔ اگر ایک بھی نہ کرے تب بھی کوئی حرام کام نہین ہے۔ ہان اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو (جو کثرت ازواج کو حرام سمجھتا ہے) کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اُسکی شریعت مین اسکا کوئی علاج نہین۔ مگر اسلام مین اسکا علاج موجود ہے۔ دنیا مین صدہا چیزین حلال و مشروع ہین مگر اس کے یہ معنے نہین کہ اُن سب چیزونکو ضرور استعمال مین لاوے۔ اسی طرح سے بشرط ضرورت و مقتضائے حالت تعدد ازواج کی اجازت اسلام مین ضرور ہے مگر ضروری احکام مین سے ہرگز نہین۔ یہ رسم اسلام سے پہلے بھی بڑے زور

کے ساتھ بلکہ بے اعتدالیون کے ساتھ جاری تھے اسلام نے اس رسم کو جاری نہین کیا - بلکہ اسلام نے جو کچھ اس بارے مین کیا وہ یہ کیا کہ ہر طرح سے رخنہ بندیان کین پہلے رسم تعدد ازدواج کو محدود کیا - اور محدود کرینگے بعد عدل کی شرط ایسی ضروری لگائی کہ بہ مشکل کوئی آدمی نکاح ثانی کی جرأت کر سکتا ہے اور بجز خاص خاص ضرورتون کے اس رسم کو خوشی سے کم کوئی اختیار کر سکتا ہے - اصل یہ ہے کہ اس بارہ مین بھی جسقدر دنیا پر قرآن مجید کا احسان ہے اور کوئی کتاب اسکا مقابلہ نہین کر سکتی - انصاف وعدالت کا بھاری بوجھ گردن پر رکھکر عام طور پر تو ایک ہی بیوی کا حکم دیا - لیکن چونکہ قانون قدرت ایسا ہی پڑا ہے کہ بعض وقات انسان کو اولاد کی خواہش اور بیوی کے عقیمہ ہونے کے سبب سے یا بیوی کے دائمی بیمار ہونے کی وجہ سے یا بیوی کی ایسی بیماری کے عارضہ کیوجہ سے جسمین مباشرت ہرگز ممکن نہین - جیسے بعض صورتین خروج رحم کی ہین یا بیوی کا زمانہ پیری جلد آنے کی وجہ سے یا اُسکے جلد جلد حمل ہونے سے یا ایک مرد کے نہایت قوی الشہوت ہونے کیوجہ سے تاکہ وہ عصمت وعفت کو تھام سکے - فطرتاً دوسری بیوی کی ضرورت ہوتی ہے - اس لیے کہ اسیقدر تعدد کے جواز کے لیے حکم دیدیا اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگادی - تو یہ انسان کیحالت پر رحم ہے تاوہ فطرتی ضرورتون کے پیش آنے سے الٰہی حکمت کے تدارک سے محروم نہ رہے - پس ہم بڑے زور سے کہتے ہین کہ قرآن شریف نے تعدد ازدواج کو بڑھایا !! ہرگز نہین - بلکہ جہانتک ممکن ہو اگھٹایا اور گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لایا -

منجملہ ان اسباب تعدد ازدواج کے بعض ایسے اسباب ہین جو خاص طبقہ کے اشخاص سے متعلق ہین - اور اُن کے بیان سے معلوم ہوگا کہ بعض ممالک مین ضرورت نے کسقدر اس رسم کو قائم کر دیا ہے - یورپ کے فاضلون نے بھی اس تعدد ازدواج کے اسباب کو دیکھکر اس کی ضرورت کو قبول کیا ہے -

"مصنف موسیو لیپلی" اپنی کتاب "مشرقی اقوام مزدوری پیشہ" مین کاشتکارون کے تعدد ازدواج کی ضرورت کو دکھاتے ہین اور ثابت کرتے ہین کہ نہ یہ فقط رسم ضرورت کیوجہ سے قائم ہوئی ہے بلکہ خود عورتین بعوض ناراض ہونے کے اپنے شوہرون کو باصرار دوسری شادی پر آمادہ کرتی ہین "چونکہ خاندان مین بڑی بیٹی کی بہت کم سنی مین شادی کرتے ہین انکی پہلی بیبیان کئی اولادین ہونے کے بعد بہت ہی جلد بڑھیا ہو جاتی ہین - اور وہ خود جوان رہتے ہین ایسی صورت مین خود اُنکی بیبیان اُنھین دوسری شادی پر آمادہ کرتی ہین اولاً دوسری شادی کی اجازت دیتی ہین -

البتہ اس امر سے تعجب ہوتا ہے کہ کوئی عورت خود اپنی رضامندی سے کیونکر سوت کے آنیکی روادار ہوتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانون کے ان طبقات مین خانہ داری کا سارا کام کسیقدر تکلیف دہ کیون نہو خود عورتون ہی کو کرنا پڑتا ہے چونکہ ان کاشتکار دن مین عورت گھر مین نہین بیٹھ سکتی اُسے اپنے فرائض کے ادا کرنے مین مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مدد خواہ عزیز و اقربا سے ملسکتی ہے یا لونڈیون سے - عزیز و اقربا غالباً انھین مدد دینے کے لیے کم ملتے ہین - اور لونڈیان اکثر صاحب خانہ کے تصرف مین آجاتی ہین جس سے انمین اور گھر کی بیبیون مین رقابت پیدا ہوجاتی ہے - پس بہ آسانی خیال کیا جا سکتا ہے کہ ایسی صورت مین پہلی بی بی جس کی عمر ڈھل رہی ہو اور فرائض خانہ داری بڑھ رہے ہین خود ہی اپنے شوہر کو نکاح ثانی پر آمادہ کرتی ہے"

یہی مصنف لکھتا ہے کہ منجملہ اسباب تعدد ازدواج کے بڑا سبب یہ ہے کہ مشرقیون کو ہمیشہ کثیرالاولاد ہونے کی ہوس ہوتی ہے ان کی نظرون مین لاولد ہونے سے زیادہ کوئی مصیبت انسان کے لیے نہین ہوسکتی چند بچے ہونے پر بھی اُنکے ہمیشہ خواہش ازدیاد اولاد کی رہتی ہے اور اس ایک غرض کے حاصل کرنے کو وہ یکے بعد دیگرے متعدد بیبیون سے شادی کرتے ہین - اس محقق نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قسم کے تعدد ازدواج مین بیبیون مین باہم کسی طرح کی رقابت یا عداوت نہین ہوتی البتہ ہمارے یورپ کے تعصبات کی وجہ سے ہمین یہ امر محال معلوم ہوتا ہے لیکن یہ محض اسوجہ سے ہے کہ ان رسوم کو ہم اپنے ہی خیالات کے مطابق جانچتے ہین - اور انکو ان اقوام کی نظر سے نہین دیکھتے جن مین یہ رسم جاری ہین - کسی تعصب کو دور کرنے یا پیدا کرنے کے لیے ایک زمانہ دراز چاہیے اور یہ خیال کر سکتے ہین کہ اس مشرقی تعدد ازدواج کی رسم کے متعلق ہمین اپنے خیالات کو کسقدر بدلنے کی ضرورت ہے علی الخصوص جب ہم اُس قدیم زمانہ پر نظر ڈالین جس مین ایک ہی عورت کل خاندان کی بی بی ہوتی ہے - یا اسی زمانہ کی بعض اقوام کو دیکھین جن مین آج بھی ایک عورت کئی بھائیون کی بی بی ہوتی ہے - یعنے جس طرح سے یہ رسوم بدل گئے اُسیطرح عدم تعدد ازدواج بھی بدل کر تعدد جائز ہونا چاہیے -

"جان ڈیونپورٹ صاحب" اپنی کتاب کے صفحہ ۸۵ - مین لکھتے ہین کہ اہل عرب مین ایک سے زیادہ بیبیان کرنے کا قدیم سے رواج تھا - آپ کے احکام مین یعنے آنحضرت کی تعلیم نے کثرت نکاح کے طریق پر جو اہل مشرق مین بہت رواج پا گیا تھا کم کر دیا - یعنے گھٹا دیا - وہ لوگ علاوہ کثرت ازدواج کے اپنی رشتہ دار عورتون سے بھی خراب ہوا کرتے تھے - مگر آپ کی تعلیم سے وہ باتین بالکل معدوم

ہو گئین کوئی آدمی ایسا نہین جو قرآن شریف کو پڑھے اور اُس کے دل پر خوف کا اثر نہ ہو حقیقت مین یہ بات ناممکن ہے کہ ایک شخص اپنے مذہب بیہودہ و بیہودہ یون سکھادے جس سے بدکاری رائج ہو اور پھر اُسکے مذہب مین بالکل کامیابی ہو جائے لہذا ہم کہہ سکتے ہین کہ اس مذہب کے مسائل کی سختی ہی زیادہ تر اُس کی کامیابی کا باعث ہوتی ہے۔"

اور پھر صفحہ ۷۰ مین لکھتے ہین - مشرق مین بہن سے نکاح کرنے کی رسم حضرت ابراہیم کے وقت سے چلی آتی تھی اور یہ بات انجیل کے مضمون سے ثابت ہے کہ یہ رسم انجیل کے زمانہ مین بھی بُری خیال نہین کی گئی -

ایسا ہی "پروفیسر مارس صاحب" اسلامی تعلیم کے اعتدال کی تعریف کرکے آخر مین لکھتے ہین کہ جب عیسائی مذہب کے پیچ در پیچ اور نافہم عقیدون پر خیال کیا جاوے تو شاید ایک فلاسفر دین اسلام کی خوبی اور صفائی اور عقائد اور سادگی اور اُس کی بناوٹ سے پاک ہونا دیکھکر آہ کرکے پچھتاوے -

"پھر گبن صاحب" اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ آپ کے زمانہ مین یہودیون مین جوروئین کرنے کی کوئی حد نہ تھی - اور مجوسیون نے اپنی ماؤن کو بھی اپنے لیے مباح کرلیا تھا - ایسا ہی عرب مین بھی بلاتعین جوروان رکھتے تھے اور انکی اخلاقی حالت یہانتک بگڑ گئی تھی کہ میراث کے مال کیطرح باپ کی منکوحہ عورتین بھی باہم بانٹتے تھے - اور تمام عورتین بلاکسی امتیاز کے مردون کے وحشیانہ خواہشون کے پورا کرنے کا آلہ سمجھی جاتی تھین بلکہ بعض قبائل یمن مین جو کسی قدر صابئی یعنے ستارہ پرست تھے ایک ایک عورت کے کئی خصم ہوتے تھے -

اور ہندوستان کی قدیم رسم کی طرح یہ رسم بھی بے تکلف جاری تھی کہ جب بیبی معمولی حالت کے بعد غسل سے فارغ ہوتی تو کمبخت بیبی کا شوہر اُسکو کہتا کہ فلانے شخص کو بلا بھیج اور حمل کے آثار ظاہر ہونے تک بڑی احتیاط کے ساتھ جورو سے کنارہ کش رہتا اور اُس سے یہ غرض ہوتی کہ بچہ شریف و نجیب شخص کے تخم سے پیدا ہو -

اور اس سے بڑھکر یہ رسم تھی کہ چند آدمی جو شمار مین دس سے کم ہوتے اکٹھا ہو کر باری باری ایک عورت کے پاس جاتے اور اُس سے ہم بستر ہوتے -

اور پھر لکھتا ہے کہ آنحضرت نے ان سب خرابیون کو دور کر دیا - اور نکاح کو ایک معاہدہ قرار دیا اور ہر ایک فساد کو دور کر دیا گیا اور تشریح کر دیگئی کہ کن کن عورتون کو عقد مین لانا چاہیے اور کس حد تک -
اور وہ حدود مقرر کیے گئے جو عقل و اخلاق کے برخلاف نہین - اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت

ازدواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہین جو وہ اپنی عورتون کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہین جو اسلام کے طفیل سے اُن کو حاصل ہوئی - تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھرجاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ انسان کے دل پر اس شخص کا تصرف کہ جس نے ان شہوت پرستون کی حالتون کو بالکل پھیر دیا - بےشبہہ وہ ربانی تصرف تھا -

اور "ایزک ٹیلر صاحب" نے افریقہ مین مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبہ یورہمپٹن کے چرچ کانگریس کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی -

"تعدداز دواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے - موسیٰؑ نے اسکو نہین روکا - اور داؤدؑ جسکا دل خدا کا سا تھا اسکو عمل مین لایا - اور انجیل مین صاف طور سے ممنوع نہین ہے - محمدؐ نے تعدداز دواج کی بعید اجازت کو محدود کر دیا - تعدداز دواج کے سبب مسلمانون مین بدکاری [illegible] - ہمکو خبردار ہونا چاہیے کہ شاید ایک برائی کو بوقت دور کرنے مین ہم اسکی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی برائی قائم کر دین -

"مسٹر کارلایل" جو اس زمانہ کے دنیا مین ایک نہایت مشہور شخص ہے اپنی کتاب "ہیروز اینڈ ورشپ" کے لیکچر دوم مین لکھتے ہین کہ اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت تقریرین اور تحریرین ہوتی ہین اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہین وہ حالتین جو ہم کو قبیح معلوم ہوتی ہین اور جسکی پروانگی بنی عربی نے دی وہ خاص انکی ایجاد نہ تھین - اُنھون نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ اُنکو روک دیا نہ صرف ایک ہی طرح سے بلکہ کئی پہلو سے "مسٹر جان ڈیونپورٹ صاحب" مانٹینگو" کی رائے یون نقل کرتے ہین کہ گرم ملکون مین عورتین (۸) یا (۹) سال کی عمر مین نکاح کرنے کے لائق ہو جاتی ہین - پس ان ملکون مین بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے (۲۰) برس کی عمر مین وہ بڑھیا ہو جاتی ہے - پس اس لیے یہ ایک قدرتی بات ہے کہ ان ملکون مین جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری کرے اور تعدداز دواج کا قاعدہ جاری کیا جاوے -

"مسٹر ہینگس صاحب" لکھتے ہین کہ علم قوائے انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسے دریافت کیے ہین جو تعدداز دواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہو سکتے ہین اور گو ہم شمالی ملکون کے سرد خون مینڈک کے سے مزاج کے جاندارون سے متعلق نہین ہو سکتے - مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہین متعلق ہو سکتے ہین -

پھر لکھتے ہین کہ "سر ڈبلیو او سلی صاحب" کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا صفحہ ۱۰۸ - مین یہ بیان کیا گیا ہی
کہ ایشیا کے گرم ملکون کی تاثیر سے دونو گروہ یعنے مرد و عورت مین ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو
یورپ کی آب و ہوا مین نہین جہان دونون برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہونچتے ہین - مگر
ایشیا مین صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہوئی کہ ضعیفی مین بھی قوی اور طاقتور ہوتے ہین اگر
یہ بات سچ ہے تو بانیے اسلام کے لیے اسبات کی کہ اُنھون نے تعدد ازداج کی اجازت دی ہی
ایک بڑی وجہ یہی ہے -

اور عقلی طور پر تعدد ازواج کا ثبوت حسب ذیل ہے

(۱) خدا نے مرد مین قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہے فطرتی امر اس بات کا مقتضی ہی
کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دیجائے -

دلیل ہماری دعوے پر یہ ہے کہ "ڈاکٹر ٹیلر" کے مڈیکل جورسپروڈنس جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ طبع چہارم
مین لکھا ہے "کہ مرد کو قابلیت نطفہ دینے کی سو برس کی عمر تک ہے -

اور "ڈاکٹر کرلنگ" نے (۷۸) سال کی عمر لکھی ہے -

اور "دنگنیر" نے (۷۰) برس کی عمر سے (۸۰) تک -

اور "ربنر" نے (۸۲) سال -

"لیان" کی کتاب مڈیکل جورسپروڈنس صفحہ ۳۱۲ - پر کیسر نے (۹۶) سال کی عمر تجویز کی ہے -
عجب نہین یہ اختلاف بہ سبب اختلاف بلاد اقالیم کے ہون - اور ممکن ہے زمانہ سابق مین اس سے
زیادہ عمر تک مرد کے نطفہ مین قوت بچہ بنانے کی ہو -

بخلاف عورت کے کہ اسکو حاملہ ہونا - درد زہ - کی ایذا اُٹھانا - دودھ پلانے کا تعب - حیض و استحاضہ
کا درد - یہ سب اُسکی قوت کو گھٹاتے ہین اسی وجہ سے بنابر ترحم حکمت الٰہی نے پچاس سال -
خواہ پچپن سال و رہمارے نبی کے قول سے قریشی عورات مین (۶۰) سال کی عمر سے زیادہ
اسپر بچہ کا بار نہین ڈالا ہے - اور اسی عمر مین اس کا خون حیض بند ہو جاتا ہے - اور جب خون
حیض بند ہو گیا پھر عورت کو مرد کی خواہش باقی نہین رہتی اور نہ عورت مین بارور ہونے کی
صلاحیت رہتی ہے پس اس عمر مین ہم بستری مرد کی بخیال ضایع ہونے نطفہ کے بیکار ہے
اور بنابر تحقیق حال پندرہ سال ابتدائے عمر زن مرد کے بھی قابل ہم بستری نہین پس منجملہ سو برس عمر
کے عورت (۴۵) سال قابل ہم بستری کے رہی -

اب اس (۴۵) سال مین اور بھی موانع ہین۔

(۱) زمانہ حمل اور زمانہ دودھ پلانے کا بچہ کے ہے (۹) ماہ زمانہ حمل اور اکیس ماہ دودھ پلانے کے بنابر شریعت محمدی جملہ (۳۰) ماہ ہوئے "وحملہ و فصالہ ثلثون شہرا" اور اگر اس زمانہ رضاعت کو زائد سمجھا جاوے تو اقلاً بارہ مہینہ ہین جب کہ دانت بچہ کے نکل آوین تو اس حساب سے بھی (۲۱) ماہ ہوئے۔

یہ زمانہ بھی مقاربت کے واسطے ٹہانا مناسب ہے۔ اسلیے کہ زمانہ حمل مین نطفہ ضایع ہوگا اور وہ زمانہ جس مین بچہ دودھ پیتا ہے۔ اگر ہم بستری سے نطفہ ٹھر گیا تو اس شیرخوار بچہ کو ضرر پھونچیگا اور خود مرضعہ بھی بیحد کمزور ہو جاویگی جس سے احتمال اسقاط کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر نطفہ نہ قائم ہوا تو بیکار ہوگا۔

آپ کو یہ خیال اس مقام پر ہوگا کہ دوسری عورت سے دودھ پلوایا جاوے تو یہ ضرر پھر متصور نہین اس خیال کے چند جواب ہین۔

(الف) یہ کہ ہر شخص کو مقدرت نہین ہے کہ دایہ رکھے

(ب) دایہ جو کہ دودھ پلانے کیواسطے مقرر کیجاوے۔ تو آخر اس کے بھی جننے کے دن ہین وہ کیون اولاد سے محروم کرا دیجاوے جو خرابی اپنے بچہ کے دودھ پلانے مین متصور ہے وہی دوسرے کے بچہ کو دودھ پلانے مین۔ اور امیر و غریب خدا کے یہان ایک ہی مرتبہ رکھتے ہین پس اس صورت مین زچہ اگران امراض سے بچے تو مرضعہ یعنے دایہ ان تکلیفون مین مبتلا ہوگی۔

(ج) اکثر ان عورتون کو جو خود دودھ نہین پلاتی ہین اور دایہ رکھکر بچون کی پرورش کراتی ہین دیکھا گیا ہے کہ ایک بچہ جن کر انکو فراغت ہوئی اور دوسرے حمل کا سامنا ہوا۔ چند بار جلد جلد بچہ ہونے سے پھر ان کو ایسا ضعف و اضمحلال اور انواع انواع قسم کے امراض و شکایات ہو جاتے ہین جس کی وجہ سے بہت کم سنی مین وہ ناقابل اولاد و ناقابل ہمبستری ہو جاتے ہین۔

بہر حال اب فرض کرو کسی عورت کے دس بچہ ہوئے اور سب زندہ رہے۔

پھر چونکہ ہر مرتبہ ولادت اور دودھ پلانے مین لااقل اکیس ماہ صرف ہوتے تو اس حساب سے (۴۵) سال عورت کی ہم بستری کے ایام باقی رہے تھے اس مدت قابلیت مین سے (۲۱۰) ماہ یعنے (۱۷) سال (۶ ماہ) منہا کرنے سے (۲۷) سال (۶) ماہ قابلیت ہمبستری کے رہے۔

(۲) اس ستائیس سال چھ ماہ مین - ایام حیض کم سے کم فی ماہ (۳) یوم اور زیادہ سے زیادہ فی ماہ دس یوم - اور بھی عورت قابل ہم بستری کے نہین جس کا ثبوت آیندہ ہم بیان کرین گے - بہر حال اگر فی ماہ دس یوم حیض کے فرض کرو تو (۲۷ - سال - ۶ ماہ) مین سے فی سال ایک سو بیس روز کے حساب سے ۲۷½ × ۱۲ = ۳۳۰۰ یوم یعنے نو سال دو ماہ ہوئے اب (۱۸ سال ۴ ماہ) منجملہ ساڑھے ستائیس سال کے قابل ہم بستری کے باقی رہے -

اور اگر فی ماہ تین یوم حیض کے رکھو پھر بھی دو سال اور نو ماہ ساڑھے ستائیس سے نکلکر - چوبیس سال اور نو ماہ قابل ہم بستری رہے -

پس عورت چوبیس سال اور نو ماہ قابل ہم بستری رہی - اور مرد کو سو برس مین پندرہ سال ایام نابالغی منہا کرکے پچاسی سال تک قوت نطفہ قائم کرنے کی رہی پس مرد کو عورت سے سہ گنی سے بھی زیادہ قوت ہے - اور اگر ایام حیض کی مدت فی ماہ دس یوم قرار دین تو مرد کی قابلیت کی مدت چوگنی سے بھی زائد ہوئی - اس بنا پر اگر شریعت نے مرد کے واسطے چار عورتین اور عورت کے واسطے ایک ہی مرد تجویز کیا تو کیا بے انصافی ہے - یہ حکم سراسر عدالت سے بھرا ہوا ہے - اب خیال تو فرمائیے کہ مرد کی قابلیت کی میعاد پچاسی سال اور عورت کی قابلیت کی مدت اٹھارہ سال چار ماہ اگر اس اٹھارہ سال چار ماہ کو پچاسی مین مجرے دین تو چھیاسٹھ سال آٹھ ماہ تک مرد بیکار محض رہا - اتنی مدت تک مفت نطفہ اُس کا ضایع ہوا - اور یہ کیسے ظلم کی بات ہے -

(۳) فطرت یعنے قانون الٰہی (نیچر) نے سلسلہ توالد و تناسل حیوانات کا عموماً نر و مادہ کے ذریعہ سے براہ عادت رکھا ہے - بہر حال زن و مرد کا پیدا کرنا یا خود رو ہونا کسی طریقہ سے فرض کرو غرض اُس سے توالد اور بقاء نسل ہے جو امر اہم ہے - اور توالد و تناسل کی زیادہ مقدار کی ضرورت اسوجہ سے ہے کہ فناء نوع کے اسباب مثل وبا "طاعون" "گزید حشرات" قصاص و خودکشی وغیرہ ایسے حوادث ہین کہ اگر بہ کثرت سلسلہ توالد جاری نہ رہے تو چند سال مین نوع انسان کا پتہ بھی نہ لگے - اسی وجہ سے جو فعل منجر بہ قطع نسل ہے براہ فطرت جرم سنگین قرار دیا ہے - اور شریعتہائے انبیاء علیہم السلام نے بھی پوری سزا ایسے فعل کی تجویز کی مثلاً مرد کو نامرد بنانا عورت کو بانجھ کردینا - حمل کا اسقاط کردینا وغیرہ وغیرہ بلکہ رحم سے باہر مرد کو اپنی منی کا گرانا خواہ جلق و تفخیذ جو قبیح طریقہ انزال کا ہے یہ بھی بانیان شریعت نے حرام اور گناہ کبیرہ فرما دیا ہے - پھر جب زن و مرد کے باہمی تعلق کی اصلی غرض بقائے نسل ٹھری اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی عورتین کرے

اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہے - اور عورت دس شوہر کرکے بھی ایک بچہ سے زیادہ نہین جن سکتی اسی سے حکمت الٰہی اسکی مقتضی ہوئی کہ مرد کو اُس نے کئی عورتون کے واسطے اور عورت کو ایک ہی شوہر کے واسطے پیدا کیا - اور جبکہ مرد آلہ توالد وتناسل ہے تو اگر ترک تعدد کرے گا تو موجب ہوگا قلت توالد کا - اور یہ صلاح نوعی کے خلاف ہے اور ظلم ہے - اور ظلم حکمت اخلاق کی بڑی بدتر سے بدتر صنف ہے -

(۴) خدا نے اپنے مخلوق سے کوئی دو چیزین مساوی نہین پیدا کین اس قیاس کے موافق مرد و عورت کی حالت مین بھی تفاوت ہے - یعنے یا مرد عورت سے افضل ہوگا یا عورت مرد سے افضل ہوگی - اور چونکہ مرد کی فضیلت ہر حال مین اور ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے - اسلیے ضرور ہے کہ مرد بہت سی خدمت کرنے والون کا مستحق ہو نہ اسکے خلاف عورت - انجیل مین ہے کہ کوئی آدمی دو خاوندون کی خدمت نہین کرسکتا (متی ۶ باب ۲۴) مگر ایک خداوند بہت سے خادمون سے خدمت لے سکتا ہے -

(۵) حکمت اخلاق مین علاج امراض روحانی کا یہ لکھا ہے کہ جس مرض مین مبتلا ہو - اور جس چیز سے خائف ہو اُسی مین مبتلا کرنے سے اکثر وہ مرض زائل ہو جاتا ہے - پس منجملہ امراض روحانی مرض حسد ہے - کہ جو بہت عظیم ہے اور منبع و سرچشمہ دیگر امراض کا ہے - اور مرض حسد اکثر عورتونکو عارض ہوا کرتا ہے خصوصًا سوتاپے کا حسد پس شریعت نے کثرت ازواج کو معین کرکے عورتونکی اخلاقی درستی کردی اور رفتہ رفتہ عادی ہوتے ہوتے عورتون سے یہ مرض دفع ہوگیا چنانچہ اُس گروہ کی عورتین جن مین کثرت ازدواج کا بہت رسم ہے - کم حسد کرتی ہین - بلکہ اکثر مین مادہ حسد اب بالکل باقی نہین رہا ہے -

اگر یہ اعتراض کرو کہ مرد مین بھی مادہ رقابت بھرا ہوا ہے کیون نہ عورت کیواسطے دو تین شوہر تجویز کرکے اس مادہ رقابت کو دفع کیا جاوے -

جواب اسکا یہ ہے - کہ مرد کا عورت پر قیاس نہین ہوسکتا - اسواسطے کہ عورت کے دو شوہر کرنے مین بے حد مضرتین ہین -

(الف) دو حاکمون کے برابر سے حکومت ایک محکوم پر نہین ہوسکتی اور یہ امر موجب فتنہ و فساد ہے -

(ب) ایک عورت دو مردون کی گھرداری نہین کرسکتی ہے - بلکہ ایک عورت ایک ہی گھر کی پوری

گھرداری نہین کرسکتی جسوقت کثرت اولاد کی ہو اور کاروبار گھر کا ترقی پر ہو۔

(ج) شوہرون کے متعدد ہونے مین معاملات وراثت مین نقص عظیم پڑجاتا بلکہ کسیطرح فیصلہ نہو سکتا۔ اور یہ نہ ثابت ہو سکتا کہ کون اولاد کس شوہر کے نطفہ سے ہے اور جب یہ نہ ثابت ہوا تو متروکہ پدری مین مابین اولاد تقسیم ترکہ محال ہوتی۔

پس شریعت اسلام نے عورتون کے ناجائز حسد کو مرد پر تعدد ازدواج کو جائز کرکے روکا اور یہ مرد مین قدرتی مادہ رقابت نے عورتون کو اس بدفعلی سے بچالیا جسمین نہایت خرابیان عقلی و اخلاقی تھین

(۶) قوم کی ترقی اور مذہب کی ترقی کا تعدد ازدواج پر بہت بڑا اثر ہے ایک شخص تعدد ازدواج سے بہت سی اولادین بہم پہونچا کر ایک قوم بنا سکتا ہے اسی طرح سے ایک مذہب والا کسی غیر ملک مین بہت سے ازدواج کرکے ایک کافی تعداد اپنے مذہب مین بڑھا سکتا ہے۔

(۷) بہ نظر اصول تمدنی اصلاح امور خانگی کے لیے کبھی ہم کو دو خواہ زیادہ زوجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے نظائر لکھنے مین طول تحریر کا خوف ہے۔ اگرچہ یہ ضرورت شاذ و اتفاقی ہو مگر چونکہ قانون انتظام ایسا عام درکار ہے کہ دائمی اور اکثری اور اتفاقی سب صورتون کو شامل ہو لہذا فرمایا "ماطاب لکم" یعنے جسقدر تم کو خوش آیند اور پسندیدہ ہو دو۔ اور تین۔ اور چار نکاح کرو پس اگر کسی کی پھوڑ عورت ہو تو اُسکی خانگی حالت پر نظر کیجیے تو معلوم ہو کہ کسقدر فسادات خاندان مین اور نزاع امور ریاست وغیرہ مین پڑتے ہین۔ کہ ریاست کا سرمایہ اور جائداد خاندانی پرزہ پرزہ ہو جاتی ہے۔ عورت کی بدسلیقگی سے تمام گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے کوئی اُن جنٹلمینون کے دل سے پوچھے جنکو ہماری عورتین بدتہذیب معلوم ہوتی ہین اور یورپی تعلیم یافتہ عورتون سے قطعی نفرت رکھتے ہین اسی وجہ سے اکثر اُن مین کے لیڈیون کو لا لا کر اپنے گھر کا منتظم و منیجر مقرر کرتے ہین تو اب فرمایئے جو لوگ اس امر کے خواہان ہین کہ زوجہ ایسی ہو کہ جو۔ جغرافیا۔ طبیعات۔ لاجک۔ بلکہ قانون پاس کرکے بیرسٹر ایٹ لا ہو جج اور کلکٹری کے منصب کو انجام دے سکے جج بہادر کی آدھی محنت بٹا سکے صبح و شام ٹمٹم پر سوار ہو کر سر بازار گھومے" تو پھر وہ کیونکر پرانے فیشن کی عورت سے بسر کر سکتے ہین۔

پھر اب وہ فرمادین کہ وہ اپنی پہلی پھوہڑ بیوی پر تنہا کیونکر اکتفا کر سکتے ہین بجز اس کے کہ یا تو تھوڑی دیر کے واسطے سچے معتقد و پیرو سنت اسلام کے بن جادین یا ادھر ادھر زنا کرنا شروع کردین۔

(۷) کچھ شک نہین کہ مخلوقات مین گو کتنا ہی اختلاف ہو مگر ایک نسبت اُن مین ضرور ہے بعض استعمال مین لانیوالے اور بعض قابل استعمال ہین بے جان چیزین جاندارون کے استعمال کو پیدا ہوتی ہین جاندارون مین حیوانات کو دیکھا جاوے تو اس مین شک نہین کہ یہ سب حیوانات حضرت انسان ہی کی خدمت کو پیدا ہوتے ہین حیوانات سے بڑھکر خود انسان کی صنفون (مرد و عورت) مین بھی یہ نسبت ہے۔ بیشک مرد استعمال مین لانے والا اور عورت قابل استعمال ہے جس کے ثبوت مین فطرتی۔ عرفی۔ مذہبی شواہد موجود ہین۔ پہلے فطری شواہد سنو۔

(ا) غرض از دواج مین مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے کیونکہ جب تک مرد جماع کرنا نہ چاہے عورت اُس سے جبراً نہین کرا سکتی ہان اگر مرد جبراً چاہے تو ممکن ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرد استعمال مین لانے والا ہے۔

(ب) آلۂ جماع و استعمال مرد کو عطا ہوا ہے نہ عورت کو۔

(ج) اولاد کی پرورش مین مان کا تکلیف شاقہ اُٹھانا حالانکہ وہ نطفہ مرد کا ہے اس امر کو ثابت کر رہا ہے کہ عورت مثل ایک مزدور کے ہے۔

(دلائل عرفی)

(ا) عموماً شادی کر کے خاوند عورت کو اپنے گھر لے جاتا ہے یہ نہین ہوتا کہ عورت مرد کو بیاہ لاوے۔

(ب) بازارون مین عورتون کا زنا کے لیے مزین ہو کر بیٹھنا اور مردون سے عوض لیکر زنا کرانا کافی ثبوت ہے کہ عورت بھی مثل دیگر اشیاء خریدنے کے ہے۔

(ج) عورت کا حمل کی تکلیفین اُٹھانا پھر بھی بنا بر ہر مذہب کے بچہ کا باپ کی نسل سے ہونا کافی دلیل ہے۔

(دلائل مذہبی)

(الف) منو ۹/۳۳ عورت ظرف کی صورت ہے اور مرد تخم کی صورت ظرف اور تخم کی آمیزش سے سب جسم دارون کی پیدائش ہے۔

منو ۹/۳۵ تخم اور ظرف دونون مین تخم بڑا ہے سب جاندارون کی پیدائش تخم کے نشان سے جانی جاتی ہے۔

(ب) اولاد کے لینے کے لیے عورت سے نیوگ کرانا۔

(ج) منی ۵/۲۲ عورتون کو مردون کی تابعداری کرنے کا حکم ہے۔

ان شواہد سے صاف معلوم ہوا کہ عورت مرد کے لئے بمنزلہ خادم کے ہے یہی معنے مستعملہ ہونیکے ہین اسی قدرتی نسبت کے بتلانے کو خدا کی قدرتی کتاب کی یہ ہدایت ہے "الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا" یعنے مرد عورتون پر حاکم ہے دو وجہون سے ایک تو قدرتی فضیلت سے جو خدا نے مردون کو دی ہے دوسرے اسوجہ سے کہ مرد اپنا مال اُنپر خرچ کرتا ہے۔

پس ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ ایک مستعمل کو جتنی مستعملہ کی ضرورت ہو یا ایک حاکم کو جتنے محکوم کی ضرورت ہو عقل ضرور اُتنے کی اجازت دیگی بخلاف اسکے ایک محکوم دو حاکمون کی حکومت اور ایک قابل استعمال شے دو استعمال مین لانے والونکے استعمال مین ایک وقت مین نہین آسکتی۔ کبھی ضرورت تعداد ازواج کی بسبب اختلاف مزاج طبعی زن و مرد کے ہوتی ہے مثلاً مساحت رحم زن و آلۂ تناسل مرد مین مطابقت نہ ہو اس لیے کہ توافق انزال مرد و زن جو استقرار نطفہ کی شرط ضروری ہے۔ بدون مساوات آلات براہ تجربہ و دلیل عقلی محال ہے۔ یا موافقت شکل مخروطی رحم و آلہ مرد۔ خواہ شکل اسطوانی اگر اس مین بھی موافقت نہ ہوگی تو موجب ایذائے مدخولہ ہوگی۔ یا مرض رتق کا ہونا جو مانع مجامعت ہوتا ہے۔ یا بانجھ ہونا عورت کا ان امراض وغیرہ مین مبتلا ہونا عورت کا کہ جن مین اکثر لاعلاج ہین۔ ایسی صورت مین اگر شریعت ہم کو دوسرے عقد کی اجازت نہ دیتی تو صریحی ظلم ہے۔

اس مقام پر نیچرل صاحب کا ایک اعتراض مسموع ہوتا ہے کہ۔ بذریعہ مردم شماری یہ امر ثابت ہوا ہے کہ مردون کا شمار دنیا مین عورتون سے ہمیشہ سے زیادہ رہتا ہے اور حکمت اسمین یہ ہے کہ مردون مین بوجہ تعب سفر خشکی اور تری اور جنگ و جدل کے اموات زیادہ واقع ہونے ہین اسی زیادتی کے مقابلہ مین فطرت نے شمار انکا زائد رکھا ہے تو جب مردون کا شمار عورتون سے زیادہ ٹہرا تو اب شریعت اسلام مین ایک مرد کے چار چار بیویان سراسر نظام عالم کے خلاف ہے یہ کیسی شریعت ہے کہ جسکی پابندی سے ایک حصہ مرد بے زن کے رہے جاتے ہین۔ اور بالفرض اگر عورت و مرد برابر بھی ہون تب بھی کیونکر ممکن ہے کہ ایک مرد چار زوجائین کرلین اور کوئی مرد بیکار بے زوجہ کا رہے تعداد اس وقت مین مناسب ہوتا جب مردم شماری مین عورتونکی تعداد مرد سے مثلاً چوگنی ہوتی۔

پہلا جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ نیچرل صاحب کی کیا دلیل صحت پر اس مردم شماری کی ہے یورپ وغیرہ

کی نسبت ہمارا کلام نہین ہے ممکن ہے اون ملکون مین صحیح صحیح جانچ ہوتی ہو۔ مگر ایشیا و افریقہ بالخصوص ہندوستان کی مردم شماری تو یقیناً غلط ہے آپ اگر مانین نہ سہی ہم جو شبانہ روز دیکھتے ہین تو ہم کیونکر صحت پر اس مردم شماری کے ایمان لے آوین وہ آپ کہین گے ما غلط ہونے پر کیا دلیل ہے۔

اب سنئے بہت سے تجربہ و مشاہدہ ہمارے اس پر دال ہین (۱) یہ کہ دیہات و قریات مین بھنگی و پاسی جو فواید مردم شماری سے بالکل جاہل و ناواقف ہین یہی مردم شماری کرنیوالے ہوتے ہین۔ اکثرون کو ہزارون طرحکے شبہات اُسکے ضرر کے لاحق ہوتے ہین جنسے وہ ضرور پوشیدہ کرتے ہین۔ اگر آپ کو یقین نہ آوے تو کسی قریہ یا دیہات کی آپ خفیہ مردم شماری کا امتحان کر لیجیے۔ (۲) مردم شماری کرنے والے اکثر بیگار و بلا اجرت کام کرنے والے ہوتے ہین اونکو زیادہ تجسس و دوڑ دھوپ کی ضرورت ہی کیا ہے جو گھر گھر جاکر ٹھیک پتہ لگا سکین۔ تخمیناً یا دیرانی اکثر مردم شماری اپنے حلقون کی کر لیتے ہین جو غیر صحیح بھی ہوتی ہے (۳) ہمنے خود دیکھا ہے بوقت مردم شماری اکثر جاہل لوگ اپنے گھر کے زن و مرد کی تعداد پوری ہونیں اور نظر بد کے خیال سے نہین بتاتے۔ (۴) یہ بھی چشم دید امر ہے کہ بعض طبایع مردم شماری کو غیر مفید و مہمل خیال کرکے ازراہ مضحکہ چار کے پانچ بلکہ اس سے بھی زیادہ بتا دیتے ہین۔ (۵) یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ ایک محلہ کی مردم شماری ہونے کے بعد اور درج رجسٹر ہونے کے بعد مرد و عورت اپنے عزیز و اقارب دوست و احباب کے مکان پر جا رہتے ہین وہان دوبارہ درج رجسٹر ہو جاتے ہین اگرچہ مردم شماری کرنے والے فی الجملہ اسکا خیال بھی کرتے ہین مگر وہ خیال غیر مفید ہوتا ہے۔ غرض جو لوگ تعنیات مردم شماری پر ہو چکے ہین وہ خوب اس مردم شماری کی غلطی سے آگاہ ہین گے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ عورتون اور بچون کی مردم شماری مین زیادہ تر ایسے امور کا اندیشہ ہوتا ہے اونکی تعداد و تخمینہ بالکل غلط ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ گھر کے بیٹھنے والے ہین انکی تعداد سے اکثر بیرونی اشخاص نابلد ہوتے ہین بخلاف مردون کے اونکی تعداد کا جاننا اور جانچنا زیادہ دشوار نہین ہے کیونکہ وہ باہر نکلنے بیٹھنے والے ہین اکثر لوگ اونسے واقف ہوتے ہین یہ کم پوشیدہ رہ سکتے ہین پس انکی مردم شماری مین زیادہ غلطی کا احتمال نہین ہوتا۔ پس نیچرل صاحب کی عقل و دانش سے کمال تعجب ہے کہ وہ اس مردم شماری کے اعتبار پر انتظام عالم جاری فرماتے ہین۔

دوسرا جواب اس شبہہ کا بر تقدیر صحت مردم شماری یہ ہے کہ بہت سے فرقہ ایسے ہین جنمین
تعدد کیا ایک بھی زوجہ نہین کرتے۔ جیسے رہبان وتارک الدنیا یا جو یہود و نصاریٰ و ہنود
ومسلمین ہر فرقہ مین ہین۔ یا محتاج و تنگدست بے معاش لوگ اکثر ایسے ہین جو بخوف بے سرمایگی
عقد کرنے سے محروم ہین۔ یا مخنث وخواجہ سرا یا اغلام وجلق کے خوگر۔ یا قدرتی نامرد وغیرہ
یہ لوگ کم نہین ہین بلکہ ہمیشہ سے انکی تعداد بہت ہوگی۔ پس انکے مقابلہ مین جو عورتین شمار مین آوینگی
وہ سب بلا شوہر رہین گی لہذا قانون الٰہی نے تعدد ازواج کو جائز کر دیا تاکہ وہ بے شوہر کے
عورتین اس مصیبت سے نکلین اور بیکار نہ رہین۔
تیسرا جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ خالق عالم جس نے مردونکو عورتونسے زیادہ پیدا کیا وہ اس
امر سے بھی ضرور واقف ہے کہ دنیا مین تعدد ازواج کی رسم قایم کرنے والی قومین کم ہین بہ نسبت
اون اقوام کے جو ایک ہی پر اکتفا کرتے ہین اور انمین وہ بھی داخل ہین جو بالکل کوئی عقد
نہین کرتے۔ پس ممکن ہے کہ خاص اون قبیلون مین جن مین تعدد ازواج جائز ہے کافی طور پر
پیدائش عورت کی بھی ہوتی ہو۔ چنانچہ تجربہ ہمارا شاہد ہے کہ جن اقوام مین تعدد کا رسم ہے
وہ کبھی حصول تعدد مین مجبور نہین ہوتے اور یہ کبھی نہین دیکھا ہو کہ کوئی شخص دو چار عقد کرنے کا
قصد رکھتا ہو اور اوسکو عورتین ممکن نہومین اور اوس مجبوری سے وہ ترک تعدد کرے۔ فطرتی
اصول نے زن ومرد کے تعداد مین کمی اور بیشی ہمیشہ اسی مقدار سے رکھی ہے کہ سلسلہ
بقاء نوع مین بوجہ توالد وتناسل کے خرابی نہ پیدا ہو۔ ہم تحقیق نہین کر سکتے کہ وجہ اسکی کیا ہے
اور کس قاعدہ سے یہ انتظام جاری ہے لیکن تجربہ اور مشاہدہ ہمارے اسپر دال ہین۔
چوتھا جواب زمانہ جاہلیت جو زمانہ فترت بھی کہلاتا ہے تمام تاریخین اوسوقت کے حالات مین
ہم پر ظاہر کر رہی ہین کہ عرب کی وحشی قوم مین لڑکی کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتے تھے۔ قیس شیخ بنی تمیم کا
مکالمہ رسولخدا سے اس امر پر دال ہے جسکا ذکر ہم آیندہ کرینگے۔ اور یہ بھی اوس زمانہ کی تاریخ
دیکھنے سے بخوبی ثابت ہے کہ قاعدہ ازدواج اوسوقت مین بالکل نامربوط نا مہذب تھا کوئی تعداد
مقرر ہی نہ تھی ایک شخص بیسیون عورتین رکھ سکتا تھا۔ اب فرمایے جبکہ پیدائش نسوان کا سلسلہ
قتل سے روکا ہوا تھا اوسوقت مین اون عربون کو اسقدر عورتین کہانسے میسر آتی تھین پانچوان
جواب۔ اخبار ایپرس لندن مین ایک مضمون بعنوان دو عورتون کے مقابلہ مین مردونکا شمار
عظیم الشان شایع ہوا ہے جسکے ضمن مین یہ بحث چھیڑی گئی ہے کہ شادی کس عمر مین کرنی مناسب ہے

صحیح جواب تو اس سوال کا یہی ہوسکتا ہے کہ عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ جسوقت اُسکو
معقول خاوند ملنے کا موقع ملے فوراً شادی کرلے ورنہ وہ کنواری ہی رہے گی - یہ مشورہ نہایت
مستحکم دلائل پر مبنی ہے اب آجکل وہ زمانہ نہین ہے کہ عورتین چھان بنان کرکے اپنے واسطے
خاوند تجویز کرین کیونکہ اگر اوسوقت ممالک متحدہ کی تمام مردم شماری کرنے پر مستعد ہو جاوین تو
۹۰۵۳۳۱۲۵ عورتون کو شادی کیجانب سے مایوس ہوکر اپنی زندگی تنہائی مین گذران دینی ہوگی
اعداد مندرجہ ذیل درج کرکے یہ خیال کیا گیا ہے کہ تمام مرد و عورتین بن بیاہی ہین لیکن منجملہ
۲۰۱۰۲۴۰۸ - لڑکون و مردون کے اس ملک مین صرف ۶۸۶۷۲۵۰ مرد بیاہے ہوے ہین
اور ۱۱۱۰۵ رنڈوے ہین - بن بیاہے مردون کا صحیح شمار ۱۲۵۲۴۹۵۳ - اور بن بیاہی
عورتونکا شمار ۱۲۷۲۴۶۴۷ ہے پس اگر بن بیاہے مردون کی شادی کردی جاوے
تو عورتین ۲۰۰۵۹۴ عورتین بن بیاہی رہینگی اور اونکو خاوند ملنے مین نہ روپیہ مدد دے گا
نہ الفت کام آوے گی - انتہے - تو اب فرمایئے ۲۰۰۵۹۴ عورتونکا بیاہ کیونکر ممکن ہے بجز اسکے
کہ تعدد ازواج کی رسم کو جاری کرین -

الغرض یہ تو فواید تعدد ازواج کے تھے - اب اس رسم کے ترک کرنے سے جو نقصانات ہین اونسے
بھی واقف ہونا چاہیے -

(۱) انگلستان مین اس رسم کے ترک ہونے کے نقصانونمین سے ایک نقصان یہ ہے کہ
بیشمار عورتین غیر منکوحہ رہ کر دو گناہ عظیم - یعنے زنا - اور اوسکے چھپانے کے قتل اولاد
واطفال مین کثرت سے مبتلا ہو رہی ہین -

چنانچہ (۲) ایرش ٹائمس مورخہ ۲۱ - اگست ۱۸۶۱ع دلہن سے معلوم ہوا انگلینڈ خاص مین بحساب
تین ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہین کیونکہ دس برس مین تیس ہزار بچے قتل ہوے
تکیہ چھوٹی چھوٹی قبرونسے بھرے ہین مگر تین ہزار اونمین سے بے دفن و کفن ہو چکے ہین -
بعضی گرجا گھرونمین بعض اصطبلونمین - بعض مکان کی چھت مین - بعض خالی قبرستانونمین
بعض کاغذات کے صندوق مین - بعض نالونمین گھر کا کوڑا پھینکنے کے مکانونمین صندوقونمین
مکانون کی نیو مین - ریل گاڑی مین نشستگاہونمین - ریلوے گھر مین جہان اسباب
رکھا جاتا ہے پوٹلی مین بندھے ہوے کاغذ مین لپٹے ہوے - اور راہونمین - خندقونمین -
ننھی ننھی لاشین - پاخانونمین - ٹکڑے کیے ہوے - نابدانونمین - ملتی ہین معلوم نہین کہ

کتنے بے گناہ بچے مقتول مذبحون مین اور دریاؤن مین ڈبوئے گئے کہ جنکا نشان بھی نہین مل سکتا ایک سال لنڈن مین جو پایہ تخت انگلستان ہے فقط اوسکے کوچون مین (۱۸۴) لاشین ننھے ننھے بچون کی پڑی ملین۔ یہان بہت سی ایسی عورتین اور بعض مرد بھی ہین جو دیکھنے مین بھلے آدمی ہین اونکا پیشہ یہ ہے کہ بچون کو ماؤن سے لیکر اپنے گھرون مین پالنے کو لاتے ہین اور بھوک وپیاس یا استعمال زہر وغیرہ سے بچون کو ہلاک کرتے ہین۔ بعض حرامکار مائین ایسی ہین کہ وہ (۶۰۰۰) تک ان قتالون کی نذر بچونکی کرتی ہین........ اگرچہ ہزارون اسطرحسے قتل ہوتے ہین تب بھی وہ نطفہ حرام جو زندہ ہین تعداد مین بیشمار ہین۔ یہ جو حال لکھا گیا فقط انگلینڈ کا تھا اسکاٹلینڈ۔ ویلز۔ آیرلینڈ۔ اس سے علحدہ ہین ورنہ فقط ویلز مین مجھے یاد ہے کہ ایکسال عدد اولاد نکاحی ۱/۲ اور ولد الزنا ۱/۳ تھی (از اودھ اخبار نولکشور نمبر ۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۸۷۱ع)۔

مقدس پولوس کی ترغیب سے عیسائیون کے مقدس قادرون نے جب گسائیون کی روشن اختیار کی تو تالاب صاف کرانیکے وقت ان بزرگ پادریونکی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ انکے مجرد رہنے کیوجہ سے چھ ہزار حرامی بچون کی کھوپریان اوسمین سے نکلین۔ جو اونھون نے بغرض اخفای زنا اوس تالاب مین ڈالدین تھین۔ اور معلوم نہین کہ زیر زمین کتنے ایسے بے گناہ دفن کئے گئے ہونگے۔ پس عدم تعداد ازواج باعث ظلم وانظلام ہے اور بنابر ہدایت قرآن مجید بعد حضرت ابراہیم جو انبیا گذرے وہ ملت ابراہیمی کیر تھے اور منشاء ملت ابراہیم کا تعدد ازواج ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم کے چھوٹے بیٹے اسحاقؑ کی اولاد مین سے حضرت موسیٰؑ نے جو ایک مدت کے بعد اوسی ملت کو ترویج فرمایا اور رسمون کی بیخ کنی کرکے صاف وستھرا کردیا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کو ننھیالی نسب سے جو کہ اسحاقی تھے یہ ضرورت پڑی کہ اپنے وقت کی مصلحتون کے بموجب اوس طریقہ کی ترمیم کرین اور رواجون سے اوسے صاف وستھرا کرین اور یہودون کے غلط اجتہادونسے تو اسیطرح سے جناب رسالتمابؐ اور حضرت امیر علیہ السلام اور آئمہ معصومین کہ جو حضرت اسمعیلؑ کی اولاد سے تھے۔ کہ جو بڑے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے تھے زمان فترت مین پھر اوسی پرانی ملت کی ترمیم حسب مصلحت وقت وحکم الٰہی کرکے اوسکے غلط رواجون اور اجتہادون سے یہود ونصارا کے پاک کرکے ٹھیک ٹھیک مرکز پر جمادیا موافق اصلی تعلیم خلیل جلیل کے اور بموجب کلیات حکمت ناموسی وحکمت اخلاق کے پس درحقیقت

شریعت موسوی و شریعت عیسوی - و شریعت محمدی صلعم ایک ہے ملت ابراہیمی مین فرق اتنا ہے کہ تعلیم اسلام نظام عدل پر ہے مثل شریعت حضرت موسےٰ کے بخلاف شریعت حضرت عیسیٰ کے کہ وہ نظام حب پر تھے جیسا کہ اونکے حکمونسے معلوم ہوتا ہے - کہ جو ایک گال پر طمانچہ مارے تو اوسکے آگے دوسرا گال بھی جھکا دو کہ ادھر بھی مار لو اور جو بیگاری پکڑ کے کوس بھر لیجاوے تو دو کوس اوسکے ساتھ چلے جاؤ - اور جو تمھین گالیان دے تو اوسے دعائین دو - اسی نظام حب کی بنا پر عورت کا خیال کر کے تعدد ازواج کو اگر اچھا نہ سمجھا ہو تو عجب نہین حالانکہ ممانعت صریحی انجیل مین بھی نہین ہے -

بہرکیف حصر عقلی ہے انھین دو نظامون پر ساری خدائی کے انتظامونکا پس تعلیم حکمت یا مذہب کی ان دو طریقون سے خارج ہو وہ ٹکسال باہر ہے اور عاقلونکی پابندی کے قابل نہین اب رہا اختلاف اسمین ہے کہ ان دونون نظامون مین ترجیح کسے ہے اخلاقی حکیمون مین مشہور یہ ہے کہ بہتر نظام حب ہے اور یہ افتخار سچے عیسوی مذہب کے واسطے کافی ہے - اور تحقیق اسلام یہ ہے کہ حب حیوانی جائز نہین اور حب انسانی مستلزم عدل ہے پس شریعت محمدی کے نظام عدل پر ہونے کیوجہ سے نظام حب پر بھی ہونے اور اسلام نے طریقہ جمع کا ان دونون نظامون مین یہ اختیار کیا کہ آدمی کو اپنے ذاتی معاملہ مین غیر نسے واجب بھر تو عدل کا برتاوے اور بہت سے طرح دینا اور معاف کرنا حب کے نظام پر اور رد وغیرہ مین فیصلہ کرنا منحصر ہے عدل کے نظام پر مگر یہ کہ وہ دونون خود نظام حب پر آپسمین ملاپ کر لین - اور یہ طریقہ جمع کا حضرت علیہ السلام کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے اور انکے مشہور افادات مین پس کثرت ازواج کا مدار نظام عدل پر ہے جو طریقہ موسوی و ملت ابراہیمی سے مطابق ہے اور اسی نظام عدل کی بنا پر احکام قصاص و میراث وغیرہ جاری ہوتے ہین - اور اسنے نظام عدل کی بنا پر شریعت نے ہمکو یہ بتایا ہے کہ کن عورتونسے ہمکو نکاح نہ چاہیے اور کس سے نکاح درست ہے -

اب ہم اس امر کو بیان کرتے ہین کہ رسم تعدد ازواج اسلام مین نظام عدل پر ہے -

تعدد ازواج ازروی نظام عدل

اسلام نے محض اس رسم تعدد ازواج کو جو پہلے سے چلے آتے تھے قبول کرنے پر اکتفا نہین کی بلکہ اسنے مشرقی عورتون کی حالت پر بہت کچھ مفید اثر ڈالا - عورتون کی حالت پر اسلام کے

اثر کو دریافت کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہم معلوم کرین کہ قبل از اسلام اونکی کیا حالت تھی جو برتاؤ عورتون کے ساتھ قبل از اسلام ہوتا تھا اوسکا پتہ ہمین قرآن کے بعض احکام نواہی سے ملتا ہے۔

وو اے مسلمانون تمھاری مائین۔ اور بیٹیان اور بہنین۔ اور پھوپھیان۔ اور خالائین۔ اور بھتیجیان۔ اور بھانجیان۔ اور دائیان جنھون نے تمکو دودھ پلایا ہے۔ اور دودھ شریک بہنین۔ اور تمھاری ساسین۔ (یہ سب) تمپر حرام ہین۔ اور جن بی بیون کے ساتھ تم صحبت داری کر چکے ہو اونکی لڑکیان۔ (یعنی مادر جلو) جو (غالباً) تمھاری گودون مین پرورش پاتی ہین (تمپر حرام ہین) لیکن اگر ان بی بیون کے ساتھ تمنے صحبت داری نہ کی ہو تو (مادر جلو لڑکیون سے نکاح کر لینے سے) تمپر کچھ گناہ نہین اور (تمھاری ہوین یعنے) تمھاری (صلبی) بیٹونکی بیبیان (بھی تمپر حرام ہین) اور دو بہنونکا۔ ایک ساتھ نکاح مین رکھنا بھی تمپر حرام ہے) سورہ نساء آیت ۲۳ —

ان احکام نواھی سے معلوم ہوگا کہ جن اقوام کے لیے ان احکام کی ضرورت ہوے اون کا اخلاق کیا تھا۔ لیکن البتہ جب یہ امر ہمارے مد نظر رہے کہ زمانہ قدیم مین کل اقوام سمیٹیا طبیقے کے اطوار ایسے ہی تھے تو ہم اعراب جاہلیت کو زیادہ سخت نظرون سے نہین دیکھ سکتے وہ احکام نواہی۔ جو توریت کی کتاب احبار۔ کے اٹھارویں باب کی چھٹی آیت سے اٹھارویں آیت تک درج ہین بجنسہ ان احکام کے مماثل ہین اور اونسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اونسے قبل کی حالت اخلاقی نہایت ہی ابتر ہے —

خدا نے بیشک تعدد ازواج کی اجازت دی مگر ساتھی یہ بھی کہدیا کہ۔

وو اگر تمکو اسبات کا خوف ہو۔ کہ کئی بی بیون مین برابری نہ کرسکو نگا تو اسصورت مین ایک ہی بی بی پر اکفایت کرو۔ یا جو لونڈی تمھارے قبضہ مین ہو اوسپر قناعت کرو۔ نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے۔ یہ تدبیر زیادہ ترقرین مصلحت ہے۔ چونکہ پورا پورا عدل مساوات کلی محبت ور دلی الفت اور مباشرت وغیرہ مین محالات سے ہے۔ بعض حالتو نمین عورت کو کئی معذوریان ہوتی ہین اور بعض اوقات مرد کو کئی مجبوریان اور عدل حقیقی ناممکنات مین سے ہے۔ اسلیے

محققین علم الانسان نے مختلف توجیہات کی بناپر جنمین زیادہ تر زبان کا لحاظ رکھا گیا ہے کل اول اقوام کو جنھون نے دفعتاً فوقتاً ملک عربستان اور ایشائے کوچک مین بود و باش کی ہے یعنے عرب۔ یہود۔ فنیقی۔ عبرانی۔ شامی۔ بابلی۔ اسیری کو ایک خاندان مین شامل کر دیا ہے اور اسکا نام خاندان سمیا طیقی رکھا ہے

ضرور تھا کہ خدا اوس عدل کی تفصیل کرتا جسمین انسان عقبی مین ماخوذ نہ ہوسکے تو وہ عدل یہ ہے
کہ "گو دلی الفت اور مباشرت مین مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ اوسکے اختیار اور فطرت سے باہر
اور از قبیل تکلیف مالایطاق ہے۔ لیکن مواجب وحقوق اور شب باشی مین سب کے سات
مساوات ملحوظ رکھے اور ایک طرف زیادہ مایل اور دوسری طرف سے بے پرواہی نہو جاوے
چنانچہ سورہ نسار کی (۱۲۹) آیت مین خدا فرماتا ہے "ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء
ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة" یعنے تم کتنی ہی سعی کرو۔ دلی محبت
دلی الفت مباشرت اور ہر ایک امر مین برابری اور عدل حقیقی محال ہے لیکن وہ عدل
جو انسان کی وسعت اور مقدور کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور کرنا چاہیے اور وہ یہی ہے
کہ "فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة" یعنے انسان ایک ہی بیوی کی طرف نہ
جھک پڑے کہ دوسری معلقہ رہ جاوے۔ یعنے نہ بیاہی ہو نہ مطلقہ۔ بلکہ دونون کے ساتھ
ایسا سلوک کرے کہ مواجب اور حقوق اور حسن معاشرت اور شب باشی وغیرہ مین جو اسکے
حد اختیار کے اندر ہے۔ سب کو برابر سمجھے اور انسانی حد کے اندر تک ہر ایک سے سلوک کرنا
یہی تقوی کی راہ ہے جیسا کہ خدا تقوی ہی کی نسبت بھی فرماتا ہے "واتقوا اللہ حق تقاتہ"
خدا سے اتنا ڈرو جتنا اسکا حق ہے اور پھر تفصیل کر دی کہ "فاتقوا اللہ ما استطعتم۔"
جہانتک تمھاری طاقت و وسعت ہے وہانتک ڈرو کہ یہی ڈرنے کا حق ہے۔ بہر حال
شب باشی خرچ اخراجات و مواجب وحقوق مین سبکی مساوات چاہیے جو انسان کی
استطاعت کے اندر ہے۔ شرط عدل ہے۔ لیکن دلی الفت ومحبت یکسان ہونا یہ انسانی
فطرت سے باہر ہے اور اسلیے یہ شرط کہ جو از قسم تکلیف مالایطاق ہے۔ مقرر ہو نہین سکتی۔
اور اگر سچ پوچھو تو اسقدر عدل ہے انسان کیلیے سخت مشکل ہے اور بغیر اشد ضرورت کے
اسقدر تعلقات کا بوجھ اوٹھا نہین سکتا۔ اور اسلیے ان شرایط پر بھی کسیکو دوسری شادی
کرنے کی بمشکل جرأت ہوسکتی ہے جب ایک عورت کی پوری خبرگیری کرنے مین قصور ہونے لگے
تو پھر خدا نے صاف سورہ نسار کی اسی (۱۲۹) و (۱۳۰) آیت مین اون عورتون کو یا تو
بھلے طور پر رکھنے یا ایک لخت چھوڑ دینے کا حکم فرما دیا ہے جسنے نا انصافی یا عورت کو تکلیف
دینے کا واہمہ بھی دلمین نہ ہونا چاہیے چنانچہ خود خدا فرماتا ہے "وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ
کان غفورا رحیما" اور اگر تم آپس مین موافقت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرنیسے

بچے رہو تو خداوند کریم غفور الرحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت مین جو زیادتی ہوگی معاف کردیجاویگی
اور اگر میان بی بی مین اصلاح کی صورت کوئی نہ بنے۔ اور ایک دوسرے سے جدا ہو جاوین
تو خدا اپنے خزانہ غیب سے دونون کو بے نیاز کردے گا۔ خدا کے یہان بڑی گنجایش ہے
اور اوسکی تدبیر بڑی محکم ہے۔ اب نظر انصاف کرو کہ تعدد ازواج کا حکم بنا بر نظام عدل کے
کیسا اچھا ہوا مقرر رہوا ہے۔

متعہ

جبکہ تعدد ازواج جائز ہے تو اب متعہ کی حقیقت پر بحث لازم ہے۔ متعہ نکاح کی ایک قسم ہے
جسمین ایجاب و قبول، مہر، عدہ لازم ہے۔ متعہ نکاح میعادی ہے۔ جس طرح سے اولاد منکوحہ
وارث ہے اپنے مان باپ کی اوسی طرح سے اولاد ممتوعہ کی بھی وارث ہوتی ہے۔ لیکن زوجہ
ممتوعہ البتہ وراثت نہ پاوے گی۔ یہ سب باتین حرام سے بچنے کے واسطے کی گئی ہین۔ اور اس طریقہ
ازدواج مین یہ حسن ہے کہ مثلاً کوئی مسافر ہے یا فوجی ہے جسکا قیام ایکوقت خاص تک اوس
مقام پر ہے تو وہ زوجہ دائمی کیونکر کرسکتا ہے۔ یا وہ عورت واسطے دوام کے راضی نہ ہو۔
یا مرد کو حضر یا سفر مین ہمیشہ کے واسطے قدرت تکفل دائمی نہ ہو۔ اور نہ کرنے مین اندیشہ حدوث
امراض خطرناک کا ہو۔ یا حرام کاری کا اندیشہ ہو ان سب ضرورتون سے تحفظ حرام کاری سے
کرایا گیا اور اجازت ازدواج واسطے ایک مدت خاص کے بھی دی اور اسیکو متعہ کہتے ہین
بہت سے مسلمان ایسے ہین کہ اونھون نے تا دم مرگ نکاح نہین کیا بلکہ ایک ہی عورت سے
چند بار متعہ مین اتنی مدت معین کر لی جو عمر بھر کے واسطے کافی رہے۔ بعضے ایسے ہین کہ جنھون نے
ایک ہی نکاح کرلیا اب اونکو ضرورت دو یا تین زوجاؤن کی ہے اونھون نے اس خیال سے
کہ نکاح مین زحمت بہت ہے[1] عدالت بھی برابر مشکل سے ہوگی لہذا اپنی ضرورت کو اونھون نے
متعہ کرکے رفع کیا۔ بہرحال مسلمان جو کچھ کرتے ہین پابندی شریعت کے ساتھ اور حرام کاری سے
ضرور بچتے ہین۔ بھلا کسی اور قوم کو بھی ذریعہ آسان سے حرام کاری سے بچنا نصیب ہوا ہے۔

---

[1] یہ شبہ نہ ہو کہ ممتوعہ بھی انسان ہے اسکے ساتھ عدالت کے برتاؤ نہ کرنیمین سراسر ظلم ہے۔ ظلم اوسوقت ہوتا جبکہ عورت کی
ناراضی ہوتی اور جب عورت سے کہدیا کہ وہ برتاؤ تجھسے نہ کیا جاویگا جو زوجہ منکوحہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اوسپر وہ راضی
بھی ہو تو پھر ظلم نہوگا۔ دوسرے یہ کہ مراد عدالت نکرنیسے یہ ہو کہ چند حقوق جنکا لحاظ منکوحہ دائمی کے ساتھ لازم ہے وہ ممتوعہ
سے لازم نہین جیسے شب باشی مین مساوات یا میراث کا ملنا یا نفقہ کا ملنا وغیرہ یہ سب امور رضامندی سے ہین ۱۲ منہ

اگر کوئی بچا ہے تو امراض خطرناک یا مصائب و تکلیفات مین مبتلا ہوکر۔ اس زمانہ مین یورپ کی
جدید روشنی سے ایک فوجی فرقہ (ریکروٹ) ایسا پیدا ہوا ہے کہ ہمیشہ دور دور از ملکون مین پھرنیسے
و نیز تا زمانہ معین جبتک وہ فوجی تعلیم سے فارغ ہون اپنی عورتون کو بے وارث چھوڑنا اونکی عزت
اسکو گوارہ نہین کرتی پس وہ نکاح سے باز رہتے ہین۔ پھر یا تو اون مین مادہ رجولیت نہین ہے۔
اور ہے تو حرام کاری کرتے ہونگے اگر حرام کاری سے بچتے ہونگے تو کیسی نفس کشی کی مصیبت
جھیلنا پڑتی ہوگی۔ پھر کیا اگر وہ اس مبارک رسم سے فیضیاب ہوتے تو ان مصائب مین مبتلا ہوتے
ہرگز نہین ۹۔ شریعت اسلام نے حرام کاری و حفاظت خود اختیاری کو جملہ امور پر مقدم رکھا ہے
اور اس رسم کو جاری فرما کر اسکے واسطے بھی احکام و قیود مقرر کر دیے ہین۔ اور چونکہ خواہش ہمبستری کی
ایک فطری شے ہے پس اوسکے واسطے جائز طریقہ مقرر نہ کئے جاتے تو کیونکر وہ ناجائز طریقون سے
بچ سکتا عورت ہر ماہ مین آٹھ نو روز بیکار ناقابل مباشرت ہوجاتی ہے اس زمانہ ناقابلیت مین
اگر دوسری عورت نہ ہو تو مرد کی خواہش کیونکر رفع ہوسکتی ہے ایام حمل سے تا ولادت و تا ایام رضاعت
دو سال چھ ماہ کامل ناقابل مباشرت رہتی ہے جو بہت دراز زمانہ ہے اور یہ امر عقلاً و حکمتاً
و از روے تجربہ اظہر من الشمس ہے کہ ایام حیض و ایام حمل مین خلقت کامل نہ ہوجانے سے اور
ایام رضاعت مین مباشرت جنین و عورت دونون کے لیے سخت مضر ہے بلکہ زہر ہے۔ جیسا کہ
مفصلاً سابقاً بیان کیا۔ اب ان ایام ناقابلیت مین بیچارہ مرد کیونکر خواہش نفسانی پوری کرے
پس اس چندروزہ ناقابلیت زن کے واسطے دائمی تعلق کسی سے پیدا کرنا اور نکاح کرنا ایک بار
عظیم کا سر پر لینا ہے بعض ایسے مفلس و نادار ہین کہ دائمی تکفل پر قادر نہین پس وہ بیچارے کیا کرین
لہذا یہ چندروزہ کسی عورت سے تعلق جائز کرکے اپنی خواہش کو دفع کرنا اور حرام کاری سے بچنا
عین عدل[۱] و انصاف ہے"

والمحصنٰت من النساء الا ما ملکت ایمانکم

جاریہ

شریعت اسلام نے تیسری قسم کی عورت جو مرد کیواسطے جائز کی ہے وہ لونڈی ہے۔ جو عیسائی اعتراض

---

[۱] متعہ کی بحث سے حضرات اہلسنت سے مناظرہ مقصود نہین ہے۔ اسی بحث کو حضرات اہل سنت
صدر اسلام مین (جب اونکے نزدیک بھی متعہ جائز تھا) منطبق کرین اور حضرات شیعہ اب بھی
جواز کے قایل ہین اونکے واسطے جواز کے مصالح و فواید اس زمانہ مین بھی یہی ہون گے ۱۲ منہ

کرتے ہین کہ مذہب اسلام نے اجازت دی ہے کہ لونڈیون کے نام سے جتنی عورتین کوئی چاہے گھر مین
ڈال لے۔ اسمین اور رنڈی بازی مین کچھ فرق نہین ہے۔

اس اعتراض مین لائق تنقیح دو امر ہین۔

(۱) یہودیون مین جو لونڈی رکھنے کا رواج تھا مذہب عیسائی نے اوسکی نسبت کیا کاروائی کی
اسلام مین لونڈیون کے احکام کے متعلق حملہ کرنے سے معترض اپنے مذہب کو لازماً اس سے خالی
قرار دیتا ہے اگر کوئی شخص اناجیل کے لفظ لفظ پڑھے تو وہ ضرور یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جن صورتین
یہودی شریعت مین یہ رواج بہت ترقی پر تھا اور انجیلو نمین اسکی ممانعت کا اشارہ تک نہین
(اور بالفرض ہو بھی تو احکام توریت کی تنسیخ کا انجیل کو اختیار ہی کیا ہے) اس بنا پر ضرور
انجیل نے اسکو تسلیم رکھا ہے پھر اسلام پر اعتراض کیون ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ یہود کی شریعت
مین لونڈی کو بطور بیوی کے رکھنا متعدد ازواج کی ایک صورت تھی اور ان دونون صورتونمین
مذہب عیسائی ہرگز مانع نہین ہوا غلامی کو حضرت مسیح نے کبھی نہین روکا اور اس امر کی کھلی کھلی
شہادت ملتی ہے کہ لونڈیون کو بطور بیوی کے گھر مین ڈال لینا عیسائیونمین رائج رہا ہے۔
ملاحظہ ہو انسکلوپیڈیا برٹیکا مین لونڈیون پر مضمون لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ "پوپون کے
خطوط کے بعض فقرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے تعلقات کی اونھون نے
اجازت بھی دی تھی" اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف عیسائی مین اس امر کا رواج رہا
بلکہ اونکے مقدس پوپون نے بھی اسکو جائز قرار دیا ہے اور اجازت دی ہے۔ پھر وہی
مضمون لکھتے ہین کہ "ٹولیڈو کی کونسل اول کا جلسہ جو ۴۰۰ء مین ہوا تھا قاعدہ ہفتدہم
یہ ہے کہ جو شخص ایک پاکدامن بیوی کی موجودگی مین لونڈی کو گھر مین ڈال لیتا ہے اوسکو
خارج کیا جاوے گا۔ لیکن اگر وہ لونڈی بیوی کیطرح اُسکی خدمت کرے اور ایک ہی
عورت جسکو لونڈی کہا جاتا ہے اسکے پاس ہو تو پھر اوسکو خارج نہین کیا جاوے گا۔ یہ طریقہ
صرف عوام الناس کے لئے ہے جائز نہ تھا بلکہ پادری جنکو نکاح کرنے کی اجازت تھی اونکو
بھی ایسیطرح لونڈی گھر مین ڈال لینے کی اجازت تھی۔ اسکے بعد جو کونسلین ہوئین اونھون نے
لونڈی کا نام بدکار عورتون پر بھی بولا ہے جو گھر مین ڈال رکھی جاتی ہین"

(۲) جس طریق سے اسلام نے لونڈیون کے ساتھ وطی جائز رکھی ہے اوس مین اور رنڈی
بازی مین کچھ فرق ہے یا نہین۔ بیشک لونڈیون کو گھر مین ڈالنا یہ نکاح کی ایک خاص صورت تھی

جو سابق کی سوسائٹی مین بلحاظ غلامی کے رواج کے بعض اوقات ضروری ہوتا تھا۔ عیسائیون نے اس رواج کو کسبیون کے پیشہ کے برابر ٹھہرایا ہے جسمین وہ ایک بہت بڑی غلطی مین گرفتار ہوئے ہین۔ کسبیان وہ عورتین ہین جنکا پیشہ یہ ہے کہ جو شخص انھین کچھ معاوضہ دیدے اوس سے ارتکاب زنا کرین۔ لونڈی کو گھر مین ڈال لینے سے یہ منشا ہوتا ہے کہ آقا اوسکو بطور بی بی کے رکھے بلحاظ تعلقات زن وشوہر۔ لونڈی اپنے آقا کی بیوی اور آقا لونڈی کا خاوند ہوتا ہے۔

کسبی بازار مین بیٹھتی ہے ایک پر منحصر نہین بلکہ دس بیس سو پچاس سے بھی معاوضہ لینے پر بند نہین ہے لونڈی کیا بازار مین بیٹھتی ہے۔ یا سواے اپنے آقا کے جو اوسکا خاوند ہوتا ہے کسی اور سے ہم بستری کرتی ہے یا کسی سے کچھ معاوضہ لیتی ہے۔ کسبی سے اولاد جو آقا سے پیدا ہوتی ہے وہ صحیح اور جائز اولاد سمجھی جاتی ہے اور مثل اولاد منکوحہ اوسکی جائز وارث نہین ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ لونڈی اور بیوی مین کوئی فرق نہین ہے اور اگر ہے بھی تو صرف حیثیت کا کہ وہ آزاد بیوی کے برابر حیثیت نہین رکھتی پس ایسے تعلقات پر اگر کوئی اعتراض ہے تو یہی کہ وہ نکاح کی ایک ادنی صورت ہے جسمین عورت کو برابری کے حقوق نہین دیئے گئے اور رسم نکاح اس طریق سے ادا نہین ہوئے جس طرز پر آزاد عورتون کی رسم نکاح ادا ہوتی ہے لونڈی کے گھر مین ڈالنے کو نکاح کی ایک رواجی صورت کہ سکتے ہین جسمین باوجود بعض تفاوتون کے نکاح کے اغراض حاصل ہین۔ اس قسم کے رواج ابتک بعض عیسائی ممالک مین پائے جاتے ہین خصوصاً جرمنی مین یہ رواج ابتک ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ وہان اگر منکوحہ بیوی کی اولاد موجود ہو تو لونڈی کی اولاد وارث نہین ہوتی اور اگر منکوحہ بیوی سے اولاد نہ ہو تو اوسوقت لونڈی کی اولاد کو باپ کی جائداد کا ایک تہائی حصہ ملتا ہے۔ اور اسلام مین بہرحال لونڈی کی اولاد وارث ہے برابر سے۔

نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم
واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ وبشر المومنین

بعض متعصبین کا اعتراض اسلام پر یہ ہے کہ مسلمانون مین اس آیہ وحرث لکم ماٰے عورتون کے ساتھ وطی فی الدبر کا حکم ہوا ہے۔

یہ محض اونکا جہل وتعصب ہے ہرگز ہرگز قرآن اسکی اجازت نہین دیتا بلکہ قرآن کی ہدایت اسکے خلاف ہے۔ اسی آیہ کے ذریعہ سے ہر ناجائز طریق کو منع کیا ہے۔ دیکھو ترجمہ لفظی اسکا

وہ تمھاری عورتین (قدرتی تعلق کی جہت سے) تمھاری کھیتیان ہین (یعنے نسل انسانی
کے تولد کا محل) تم اپنی کھیتی مین جب یا جسطرح چاہے آؤ (آگے سے یا پیچھے سے جو آسن ہو
نہ یہ کہ مبرز مین دخول کرو) مساس کرو بوس وکنار کرو محبت آمیز باتین کرو۔ مگر شہوت رانی
کی غرض سے نہین بلکہ) قدموا لانفسکم ؁ یہ تمام فعل ایسے طریق سے کرو کہ آیندہ کیواسطے
ہر قسم کی خیر و برکت کا موجب ہو۔ اور ایسے وقت مباشرت کرو جس سے صالح اور تندرست
اولاد کے پیدا ہونے کا یقین ہو اور اولاد کی جسمی اور روحی حالت عمدہ سے عمدہ ہو۔
وہ واتقوا اللہ ؁ (اور مباشرت مین افراط وتفریط کرنے اور اس بارہ مین حد اعتدال سے
بڑھنے مین اور خلاف وضع فطری امور کے ارتکاب سے جسمین اولاد کے پیدا ہونے کی
کوئی صورت نہین۔ محض حیوانون کیطرح شہوت رانی ہے) ان باتو مین خدا سے ڈرو اور
جان لو کہ یقیناً تمھین اللہ تعالے سے ملنا ہے۔ اور ساری بداعتدالیون اور خلاف وضع
فطری کامون سے باز پرس ہونیوالی ہے اور اے نبی جو لوگ خدا کے کلام پر یقین رکھتے ہین اور
اوسکے ہدایتون کے موافق کام کرتے ہین اونکو بشارت دیدے کہ خدا اونکو اولاد صالح عطا فرمادیگا
جو دنیا و دین مین اونکے کام آئے گی اور حسن عاقبت کا موجب ہوگی؁

اب نہین معلوم آیت پر اعتراض کیا ہے اور اغلام کا حکم کسمقام سے نکلتا ہے۔ عقلی فائدہ بھی
جماع کا اسمین متصور نہین بلکہ ضرر کا خیال ہے اسلیے کہ ہر سوراخ کا ایک ہی پر قیاس کرنا صحیح
نہین عضو ہرد و فرج عورت مین ایک خاص طرحکی قدرتی نرمی و گرمی ہوتی ہے کہ وہ صدہا
بیماریون کی طرفین کی دوا ہوتی ہے اور وہ مخصوص عضو نسبت عورت و مرد کے ہے یہی وجہ
ہے کہ کثرت لواطہ یا جلق سے مخصوص عضو ایسے گناہگارون کے ایسے مضمحل ہو جاتے ہین اور
رگین ملجاتی ہین کہ وہ بیکار ہو جاتے ہین اور کبھی رطوبت آجاتی ہے اور طبیعت متوجہ
دفع نہین رہتی اور یہ باعث نامردیکا ہوتا ہے اور اسوجہ سے ابتدا مین اگر لواطی و مجلوق
وغیرہ بہ تکلیف ایک آدمی بالہ بھی عورت سے تعلق کرکے دیر تک تامل کرین تو بہاپ سے
عضو مخصوص زن کے مرد کے عضو مخصوص کو ایک سینک پہونچتی ہے کہ وہی علاج ایسے نامردونکا
ابتدا مین ہو جاتا ہے اور ایسی ہی مصلحتون سے خدا نے لواطہ کو حرام کیا ہے اور جلق کو بھی
بلکہ بعض اخبار احادمین یہانتک تاکید ہے کہ گویا اوسنے اپنی مادر سے زنا کیا۔
اور شاید یہ کنایہ ہے اس سے کہ نقطہ ایک جسمانی جزو ہے مان باپ کا اوسکی اولاد مین

اور وہ جزاسکے ہاتھ وغیرہ مین بھی شریک ہے تو جب اوسنے اپنے ہاتھ وغیرہ سے ایسی حرکت کی
تو گویا مان باپ سے بے ادبی کی پس یہ آیت سراسر حقانی فلاسفی سے بھری ہوئی ہے اور
اسکے لفظ لفظ مین ہدایت اور فطرت پر چلنے کا ارشاد ہے اس آیت نے اپنے مفہوم مین سوائے
طریقہ مخصوصہ مباشرت کے اور طبعی اقتضا کے موقع پر اور ایک اعتدال کے ساتھ جبکہ اولاد
پیدا ہونیکا خیال ہو باقی تمام خلاف وضع فطرے امور اور افراط و تفریط کثرت جماع اور ایک
قسم کی شہوت پرستی و بدکاری و بدافعالی سے منع کر دیا ہے اور "حرث" کا لفظ استعمال
کرکے تمام بداعتدالیون بدافعالیون کو قانون قدرت و آئین فطرت کے خلاف ثابت کرکے
بنی نوع انسان کو ہزارون قسم کے دکھون اور بیماریون سے نجات کا راستہ بتا دیا ہے
کیونکہ "حرث" کا لفظ جسکے معنے کھیتی کے ہین صرف زمین کے اوسے مخصوص قطعہ پر بولا جاتا
ہے جسکو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک و صاف کرکے محض زراعت کے لیے
تیار کیا جاتا ہے اور اوسکی تخم ریزی کرکے غلہ کی پیدائش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے
کسی قطع زمین پر جسمین یہ صفات نہون ہندی زبان مین بھی کھیتی کا لفظ استعمال نہین کیا جاتا
چنانچہ تفاسیر مین معنے "حرث" کے لکھے ہین "الحرث الارض المبتئہ للزرع"
حرث کے معنے وہ قطعہ زمین ہے جو زراعت کے لیے تیار کی گئی ہو اور۔ "نساءکم
حرث لکم اے محل ذرعکم للولد" یعنے اولاد کے پیدا ہونے کا محل ہین۔
پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب خدا نے اس آیہ شریف مین عورت کو کھیتی سے تمثیل
دی ہے اور کھیتی وہی ہے جہان کہ پیداوار اگ سکے دوسری زمین شور او بنجر وغیرہ
جہان کسی قسم کی پیداوار نہین ہو سکتی کھیتی نہین کہلاوے گی۔ تو اُس سے ظاہر ہے کہ
خدا نے اس آیۃ کے ذریعہ سے بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے
دوسرے ہر ایک قسم کے ناجائز حرکت سے بنی نوع انسان کو روک دیا ہے۔ کیونکہ وطی
فی الدبر عورات سے اغلام، مجامعت فی الحیض وغیرہ دیگر جسقدر اسطرحکے افعال بخلاف
وضع فطری ہین وہ "حرث" کے مفہوم مین نہین آسکتے بلکہ اس لفظ "حرث" کے اختیار کرنیسے رنڈیبازی وغیرہ کی بھی ممانعت
سمجھنا چاہیے کیونکہ اونکے رحم بھی منبع نسل انسانی نہین رہتے بلکہ زمین شور کے حکم مین آگئے
ہین اور اسجگہ لفظ "ارض" بجاے "حرث" کے استعمال نہین کی۔ یعنے یہ نہین کہا کہ
عورتین تمھاری زمین ہین۔ بلکہ فرمایا کہ وہ تمھاری کھیتی ہین۔ تاکہ کسی شخص کو خلاف وضع

فطری امور کا گمان بھی نہ ہو سکے اور اگرچہ ایک لحاظ سے "حرث" (کھیتی) یہی زمین ہی ہے اور جسقدر اقسام کے قطعات زمین، پہاڑی، ٹیلے، ملایم، سخت، و شور ہوتے ہین وہ سب معنی جنسیت کے لحاظ سے زمین ہی ہین مگر "حرث" صرف اوسے قطع کو کہتے ہین۔ جو زراعت کے قابل اور زراعت کے لیے مخصوص ہو پس دیکھو کہ ایک لفظ "حرث" کے اختیار کرنے مین خدا نے کسقدر فلاسفی بھری ہے۔ کہ جس سے سب امور خلاف وضع فطری بالکل کافور ہو گئی "حرث" کا لفظ فقط اوس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو صرف پیداوار کے لئے مخصوص کیا جاوے اور خدا نے استعارہ کے بطور پر یہ لفظ استعمال کر کے عورتون کے ساتھ حقیقی اور نیچرل تعلق کو ظاہر کر دیا جس سے تمام خلاف وضع فطری امور بالکل اوڑ گئے تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم "حرث" کے کچھ اور مطلب سمجھ لینا اول درجہ کی بد ذاتی یا بیوقوفی ہے۔ اس سہ حرفی لفظ نے ہر ایک قسم کی بدکاری۔ خلاف فطرت، لواطت، مشت زنی، رنڈی بازی وغیرہ کی راہ بند کر دی۔ اور انسان کو ہر قسم کی ٹھوکرون سے بچا لیا۔ نہ کہ اولٹا احمقانہ اعتراض کرتے ہو۔

اس آیہ مین خدا نے انسان کو جلق، اور زنا سے بھی منع کر دیا ہے اسلیے کہ اس قسم کی عادات سے انسان کا منی جیسا بیش بہا تخم ہمیشہ کے لیے بے جان و بیکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی عادت والے لوگ اکثر اولاد سے مایوس ہی گذر جاتے ہین اور قدرت نے انہین خوب سزا دی ہے اگر کسی شخص کی اولاد ہو بھی تو کمزور، دایم المرض، جو دنیا سے جلد گذر جاتے ہین، اور اگر رہے بھی تو ماں باپ اور دیگر عزیزون کے لیے ہمیشہ مصیبت کا موجب بنی رہتی ہے۔ جلق اور زنا آیندہ نسلون کی جڑ اوکھیڑنے والی ہین۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے حدیث مین فرمایا ہے (الزنا یخرج البنا) زنا جڑ کو اوکھیڑ دیتا ہے۔ جلق اور زنا کی عادت انسان کا بیج (نطفہ) اس قابل چھوڑتی ہی نہین۔ جو حرث کے نتیجہ کا مورث ہو سکے۔ پس خدا نے ضمناً ان عادات بد سے بھی بچنے کے لیے ارشاد فرما دیا۔ اس "حرث" کی لفظ مین کل باتین موجود ہین۔ اسلیے کہ "حرث" مین بیج بونا، حرث کی حفاظت، احتیاط، نگہداشت، پیدا ہونے تک اور پھر اوسکی عمدگی و صلاحیت کا خیال رکھنا حارث پر فرض ہوتا ہے۔ اور جس بیج سے ایسے ایسے بڑے لوگون اور نیک آدمیون کے اجسام پیدا ہوتے ہین ایسے بیج کو برے کھیت مین بونا

یا خراب بیج اچھے کھیت مین ڈلوانا گناہ عظیم ہے جسطرح عمدہ کھیتی کا پیدا کرنا بہت کچھ کسان کی
خاص تدابیر و احتیاط پر منحصر ہوتا ہے۔ اسیطرح نالایق اولاد پیدا کرنیکی تدبیر خاص مان باپ کے
اختیار مین ہے اور وہ اوسوقت ہوسکتی ہے جب والدین ہمیشہ افعال اوس قسم کے رکھین جس قسم
کی اولاد پیدا کرنیکی وہ خواہش رکھتے ہین اور اونکی خواہش کا اثر بہت کچھ اوسوقت تک
کہ بچہ شکم مادر سے برآمد نہین ہوتا بچہ پر پڑتا ہے۔ عورت جس قسم کا دھیان کرتی ہے اوسی قسم کی
اولاد پیدا ہوتی ہے اسیواسطے نیک اولاد پیدا کرنے کے لیئے عورت کی حفاظت کرنی چاہیے
مان باپ کی یہ تمام احتیاطین اور تدبیرین جو اچھے اولاد پیدا کرنیکے لیے کام مین لائی جاتی ہین
اوسوقت کارآمد ہوسکتی ہین جب اسبات کا خیال رکھین کہ عورت کا رحم ایک کھیتی ہے۔
اور قانون قدرت کے موافق ایک کھیتی کی حفاظت و احتیاط نہایت ضروری ہے اسکے
موافق ہے ہمیشہ اوسے کھاد دینی چاہیے اوسکی کیمیاوی اجزا کے حسب حال غذائین پہونچانی
چاہیے۔ شراب منشی اور ثقیل اشیاء سے پرہیز کرانا چاہیے۔ یہ سب احتیاطین اور تدابیر لفظ
"حرث" کے مفہوم مین داخل ہین اور کوئی بات قانون قدرت و حکمت یا طب یا ویدک
کی روسے ایسی بیان نہین کی جاسکتی۔ جو لفظ "حرث" کے ضمن مین داخل نہ ہوسکتی ہو۔
پس خدا کے کلام کی یہ کسقدر خوبی ہے کہ جو اوس نے ایک ہی لفظ مین تمام قوانین حکمت و طب
بھر دی اور ایسا موجز و مدلل طور پر زناشوی کے تعلق کو بیان فرمادیا کہ اس سے عمدہ اور بہتر تمام
دنیا کے حکما و فلاسفرون کی مجال نہین جو بیان کرسکین۔

خدا نے جو لفظ "حرث" کا یہان استعمال فرمایا ہے تو اسمین انسان کو کثرت جماع سے بھی ایکطرح پر
منع کیا ہے۔ اور ایسے وقتونمین اور ایسے ڈھنگون سے باز رکھا ہے جبکہ کھیتی اوگنے کا گمان ہو۔
اور اس قسم کے کام سے منع کر دیا ہے جبکہ اولاد تندرست و صالح نہ پیدا ہوسکے۔ کثرت جماع سے
انسان کی منی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہین رہتی اور نہ "حرث" مین آنے سے کچھ فائدہ کی
امید ہوسکتی ہے۔ پس اس لفظ کے استعمال سے خدا نے کثرت جماع کی بھی ممانعت کر دی ہے جسمین
زراعت کی پیدا ہونی کی بہت کمی کی امید ہوتی ہے۔ اور اگر ہو بھی تو صحیح و سالم قوی الاعضا
اور خواہش کے موافق نہین ہوتی ہے۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے "وقدموا لانفسکم
واتقوا اللہ" جماع ایسی حالتونمین کرو جو خیر و برکت کا موجب اور اچھے پھل سے مثمر ہون۔ "و
اعلموا انکم ملاقوہ" اور جان لو کہ تم کو خدا سے ملنا ہے اگر قوانین قدرت و آئین

فطرت توڑو گے تو خدا تمکو بے قصور نہ ٹھہرا دے گا اور ضرور اسکی سزا بھگتو گے۔ خدا نے کثرت جماع سے منع کر کے صرف انہیں حالتوں مین اعتدال کے ساتھ جماع کا حکم دیا ہی جو ،، حرث ،، کا نتیجہ پورا کر سکین۔ بے رغبتی سے اور دیگر اوقات مین اور فضول طور پر جبکہ بیج اکارت جاوے ضمناً مباشرت سے منع کر دیا ہے۔

واضح ہو کہ قول اطبا کے موافق حصول القاح کامل کے لئے۔ موافق ایام حیض آنے کے دو دن پہلے مین اور انقطاع حیض سے ایک دو دن تک بعد مین۔ اگر جماع حیض آنے سے دو تین دن پہلے کیا گیا ہو تو اسصورت مین جو مرد کی منی کے کیڑے نفیر وین داخل ہو کر وہان بیضہ کے ورود کا انتظام کرتے ہین اور اپنی قوت کے مطابق (۲) (۳) (۴) دن تک وہان زندہ رہ سکتے ہین اور بیضہ کو وہان گذرتے وقت القاح کرتے ہین اور اس قسم کا القاح زیادہ محقق اور طبعی گنا جاتا ہے۔ ایسا ہی انقطاع حیض کے بعد ایک دو دن کے عرصہ مین مقاربت کرنے سے عموماً القاح واقع ہوتا ہے پس ایسی حالت مین جماع کرنا اولاد صالح کے پیدا ہونے کا موجب ہے اور ایسے مین جماع کرنا لفظ ،، حرث ،، کے مفہوم کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔

لفظ ،، حرث ،، کے مفہوم کی تکمیل کے لیے قوانین مباشرت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے جماع کے لیے بہترین وقت اور حالت وہ ہے کہ جب مرد و عورت دونوں پوری پوری صحت کی حالت مین ہون۔ تمام جسمانی و دماغی قوا صحیح و سالم اور ہر قسم کے فسادات اور ضعف سے پاک ہون۔ کھانے کے بعد اسقدر عرصہ گذر چکا ہو کہ معدہ کا عمل ہاضمہ قریب الختم ہو یعنے کھا چکنے کے بعد قریباً تین گھنٹہ گذر چکے ہون۔ نہ معدہ بالکل خالی ہو۔ غم و الم کسی قسم کا نہ ہو۔ شہوت خود بخود بلا کسی خیال کے تیزی اور جولانی پر ہو۔

حیض کی حالت مین جماع کرنا خطرناک اور باعث حدوث امراض سوزاک وغیرہ کا ہے جب خون بند ہو کر سفیدی کا آنا بھی موقوف ہو جاوے اوسیوقت جماع کرنا مفید ہے اسیوجہ سے حیض مین جماع قطعی حرام ہے خدا فرماتا ہے ،، یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطھرن ،، یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ اصل منشاء جماع کا بقاء نسل ہے اور خاص قدرت کا منشاء جماع سے یہی ہے جبکہ منشاء جماع کا یہی ہے تو اب یہ دیکھنا لازم ہے کہ استقرار حمل کیونکر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کسوقت جماع کا نتیجہ حمل ہو سکتا ہے اگرچہ اسکا بیان بہت طولانی ہے مگر بطور اختصار یہ ہے کہ موافق تحقیقات جدیدہ جوامر کہ بعد مشاہدہ

اور ثبوت کامل تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بعد اختتام حیض تقریبا دس روز تک بیضہ بشری
خارج ہوتا ہے پس بعد حیض جماع کیا جاتا ہے اور حیوانات منی مرد کے بیضہ سے ملتی ہین تو نتیجہ
اسکا حمل ہوتا ہے بغیر اسصورت کے حمل قرار نہین پاسکتا ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ
عورت ہر وقت قابل جماع نہین ہے کیونکہ جب ہر وقت منشاء جماع حاصل ہونا ممکن ہے تو مقتضائے
انصاف یہ ہے کہ اوسوقت جماع نہ کیا جاوے اور وہ اوقات حمل و حالت حیض ہے بخلاف
مرد کے کہ اوسمین ہر وقت اس امر کی صلاحیت ہے کہ عورت کو حاملہ کرے بہر حال ایسے حالات
مین جماع نہ کیا جاوے۔

اب ہم ناظرین کے سامنے ایک نظیر پیش کرتے ہین۔

جب حیوانات عالم کے افراد پر نظر کرتے ہین تو انسان کو اوس فرد حیوانی مین پاتے ہین کہ جو جانور
پستان سے دودھ پلاتے ہین اونکی حالت بھی ایسی ہی ہے کہ یہ جانور سوائے وقت معینہ کے
نر کو اپنے پاس نہین آنے دیتی اور یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جسوقت بیضہ تیار ہو کر قابل القاح
ہوتا ہے تو اوسوقت اونکو حسب منشاء قدرت خواہش جماع ہوتی ہے جس خواہش کے ذریعہ سے
وہ بعد جفت ہونے کے بار آور ہوتی ہین لیکن بعد القاح پھر اگر نر اوس سے جفت ہونا چاہے
تو وہ ہرگز اوسکو اپنے پاس نہین آنے دیتی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماع کے لیے ایک وقت
خاص معین ہے اوسکے خلاف جائز نہین اسیطرح عورت کو بھی اوسیوقت خواہش ہوتی ہے
جبکہ بیضہ بشری خارج ہوتا ہے اور بعد گذرنے ان ایام کے پھر اگر جماع کیا جاوے تو موافق اقوال
بعض محققین زمانہ حال اگر رحم حالت اصلی پر ہے تو استقرار حمل ناممکن ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے غالبا ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ جماع کا منشاء کیا ہے اور وقت استقرار
حمل کونسا ہے۔ اب اس امر کا ثابت کرنا ضرور نہین کہ حالت حمل مین جماع نہ کیا جاوے اسلیے
کہ منشاء جماع جب پورا ہوگیا تو پھر جماع ایک فعل عبث ثابت ہوگا علاوہ اسکے حالت حمل
مین جماع سے اسقاط جنین و دیگر امراض کا جانبین کے لیئے اندیشہ ہے یہ امر بھی قابل بیان ہے
کہ عورت کو حظ جماع اور انزال مثل مرد کے نہین ہوتا نہ مادہ منی عورت کے خصیتین مین سے ہی جو
خارج ہوتا ہو یہ امر اپنے مقام پر بخوبی ثابت ہے۔ بہ حظ و لذت کیوجہ یہ ہے کہ جب جماع واقع
ہوتا ہے اور یہ عرصہ تک قایم رہتا ہے تو جسطرح کہ مرد کو بوقت انزال تشنجات شہوانیہ ہوتے ہین
اسیطرح سے عورت کو بھی تشنجات شہوانیہ ہوتے ہین اور جسطرح مرد کو ان تشنجات شہوانیہ سے

حظ مفرط حاصل ہوتا ہے اسیطرح عورت کو بھی - اور جسطرح سے مردان تشنجات کے بعد جماع سے متنفر ہو جاتا ہے اسی طرح عورت بھی - اور جسطرح سے مرد کو بعد ان تشنجات کے ضعف و اضمحلال ہو جاتا ہے اوسیطرح سے عورت کو بھی اسلیے کہ جماع سے نظام عصبی مین سخت تحریک ہوتی ہے جس سے نظام عصبے کو صدمہ پہونچکر ضعف لاحق ہوتا ہے یہی حال عورت کا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ مرد کی منی بھی خارج ہوتی ہے اور عورت کے صرف تشنجات شہوانیہ ہو کر رہ جاتے ہین جس سے حظ مفرط حاصل ہوتا ہے - گاہے ایک رطوبت مہبل سے خارج بھی ہوتی ہے لیکن اس رطوبت مین بعد امتحان علم کیمیاوی وخوردبین ثابت ہوا کہ اجزا منی نہین ہین پس ممکن ہے کہ حالت حمل مین جب جماع واقع ہو تو تشنجات شہوانیہ عورت مین پیدا کرکے حمل گرادے جس سے صدہا خطرات متصور ہین علاوہ اسکے حاملہ بسبب حمل کے خود ہی ضعیف ہوتی ہے کیونکہ بہت بڑا حصہ خون اور دیگر رطوبات اصلیہ کا پرورش جنین مین صرف ہوتا ہے پس ایسی حالت مین جماع کرنا اور بھی حاملہ کو کمزور کرتا ہے کیونکہ اطبا جماع کو محلل روح کہتے ہین اور ظاہر ہے کہ ضعف موجب اسقاط جنین ہے علاوہ اسکے یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ حاملہ کو حالت حمل مین بالکل خواہش جماع نہین ہوتی اس حالت مین مفعولہ مرد سے بہ رغبت پیش نہ آویگی اور یہ امر موجب نقصان شہوت ہوگا چنانچہ اطبا نے منجملہ اسباب ضعف باہ کے اسکو بھی لکھا ہے کہ بوقت جماع عورت مرد سے برغبت پیش نہ آوے اور اسوجہ سے اطبا نے نابالغہ اور حائضہ اور حاملہ سے جماع کرنے کو منع کیا ہے خصوصاً ابتداء کے مہینوںمین اور آخری تین مہینونمین جماع کرنا زیادہ تر باعث اسقاط جنین ہے اور اسی حکمت سے حائضہ اور نابالغہ سے شریعت مین بھی جماع کرنے کی ممانعت لکھی ہے -

حائضہ عورت سے جماع کرنے مین علاوہ اکثر امراض کے جنکو ہم آیندہ بیان کرتے ہین یہی امر کافی ہے کہ اس حالت مین جماع کرنے سے عورت کو بجز تکلیف کے کسی قسم کا حظ حاصل نہین ہوتا اور اکثر بسبب عدم توجہی مفعولہ اکثر نامردی لاحق ہوتی ہے چنانچہ اکثر ایسے مریض دیکھے گئے ہین - علاوہ اسکے رطوبت حیض سے سوزش و ورم احلیل پیدا ہوتا ہے - گاہے دیکھا گیا ہے کہ ورم احلیل انثیین تک پہونچکر باعث فتق و ورم بیضتین ہو جاتا ہے جسکا نتیجہ کبھی کبھی یہ ہوا ہے کہ ورم بیضتین خود خواہ بذریعہ علاج رفع ہوا تو بیضہ اسقدر چھوٹے ہو گئے کہ جنکی مقدار قریب مٹر کے پہونچ گئی جس سے نامردی لاعلاج پیدا ہو کر ہمیشہ کے لیے

دنیا سے کھو دیا ہر چند علاج ہوتا ہے اور بجلی بھی لگائی جاتی ہے لیکن کچھ فائدہ نہین ہوتا - علاوہ اسکے اور بھی امراض لاحق ہو سکتے ہین جنکے بیان سے طول ہوگا عورتون کے واسطے بھی اکثر اوقات خطرناک نتائج پیدا ہو سکتے ہین - یہ امر ظاہر ہے کہ حالت حیض مین امتلائی دم ہوتا ہے پس جماع سے ایسا ممکن ہے کہ صدمہ پہونچکر خون بکثرت جاری ہو جسکا نتیجہ موت تک ممکن ہے اور کم سے کم اتنا ممکن ہے کہ ورم مزمن یا ساخت رحم پر صدمہ پہونچنا جسے عورت کا عقیمہ ہونا بھی ممکن ہے - اور بسا اوقات اتنا ضرور ہوتا ہے کہ عورت ایسے امراض مین مبتلا ہو جاتی ہے کہ جس سے ہمیشہ بوقت جماع بلکہ بدون جماع تکلیف و درد مین مبتلا رہے - اور بھی امراض ممکن ہین مثلاً حیض کا معمولی وقت پر نہ آنا - حیض کا کمی کے ساتھ آنا - حیض کا زیادتی کے ساتھ آنا حیض کا درد کے ساتھ آنا - وغیرہ وغیرہ امور مذکورہ بالا پر نظر کرکے انسان کے خیال مین پورے طور سے آسکتا ہے کہ حالت حیض مین جماع سے کیا کیا مضرتین پیش آسکتی ہین جنمین بعض قابل علاج اور بعض ناقابل علاج ہوتے ہین اکثر زخم پڑجاتے ہین اور اوس سے یہانتک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ اعضائے اندرونی سڑگل جاوین بمگران بیانات کے لیے ایک کتاب طولانی درکار ہے - ماہرین فن طب پر مخفی نہین ہے اسیوجہ سے شریعت نے حکم امتناعی دیا اور بعد اس حکم امتناعی کے بھی اگر کوئی شخص مرتکب جماع ایسی حالت مین ہو تو اوسپر ایک قسم کا جرمانہ مقرر ہوا جو کفارہ کے نام سے ہے (اعتراض) - اس آیہ مین عورت کو کھیتی کہا ہے کھیتی کسانون اور زمینداروں کی ملکیت ہوتی ہے عورتون کو ملکیت کہا گیا ہے -

(جواب) کھیتی سے ملکیت کا اچھا ثبوت پیدا کیا گیا کھیتی کہنے سے یہ مطلب ہے کہ جو کام کھیتی سے لیا جاتا ہے وہی کام اونسے یعنے پیدا اوار اور اوس طریقہ سے تخم ریزی کرو کہ جیسی تم چاہو یعنے جو طریقہ کہ پیدا اوار کے لیے مفید ہو - یہ بھی بتا دیا ہے کہ اوس کھیت مین تم خود کاشت کرو کسی ملازم یا پٹہ دار سے کاشت نہ کراو یہ نہو کہ مالک گھر بیٹھا رہے اوسکے پٹہ دار شکمی اور ملازم چمار وغیرہ اوسکی کھیتی مین خوب ہل چلائین اپنی قوت سے اوسے سینچین اور سیراب کرین اپنا ہی بیج بوئین اور جب پیدا اوار تیار ہو تو کھیت والے کے نذر کرین انہوگ) اور "وقدموا لانفسکم" مین یہی فرمایا ہے

(حقوق النسوان)

ہمنے یہ بھی اعتراض سنا ہے کہ مسلمان عورتون کو مردون سے کمتر درجہ مین خیال کرتے ہین

اور یہ تعلیم کرتے ہین کہ عورتون مین روح نہین اور وہ بہشت مین نہین داخل ہو سکتین - یہ ایسے
لغو بہتان وافترے ہین جو بالکل جاہل لکھنے والونکے قلم سے نکلے ہین محمدی طریق تمدن مین عورتونکا
درجہ یورپ اور امریکہ کی عورتونسے بدرجہا زیادہ ہے - اور اہل ازمنہ متوسط[1] کے سردار اگرچہ
عیسائی تھے عورتونکا مطلق پاس نہین کرتے تھے - قبل اسکے کہ عربون نے عیسائیونکو عورتون کا
لحاظ سکھایا ہمارے زمانہ قدیم کے امرا اور جنگجو اونسے بہت ہی بری طرح سے پیش آتے تھے
مثلاً "گاران کی اہرین کی تاریخ" سے معلوم ہوتا ہے کہ (شالمین[2]) کے عہد مین عورتون کے
ساتھ کیا برتاؤ ہوتا تھا - اور خود "شارلمین" اونکے ساتھ کیا برتاؤ کرتا تھا - شارلمین نے ایکدن
بہن کے ساتھ مباحثہ مین اوسپر حملہ کیا اسکے بال پکڑ کے اوسے خوب مارا - اور اپنے لوہے کے
دستانہ سے اُسکے تین دانت توڑ ڈالے البتہ اس ہاتھا پائی مین خود اسکے بھی دو چار گھونسے
لگے - ہمارے اس زمانہ کا کوئی گاڑیبان - بھی کسی عورت کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے گا -
اور قبل اسکے زمانہ جاہلیت مین عورتین انسان وحیوان کے درمیان مین ایک قسم کی مخلوق
سمجھی جاتی تھین جسکا مصرف محض ترقی نسل اور مردونکی خدمت تھا - لڑکیونکا پیدا ہونا ایک
بدنصیبی خیال کیجاتی تھی اور اونکو زندہ دفن کردینے کا حق اوسیطرح حاصل تھا - جیسے کتیا کے
بچون کو پانی مین ڈبو دینے کا - یہ ہولناک رسم قبیلہ قریش اور قبیلہ کندہ مین جاری تھا -
اور اسکے ساتھ یہ رسم قبیح بھی تھا کہ عرب مثل قدیم اور اقوام کے بچون کی قربانیان اپنے معبودونپر
چڑھاتے تھے "موسیو کوسان دی برسوان" نے آنحضرت صلعم اور قیس شیخ بنی تمیم کے مکالمہ کو
نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربونکا خیال لڑکیونکے بارے مین کیا تھا - آنحضرت اوسوقت
ایک لڑکی کو زانون پر بٹھائے کھلا رہے تھے -

قیس نے پوچھا "یہ کس جانور کا بچہ ہے جسے آپ کھلا رہے ہین"

---

[1] ازمنہ متوسط یا ازمنہ مظلمہ یورپ کی تاریخ مین وہ زمانہ ہے جس مین مذہبی تعصبات اور حکومتی
مظالم کیوجہ سے تمام خلقت ایک ابتر حالت مین تھی اور ہر قسم کی ترقی رکی ہوئے تھی یہ زمانہ ۴۵۲ء
سے ۱۴۹۵ء تک محسوب ہے اور اسکے بعد یورپ موجودہ ترقی کی جسے نشئۃ الثانیہ کہتے ہین ابتدا ہوئی ہے ۱۲

[2] شارلمین (یعنے چارلس بزرگ) فرانس کا مشہور بادشاہ اور مغرب کا شاہنشاہ تھا اسکا ملک نہایت
وسیع تھا اور اسنے اطالیہ تک فتح کیا تھا - علاوہ ملک گیری کے شارلمین نے علوم و مذہب کی ترقی مین بڑی کوشش
کی اور معاشرتی اور مذہبی قوانین کے مجموعہ شایع کئے سال ولادت ۷۴۲ء - سال وفات ۸۱۴ء - ۱۲

آنحضرت نے جواب دیا "یہ میرا بچہ ہے"
قیس نے کہا "باﷲ العظیم میری بہت ایسی لڑکیان ہوئین لیکن مینے اون سب کو زندہ دفن کردیا اکسیکو بھی نہ کھلایا" آنحضرت نے فرمایا "اے بدبخت معلوم ہوتا ہے خدا نے تیرے دلمین کسی قسم کی محبت انسانی نہین پیدا کی۔ تو ایک نعمت عظیم سے جو انسان کو دی گئی ہے محروم ہی"
عرب مین بھی اور اون یہود مین بھی جو جزیرہ ہاے عرب مین سکونت پزیر تھے عورتونکی حالت افسوسناک تھی۔ عبرانی زن باکرہ اپنے باپ کے گھر مین کنیزی کی حالت مین رہتی تھی (املاک حصہ توریت گنتی) اور اگر وہ نابالغ ہوتی تھی تو اوسکے باپ کو اوسکے بیچ ڈالنے کا اختیار تھا اوسکا باپ اور باپ کی وفات کے بعد اوسکا بھائی جو چاہتا تھا اوسکے ساتھ سلوک کرتا تھا۔ بجز کسی خاص صورت کے بیٹی بالکل محجوب الارث تھی۔
عورت مشرکین عرب مین صرف ایک جائیداد منقولہ سمجھی جاتی تھی اور اپنے باپ یا شوہر کی ملکیت کا ایک جزو اعظم تصور کیجاتی تھی۔ اور ہر شخص کی بیبیان مثل اور متروکہ کے اوسکی بیٹی یا بیٹونکو بطور ترکہ پدری ملتی تہین۔ اسوجہ سے سوتیلی ماؤن کی شادی اکثر سوتیلے بیٹونکے ساتھ ہوجاتی تھی اور جب یہ رسم قبیح اسلام مین حرام کردیا گیا تو اسکا نام توہیناً نکاح المقت رکھا گیا یعنے بیحیائیکا نکاح۔
اسیطرح قانون انگلستانمین نکاح کے بعد بہت سے احکام مین عورت کی ذات سے قایم نہین رہتی وہ گویا اپنے شوہر مین مستہلک ہوجاتی ہے۔ وہ اپنے نام سے کوئی معاہدہ نہین کرسکتی اور اوسکی ذاتی جائداد جو قبل نکاح سے حاصل کی وہ بھی شوہر کی ملک مین ہوجاتی ہے اور اوسے اختیار ہوتا ہے کہ جیسے چاہے اوسے صرف کردے۔ عورت کو اتنا بھی حق نہین ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنے ذات خاص سے ضروریات خریدے۔ یا منگوا بھیجے گو مرد پر نان نفقہ عورت کا واجب ہے مگر رسم انگلستانمین اوسکے تعمیل کرانے کا کوئی صاف ذریعہ نہین ہے اور نہ عورت کو نالش کرسکنے کا حکم ہے مگر کچھ ضمنی صورتین نکالی گئی ہین مرد یہ راہ ڈھونڈہتا رہتا ہے کہ کسیطرح میری عورت زنا مین پھنسے اور طلاق کا بہانہ ملے۔ اور ہر عورت مرد کی ہلاکت کی خواہان ہوتی ہے۔ اپنی حاجت نفسانی بجز زنا کے پوری نہین کرسکتی۔ ادہر مرد اپنی کارروائی بجز زنا کے نہین کرسکتا۔
وید کے نزدیک بھی لڑکیان گویا اولاد نہین۔ نہ کسی وقعت کے قابل۔

(۱) وہ منوجی مہاراج ما فرماتے ہین کہ اگر کوئی عورت صرف لڑکیان پیدا کرتی ہو تو گیارہوین
سال مرد دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لیوین۔
اگر لڑکیان اولاد اور وارث سمجھی جاتی اور کسی قابل ہوتین تو نرینہ اولاد کے لیے
نیوگ کا کیون حکم ہوتا۔
(۲) پرویدمین لکھا ہے کہ اگر عورت بدزبان ہو تو اوسکی اصلاح وغیرہ نہ کرے۔ نہ درگذر کرے
بلکہ فوراً بیوفا ہو کر کسی دوسری عورت سے تعلق کر لے۔ اسکے حقوق پر کچھ بھی خیال نکرے
اور پھر یہ کہ نیوگ اور بواہ صرف اولاد کے لیے ہی ہے اور کچھ حقوق
وتعلقات نہین ہین۔
(۳) اور منو کے دھرم شاستر مین لکھا ہے کہ بدفعلی عورتون کی جبلی عادت ہے۔
اسواسطے کہ دیکھنے والا یون کہ کر خاموش ہو رہے کہ اس عورت کے پیٹ مین اگر نطفہ قرار
پا گیا تو اسکا خصم اسکو پاک کرے اور اگر نطفہ نے قرار نہین پکڑا تو حیض کا خون آتے ہی
وہ آپ ہی پاک ہو جاوے گی۔ گویا عورتون کی عفت وعصمت کچھ خیال
ہی نہین کی گئی۔
(۴) رات دن عورتون کو شوہر وغیرہ کے وسیلے سے بے اختیار کرنا مناسب ہے
جو عورت بکھیون مین لگی ہے اوسکو اختیار مین رکھنا چاہیے (منو ۹/۲)
(۵) لڑکپن مین باپ اور جوانی مین شوہر اور بڑہاپے مین بیٹا عورتونکی حفاظت کرے
کیونکہ عورتین خود مختار ہونے کے قابل نہین ہین (منو ۹/۳)
(۶) تھوڑی صحبت سے بھی عورتونکی حفاظت کرنے چاہیے عورتین غیر محفوظ رہنے سے
دونون کل (خاندان شوہر وخاندان والد) کو رنج ہو جاتی ہین (منو ۹/۵)
(۷) جس قسم کے مرد کا استعمال عورت کرتی ہے ویسا ہی بیٹا پیدا کرتی ہے اس لیے
اولاد پاک ہونیکے لیے حتی المقدور عورت کی حفاظت کرنی چاہیے (منو ۹/۹)
بخلاف اسکے ہمارے مذہب مین عورتونکے حقوق کو مثل مردون کے قرار دیا ہے
اسلام نے حقوق نسوان کیسے مصنفانہ حکیمانہ اور فطرت نسوان کے موافق قائم کئے ہین
جسکے برابر دنیا کی کسی کتاب مین نہین۔
قرآن مجید مین خدا نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ من عمل صالحا من ذکر او انثی

وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم بما کان یعملون ،، جو شخص نیک کرگیا مرد ہو یا عورت درا نحالیکہ خدا کو مانتا ہو۔ ہم اوسے ایک نئی پاک زندگی عطا فرماوینگے اور اونکے اعلے درجہ کے کامونکی اونکو جزا دینگے۔

پس جبکہ خدا نے صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ کوئی عورت ہو یا مرد جو نیک کام کریگا ہمارے نزدیک برابر ہے اور ہم اوسے ضرور ایک پاک زندگی عطا فرماوینگے تو اب یہ کیسا جھوٹ ہے کہ مسلمان عورتونمین روح کے قایل نہون۔

اور پھر خدا نے سورہ احزاب مین مردون کو عورتون کے ساتھ مساوی طور پر بیان فرمایا ہے ،، ان المسلمون والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والقائمین والقائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ مغفرۃ واجرا عظیما ،، اور اسیطرح کی بیشمار آیتین قران شریف مین مرد و عورت کے حقوق کے مساوات اور دونون کو مرنے کے بعد یکسان اجر ملنے کی بابت مذکور ہین اب رہے مرد کے حقوق عورت پر اور عورت کے مرد پر اسکی نسبت خدا کا یہ پاک ارشاد ہے ،، ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ،، مردون پر بھی عورتونکے ایسے ہی حقوق ہین جیسے کہ عورتونکے مردون پر۔ اور پھر یہانتک کہ اگر تمھین اپنی عورت کی کوئی بات ناپسند آتی ہو تو بھی اوس سے خوش سلوکی کرو۔ اور یون فرمایا ،، وعاشروا ھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ،، اور تم عورتون سے نہایت خوش سلوکی سے گذران کرو اور اونکی کجیون اور بدخلقیون سے بھی درگزر کرو اگر تمکو عورت کی ایک بات پسند آتی ہے تو اوسپر کوئی بات بہتر بھی ہوگی اور ممکن ہے کہ اسمین خدا بھلائی رکھدے یعنے اوسے صاحب اولاد کردے یا اوسمین کوئی اور خوبی ظاہر ہو۔

اور پھر فرمایا ہے کہ ،، ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ،، عورتین تمھارے لیے لباس کے مانند ہین اور تم اونکے لیے بجاے لباس کے ہو۔ اب اس سے بڑھ کر مرد و عورت کے باہم تعلق اور ارتباط و اختلاط اور عزت و حرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے کا

اور کیا طریقہ ہے۔ آپ جانتے ہین لباس کیا چیز ہے انسان کے لیے باعث زیب وزینت عزت وجلال کا موجب۔ انسان کی زیب وزینت سب لباس سے ہے۔ اس استعارہ مین جسمین خدا نے مرد و عورت کو ایک دوسریکا لباس فرمایا ہے۔ ایک دوسری کی عزت وحرمت زیب وزینت حقوق وغیرہ سب آگئے۔ کیونکہ ساری دنیا لباس کو اپنے لیے زینت عزت وحرمت اور اظہار جاہ وجلال کا باعث خیال کرتی ہے۔ اور کوئی شخص بغیر لباس کے ننگا پھرنا نہین چاہتا بغیر لباس کے کچھ اوسکی عزت نہین ہوتی اور لباس سے جسطرح سے جسمانی راحت وآسایش ہے اوسیطرحسے عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے راحت وآرام ہونا چاہیے۔ اور ان سب سے بڑھکر یہ ہے کہ خدا نے سورہ روم مین عورت ومرد کے اخلاص کو اپنی رحمت وقدرت کا نشان بیان فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے "و من ایاته ان خلق لكم من انفسكم ازواجا لتسكنوا اليها وجعل منكم مودة ورحمة ان في ذلك لايات لقوم يتفكرون" اور خدا کی قدرت کے نشانون مین یہ ہے کہ اوسنے تمھین سے تمھارے لیے بیویان بنائین۔ تاکہ تم اونسے چین حاصل کرو۔ اور اوس نے تمھارے درمیان اخلاص محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس سیامین اون لوگونکے لیئے جو خدا کی آیات مین فکر کرتے ہین ایک بڑا نشان قدرت ہے کہ کس طرح بیگانے مرد اور بیگانی عورتمین سچا اخلاص پیدا کردیتا ہے۔

اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی رو سے عورت اپنے مال کی جدا مالک قرار پائی ہے۔ اور مرد جدا۔ قرض داری مین مرد کے عورت کا مال قرق نہین ہوسکتا ہے اور نہ عورت کے قرضہ مین مرد کا۔ ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنی جائیداد کا مالک ہے عورت جدا تجارت کرسکتی ہے۔ زراعت کرسکتی۔ اپنے مال کو جسطرحسے چاہے بڑھا سکتی ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے "للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن" مردونکے لیے اونکی کمائی کا حصہ ہے اور عورتون کے لیے اونکی کمائی کا یعنے مرد اپنی کمائی کا مالک ہے اور عورت اپنی کمائی کی۔ اور پھر عورت ہر جگہ برابر میراث مین ترکہ کی وارث قرار دی گئی ہے اولاد کے ساتھ اوسکو بھی حصہ ملتا ہے۔ ہان بوجہ گھر کے مالک حاکم اور اہل سیاست ہونے کے مردون کو عورتون پر ایک قسم کی ترجیح ہے۔ اور عورت کو حکم ہے کہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ جو ہر ایک مذہب مین ضروری

اور فطرت کے موافق ہے کیونکہ دو شخص گھر کے حاکم اور مالک نہین ہو سکتے - مرد اگر گھر کا بادشاہ ہے
تو عورت اوسکی وزیر - لیکن حقوق معاشرت مین دونون مساوی ہین - البتہ مرد کا معاشرہ مین
کسیقدر عورت سے زیادہ درجہ ہے جیساکہ خدا فرماتا ہے ؎ وللرجال علیهن درجة ،، مرد و نکو
عورتو پر ایک قسم کا درجہ ضرور ہے انجیل مین بھی ایساہی عورتون کو مردون کی تابعداری کرنے کا
حکم ہے اور مرد کو عورت کی تابعداری کرنے کا حکم نہین ہے بلکہ صرف محبت کرنیکا حکم ہے دیکھو
(متی ۵/۲۲) اسطرح مردون کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتون کو حکم نہین ہے (افرنتی ۱۴/۳۴) -
(اتمطاؤس ۱۱/۱۲) علاوہ اسکے آجکل عورتون کو مردونکے برابر رکھنے کا بہت زور
لگایا جاتا ہے - مگر پھر بھی قدرتی تفاوت دور نہین ہو سکتا - مرد عورت کو بیاہ کر جہان چاہے
لیجاوے - عورت مرد کو جہان چاہے نہین لیجاسکتی -- مرد عورت کو نفقہ دینے کیوجہ سے
اوسپر حاکم ہے اور حق برتری رکھتا ہے - عورت کے لیے ایسا نہین ہے -
پھر خدا فرماتا ہے ؎ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف فالصالحات قانتات
حافظات للغیب ،، پس نیک بخت بیبیان خاوندونکا حکم مانتی ہین اور مردون کے
پیٹھ پیچھے گھر کی رکھوالی اور انتظام کرتی ہین - اور اپنی عصمت کو تھامتی ہین عورت کے
حقوق کی نگہداشت کی اسلام مین یہانتک تاکید ہے کہ وفات کے وقت تک بھی
اس بارہ مین آنحضرتؐ برابر تاکید فرماتے رہے عورت کے حقوق و امتیاز و اختصاص کی اس سے
بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ جناب رسولخدا کی نسل عورت یعنے جناب فاطمہؑ سے ہوئی ہے -
یہ بھی خدا کی ایک حکمت تھی - عرب مین اسلام سے بیشتر عورات کی بڑی خرابی تھی -
اوسکے حقوق وغیرہ کچھ بھی نہ تھے -- اسلام نے پہلے مرد و عورت کے یکسان حقوق معین کیے
اور اونکی تعمیل فرض کی اور عملی طور پر عورتونکی عزت و حرمت کا یہ نمونہ دکھلایا کہ جناب
رسولخداؐ کی نسل بھی ایک عورت کے بطن سے قایم کی - تاکہ تمام دنیا کو معلوم ہوجاوے
کہ مسلمانونمین عورتونکے حقوق و عزت مرد سے کسی صورت مین کم نہین سمجھے جاتے -
یہانتک کہ حضرت سرور کائناتؐ کی نسل سادات ہے ایک عورت یعنے حضرت
فاطمہ زہرا سے ہوئی ہے -
خدا نے قرآن مجید مین عمران کی بیوی کی نذر مین عورت ہی کو قبول کیا -
اور حضرت مریم کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے بجاے لڑکے کے قبول فرما کر دنیا کی

عورتون پر اونھین چن لیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے "فتقبلھا ربھا بقبول حسن" خدا نے اوسے اچھی قبولیت کے ساتھ چن لیا " وان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علے نساء العالمین" خدا نے حضرت مریم کو برگزیدہ اور مقدس ٹھہرایا اور جہان کی عورتون مین چن لیا۔

اور پھر یہ کہ سورت تحریم مین مسلمان مردون کے لیے حضرت آسیہ اور حضرت مریم کو مثالاً بیان کیا ہے۔ اور ایک نمونہ ٹھہرا کر اونکی تقلید کا حکم دیا۔ اس سے بڑھکر اثر فضیلت فضلیت عورات کی اور کیا ہوگی۔

اور آنحضرت کا یہ قول "وہ نہین چھوڑا مینے اپنے بعد کوئی فتنہ جو زیادہ ضرر پہونچانے والا ہو مردون کو عورتون سے" اس سے عورت کی حقارت مقصود نہین بلکہ مردون کو اونکی بیجا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بیدینی کی حد تک پہونچا کر النسا انکے لیے موجب فتنہ ہوجاوے۔ ڈرایا گیا ہے۔ اور تمثیلاً اونکے فریفتہ کرنیکے اثر کی نسبت ایسا کہا گیا ہے۔ یعنے اونکی فریفتگی کا اثر ایک فتنہ ہے جس سے کئی مصیبتین برپا ہوتی ہین یہ ایک تمثیل ہے نہ حقارت۔ صرف اسکے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے امثال و حکمت مین کسی شئے کو اوسکے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ وغیرہ کہدینا یہ کوئی اعتراض کا موجب نہین ہے حضرت مسیح نے خود تمثیلاً مین لوگون کو سور۔ کتا۔ بندر بنایا ہے۔ لیکن کوئی نہین کہہ سکتا کہ فی الواقع انسان سور یا بندر یا کتا ہے صرف اونکے طبایع کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہدیا گیا ہے۔ اسیطرح سے حضرت رسول کریم نے عورت کو "حبائل الشیطان" شیطان کے پھندے" فرمایا ہے تو اس سے بھی اونکی فریفتگی کے اثر کو ان الفاظ سے استعارہ کیا ہے۔ کہ جسطرح انسان کو مکر وحیلہ کے پھندے مین پھنسا تاہے اسیطرح سے عورتونکا حسن ایک قسم کا جادو ہے جسمین انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا۔ پس انسان کو عورتون پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اور عورت اور گھر اور گھوڑے مین نحوست کا ہونا آنحضرت نے فرمایا ہے اوسکے معنی بھی یہی ہین کہ اگر گھوڑا شریر سرکش۔ بد لگام ملجاوے۔ یا عورت نافرمان سخت مزاج نکل آوے۔ یا گھر کی ہوا صحت کے خلاف ہو یا اور کوئی بدی ہو۔ پس یہ حکیمانہ قول ہے اس سے عورت کا بالعموم منحوس ہونا کہان پایا گیا۔

اور عورتون کا زیادہ گنہگار یا دوزخی ہونا۔ یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ اکثر خاوند کی نافرمانی اور ناشکری کرتی ہین۔ پس ایک امر واقع کے بیان کرنے سے کسی فرقہ کی توہین مقصود نہین ہوتی ہے بلکہ اونکو متنبہ کرنا ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ انسان بڑا سرکش ہے بشر بڑا خطا کار ہے تو اس سے اوس کی توہین مقصود نہین ہوتی بلکہ ایک امر واقعی کا اظہار اور سرکشی وگناہ سے انذار ہے ہان بیبل مین عورت کو گنہگار ضرور کہا گیا ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ آدمؑ نے آپ نہین کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ مین پھنسے (تمطاوس ۲/۱۴) اور پھر عورت کی تحقیر مین یہانتک مبالغہ کیا گیا ہے کہ اوسکے پیٹ سے نکلنے والے انسان کو بھی ناپاک اور ناراست باز کہا گیا ہے جیسا کہ (ایوب ۱۵/۱۴) مین لکھا ہے کہ کہ انسان کون ہے جو پاک ہوسکے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے کیا ہے کہ صادق ٹھہرے ۔۔ اور عورت کی نجاست اور ناپاکی مین یہانتک غلو کیا گیا ہے کہ ارشاد ہوا کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔

شرع محمدی مین عورت کی حیثیت انگلستان کی عورتونکی حالت سے بہتر و برتر ہے جبتک وہ ناکتخدا رہتی ہے اپنے مان باپ کے گھر مین رہتی ہے اور جب تک نابالغ رہتی ہے کسیقدر اپنے باپ کے یا اوسکے قایم مقام کے اختیار مین رہتی ہے جونہین وہ بالغ ہوجاتی ہے تمام حقوق شرعی اوسکو حاصل ہوجاتے ہین جو بالغ و رشید انسان کو ملنے چاہین وہ اپنے بھائیونکے ساتھ مان باپ کے ترکہ مین حصہ پاتی ہے اور اگرچہ بیٹے اور بیٹی کے حصہ مین فرق ہے مگر یہ فرق بھائی اور بہن کے حالات کا منصفانہ لحاظ کرکے رکھا گیا ہے۔ شادی کے بعد بھی اوسکی تشخیص مین کچھ فرق نہین آتا اور وہ ایک جداگانہ ممبر یعنے شریک سسائٹی کی باقی رہتی ہے اور اوسکا وجود اوسکے شوہر کے وجود کے ساتھ آمیختہ نہین ہوجاتا اوسکا مال اوسکے شوہر کا مال نہین ہوجاتا بلکہ اوسکا مال اوسی کا رہتا ہے اور وہ ایک ذاتی حق اپنی ملکیت مین رکھتی ہے۔ وہ اپنے قرضدار و نیز علانیہ عدالت مین نالش کرسکتی ہے اور کسی ولی کو شریک کرنے یا اپنے شوہر کے نام سے نالش کرنے کی ضرورت نہین رکھتی جب وہ اپنے باپ کے گھر سے اپنے شوہر کے مکان مین جاچکتی ہے تب بھی اوسکو سب حقوق شرعی وہی حاصل رہتے ہین جو مردون کو حاصل ہین۔ تمام مواجب وحقوق جو ایک عورت اور زوجہ کو حاصل ہونے چاہین اوسکو صرف مروت وخلاق کے

روسے نہین حاصل ہین جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ نص قرآن کے بموجب حاصل ہین - وہ اپنی
جائداد کو بلا اجازت شوہر منتقل کرسکتی ہے اور وصیت کرسکتی ہے - وہ اور ونکی جائداد
کی منتظمہ اور وصیہ مقرر ہوسکتی ہے اور اوقاف کی متولیہ بھی مقرر ہوسکتی ہے -
معاہدہ نکاح سے مرد کو عورت کی ذات پر اوس سے زیادہ اختیار نہین حاصل ہوجاتا جتنا
شرع مین لکھا ہے اور اوسکے مال واسباب پر تو مطلق اختیار حاصل نہین ہوتا زوجہ مسلمہ
اپنے شوہر کے گھر مین اون سب حقوق پر قابض رہتی ہے جو شارع ؑ نے اوسکو بطور ایک ذمہ دار
ممبر یعنے شریک سوسائٹی کے عطا فرمائے ہین - اوسپر جداگانہ اور بلا شرکت غیر نالش
ہوسکتی ہے - وہ بلا واسطے امین یا ولی جائداد لے سکتی ہے اور ایک خاص حق اپنے
شوہر کی جائداد مین رکھتی ہے جو قبل وقوع نکاح کے طے ہوجاتا ہے اوسکے حقوق مادری
کا تسلیم ہونا خاص خاص ججون یا قاضیون کے نازک مزاجی پر موقوف نہین ہے وہ اپنی
شوہر سے معاہدہ کرکے درصورت خلاف ورزی معاہدہ اوسپر نالش کرسکتی ہے
جو کچھ وہ اپنی محنت ومشقت سے کماتی ہے اوسکو اوسکا فضول خرچ شوہر اوڑا ڈال نہین
سکتا اور نہ کوئی بیرحم وسنگدل شوہر بلا خوف سزا الہی زوجہ کو زدوکوب کرسکتا ہے
ایک مورخ کا قول ہے "البتہ ممکن ہے کہ ایشیا مین بھی امریکہ کی طرح پوشیدہ ظلم
ہوتا ہو مگر مسلمان شوہر کو اپنی زوجہ پر زیادتی کرنے کا حکم شرع محمدی مین کہین نہین
لکھا ہے اگر وہ گناہ کرتا ہے تو اوسکو گناہ سمجھکر کرتا ہے اور اپنے دلمین عذاب آخرت
سے ڈرتا ہے - جب کوئی شخص اپنے حرم پر کوئی ظلم کرتا ہے گو وہ ظلم کیسا ہی خفیف
ہو تو وہ خوب جانتا ہے کہ مظلوم کا انتقام لینے کے لیے قاضی صاحب موجود ہین"
(مبور رتھ ڈکسن صاحب کی تاریخ امریکا ملاحظہ ہو) یہی مورخ پھر لکھتے ہین "ہمارے عام
قانون کے بموجب زوجہ شوہر کے اختیار مین بالکل آجاتی ہے یہانتک کہ جو عورت
شادی کے وقت گرجا مین نوجوان اور حسین اور متمول آئی تھی وہ عورت اپنے شوہر
کی جور وجفا سے جسکے مکافات قانوناً کچھ نہین ہوسکتے چند سال کے بعد گرجا سے ذلیل
وخوار نحیف وزار اور مفلس ہوکر نکلتی ہے" تمام تاریخ اسلام قیامت تک اون لوگونکی
تکذیب کو موجود ہے جو کہتے ہین کہ شرع محمدی مین عورتونپر نہایت سختی ہے قرآن مجید
نے عورتونکی حالت مین انقلاب عظیم پیدا کردیا ہے - اور مشرقی قانون سازی کی

تاریخ مین مرد و عورت مین مساوات کا اصول اول مرتبہ تسلیم کر لیا گیا ہے اور عمل مین
لایا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہے "عورتون کو اپنے شوہرون سے ویسا ہی سلوک
کرنا چاہیے جیسا اونکے شوہرون کو اونکے ساتھ کرنا چاہیے (سورہ بقر آیہ ۲۲۸) اس
آیہ کریمہ کی تائید خود رسول خدا نے اوس خطبہ بلیغ مین فرمائی ہے جو حجۃ الوداع کے بعد
آپنے جبل عرفات مین فرمایا تھا۔ آپ فرماتے ہین ایہا الناس تمھارے حقوق تمھاری
بی بیون پر ہین اور تمھاری بی بیون کے حقوق تم پر ہین " اس ارشاد کے مطابق شوہر
و زوجہ مین مساوات تمام تعلقات و انتظامات خانگی کا اصل اصول قرار دیا گیا ہے
اور طرفین کو تاکید کی گئی ہے کہ تعلق زوجیت مین ایک دوسرے سے وفاداری کرے
اور بیوفائی کے نتائج شوہر و زوجہ دونون کے حق مین ایک ہی رکھے گئے ہین مرد
اور عورت دونون کو عفت اور پاک دامنی کا حکم ہے شوہر پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ
کو نفقہ دے زوجہ کے نفقہ مین ہر چیز داخل ہے جو اوسکے گذارہ اور راحت سے
متعلق ہے کھانا کپڑا امکان وغیرہ اور یہ سب زوجہ کے خاندانی مرتبہ کے موافق
مہیا کرنا چاہیے۔ ہان البتہ جب زوجہ اپنے شوہر کے گھر کو بغیر کسی سبب معقول کے
چھوڑ دے تو وہ نفقہ کی مستحق نرہے گی اور اگر شوہر کی زیادہ بدسلوکی سے گھر کو
چھوڑا ہو تب بھی وہ نفقہ کی مستحق رہے گی یا حج واجب کے واسطے شوہر کے
گھر سے چلی گئی ہو تب بھی نفقہ کی مستحق ہے شوہر کی ذمہ داری نفقہ دینے کی کل مدت
عدہ مین بھی باقی رہتی ہے شوہر و زوجہ کی سکونت کے بارے مین بھی شریعت
اسلام رومیون کے قوانین پر گوئی سبقت لیگئے ہے۔ یہودی شریعت مین
جو عورت اپنے خاوند کے ہمراہ جانے سے انکار کرتی تھی جہان کہین وہ اوسکو لیجانا
چاہتا تھا تو اوس عورت کا مہر ساقط ہو جاتا تھا اور جو چیز وہ اپنے مان باپ کے گھر سے
لائی تھی وہ ضبط ہو جاتا تھا اور اوسکے تمام حقوق شرعی زائل ہو جاتے تھے رومیونکے
قانون کے بموجب زوجہ شوہر کے ہمراہ بے عذر چلی جاتی تھی اور زرا بھی مجال انکار
نہ رکھتی تھی یہی اصول اس زمانہ کے قانون انگلستان مین نقل ہو آیا ہے۔
مجموعہ قوانین نپولین (آرٹیکل ۲۱۴) مین لکھا ہے کہ عورت پر فرض ہے کہ اپنے
شوہر کے ساتھ رہا کرے اور جہان وہ رہنا چاہے اوسکے ہمراہ چلی جاوے اس

یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاہے وہ مقام کیسا ہی مخدوش ہو عورت مجال انکار نہین رکھتی ہے
مگر شرح محمدی مین اکثر اصولون مین عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اوسکے خاوند نے جو مقام
سکونت پسند کیا ہو اوسپر اعتراض نکرے غرضکہ اسلام مین جسقدر حقوق نسوان کا لحاظ ہے
کسی شریعت وملت مین نہین ہے ہان البتہ وہ مساوات جسکے لیے آپ حضرات نیچری
جان پر کھیلے ہوے ہین اور جس مساوات کی حمایت مین سرگرم ہین وہ آپ ہی کو مبارک
ہو اسلام ہرگز اوس مساوات کو جائز نہین رکھتا اور بالکل بے حیائی اور بدتہذیبی
اور بے غیرتی سمجھا ہے یعنے پردہ کی آزادی مثل مردون کے۔ یہ آپ ہی کو مبارک ہو
خداوند کریم مسلمانون کو ہمیشہ اس سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

(پردہ)

پردہ کے دستور کی برائیان بہت کچھ سُنی جاتی ہین جسکے سبب سے عورتین مردونکی
مجالست سے خارج ہو گئین۔ اور بہت کچھ خیالی گھوڑ دوڑ اسلامی عورتون کی اس
غم انگیز حال پر کی گئی ہے۔ اور بہت سے اعتراض ہوتے ہین جنکو ہم بیان کرتے
ہین (پہلا اعتراض) عورت ومرد دونون افراد انسانی ہین۔ اور انسانی آزادی مین
دونون مساوی ہین۔ پھر کیا وجہ خلاف انصاف مرد کو پردہ سے آزاد کیا جاوے
اور عورت قید کیجاوے۔

(جواب) ہرگز مرد پردہ سے آزاد نہین بلکہ جسطرح سے عورتونکو مردونسے پردہ کا حکم ہے
اوسی طرح سے مردون کو عورتون سے۔ ضرور زن ومرد پردہ مین مساوی ہین عورت
ومرد دونون کی آزادی عقل صحیح روکتی ہے پس اب نہ خلاف انصاف ہوگا نہ خلاف
عدل۔ عام اس سے کہ پردہ مین حسن ہو یا قبح ہو زن ومرد دونون اس حکم مین
مساوی ہین۔ مگر مرد کو کسب معیشت وپرورشِ اہل وعیال کیوجہ سے خانہ نشینی
ناممکن ہے اس بنا پر اُسکو آزاد کیا گیا ہے اور عورت کو خانہ نشین بنایا ہان جو عورات
لاوارث ہین اور کوئی شخص اونکا ہمدرد نہین ہے کہ کاروبار وا ونکا امانت ودیانت
سے کرے اوسوقت ان عورتون کو عقل وشریعت اجازت دیتی ہے کہ مثل مردون کے
باہر نکلین لیکن پردہ ضرور مدنظر رہے یہ شریعت کا حکم ہے جسمین مرد وزن برابر ہین
اب اگر تمکو عورت کی روٹی کھانا پسند ہو اور گھر مین بیٹھ سکو اور تمام دنیا کے مرد

پردہ نشین نبجاوین تو اوسوقت عورت کو اجازت ہے کہ وہ خود بازار وغیرہ پھرے اور جو امور اسوقت مردون سے متعلق ہین اونکو انجام دے۔ عورتونکا بازارونمین پھرنا ممنوع نہین ہے بلکہ یہ ہے کہ عورت و مرد مین پردہ ہو اور یہ نہین ممکن ہے پورے طور پر مگر جبھی کہ ایک ان دونومین سے خانہ نشین بنایا جاوے۔

اور چونکہ مردونکا خانہ نشین ہونا ناممکن ہے اور عورتونکا کسب معیشت کر کے مرد کو واجب النفقہ بنانا مرحج ظلم اور خلاف عقل ہے اسوجہ سے شریعت نے اور نیز عقل نے مرد کو آزاد بنایا اور عورت کو پردہ نشین ثبوت ہمارے دعوے کا بچند وجوہ ہے۔

(۱) انسانی فطرت مقتضی اسی کی ہے کہ وہ دوڑا دوڑا پھرے قیام و سکون اوسکی جبلت مین نہین ہے۔ بعد طوفان حضرت نوحؑ کے انسان کی حالت کو نظر کرو کہ خوانخواہ کس طرح سے دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور ایکدم ایک مقام پر کسیکو قیام نہ تھا۔ اس سے بھی قطع نظر کرو تعلق حیوان پر نظر کرو جسکی ایک نوع انسان ہے۔ جملہ حیوانات کو کہین قرار نہین ہوتا۔ پس مقتضائے طبیعت بشری یہی ہے کہ وہ کہین تسلی سے نہ بیٹھے۔ بشریت مین اگرچہ زن و مرد مساوی ہین لیکن مرد مین بہ نسبت عورت کے یہ مادہ زیادہ ہے فطرتاً دو اسواسطے کہ مرد مین تولید خون زیادہ ہوتی ہے۔ اور عورت مین اگرچہ تولید خون مثل مرد کے ہونا تسلیم بھی کرلین لیکن عورت کا خون حیض و نفاس کے ذریعہ سے خارج ہوتا رہتا ہے بچہ کی ساخت مین صرف ہوتا ہے شیر بنکر پستان سے خارج ہوتا ہے۔ بخلاف مرد کے۔ اسکے جسم مین جسقدر تولید ہوتی ہے اوسکے اخراج کا کوئی ذریعہ نہین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرد سخت و درشت متحمل و پر طاقت بہ نسبت عورت کے ہوتا ہے" بہرحال افراط خون ازدیاد حرارت کا موجب ہے اور ترقی حرارت سے تلون طبع کا ہونا بھی خلاف عقل نہین اور یہ تلون طبع تسلی کے ساتھ انسان کو ایک جگہ مقیم رہنے کا مانع ہے۔ پس جب مرد کی فطرت مقتضی پھرنے پھرانے کی تھی تو اوسکو خانہ نشین بنانا اسپر نہایت ظلم ہے اور ہرگز یہ متحمل خانہ نشینی کا نہین بخلاف عورت کے۔ اسوجہ سے خدا نے اس تلون طبعی سے مرد کے وہ اچھے اچھے کام لیے جو باہر نکل بیٹھ اور چل پھر سے متعلق ہین۔

(۲) عورت کا حاملہ ہونا لڑکا جننا دودھ پلانا اولاد کا پالنا خانگی انتظام کرنا اور کسب معیشت کی بھی تکلیف ڈالنا اسپر او سپر ظلم ہے اور ہرگز عورت ان صعوبتونمین مبتلا ہو کر صحیح و سالم

نہین رہ سکتے ضرور اوسکی ہلاکت کا خطرہ ہے اور قطع نظر اسکے ایک وقت یہ امور جمع بھی نہین ہو سکتے زچائیت کی حالت مین خواہ نخواہ مرد کو گھر سے نکلنا پڑے گا۔ پھر پہلے ہی سے مرد کیون نہ باہر نکالا جاوے۔

(۳) خدا ارشاد فرماتا ہے ''الرجال قوامون علے النساء'' مردون کو فطرت نے عورتون پر صاحب اختیار پیدا کیا ہے۔ مرد کو اپنی قوت و توانائی سے اختیار ہے کہ جسقدر چاہے کما کر لاوے اور بال بچون عورتون پر تقسیم کرے اور جسقدر چاہے اپنے واسطے اندوختہ کرے۔ عورت اگر کمانے دھمانے کے واسطے ہوتی تو وہ ہرگز یہ نہ کر سکتی بلکہ مرد اوس سے ہاتھ مروڑ تروڑ کر چھین لیا کرتا اور عورت پھر بیکار محض مفلس و نادار رہ جاتی یا یہ کہ بیزار ہو کر کمانا چھوڑ دیتی پھر مرد کو نکلنا پڑتا۔ اور یہ امور اسوجہ سے ہوے کہ مرد بہ نسبت عورت کے توانا ہے اور جو شخص صاحب قوت و اختیار ہوگا وہی حکومت کے واسطے سزاوار ہے قوی کبھی ضعیف کی حکومت نہ سنے گا پس مرد عورت کا محکوم ہرگز نہین رہ سکتا آخر مین اسکا نتیجہ یہ ہوگا جبکہ عورت ہی کی کمائی کی عادت ہوگی کہ جسطرح سے انسان اسپ۔ دگاو وخر سے زبردستی کام لیتا ہے اوسی طرح صبح ہوتے ہی عورتونکی ہنکائی ہوتی اور کسب معیشت و کاروبار کے واسطے مثل بیلونکے جوتی جاتین جو موجب اونکی ہلاکت کا ہوتا۔ کیا انصاف و عدل ہے خداے پاک کا کہ اوسنے عورت ضعیف البنیان کے لیے مرد کو مسخر فرما کر کسب معیشت کے واسطے مقرر کیا یہ مصلحت خداوند کریم کی لائق صلوات ہے اللھم صلی علے محمد و آل محمد۔۔۔

(۴) مرد کے خانہ نشین ہونے اور عورت کے نکلنے سے انتظام عالم مین برہمی ہو جاتی اسلیے کہ بہت سے امور ہین کہ جو مرد ہی کے شایان اور عورت کے اختیار سے باہر ہین مثل جنگ و بیگار تعمیر عمارات حمالی وغیرہ اور اکثر ایسے امور ہین جنمین عقل کامل اور قوت دماغی پوری خرچ کرنی پڑتی ہے۔ جو کہ عورت مین اصول علم و فیسولوجی ۱۸ اور وو فرنیالوجی ۱۸ کے رو سے بہ نسبت مردون کے بہت کم ہے لہذا حکمت الٰہی اسی کی مقتضی ہوئی کہ مرد چونکہ درشت اور طاقت ور اور بنظر اعضاے جسمانی و قواے نفسانی کامل تر ہے۔ لہذا اسکو سخت کام سپرد کیا جاوے اور خانگی امور کا بندوبست عورات کرین اور جو کام گھر کے بیٹھنے سے انجام پاتے ہین وہ عورت سے

متعلق ہون مثل پرورش اطفال اونکی نگرانی تازمانہ صغرسنی یہ اصول کیا عدالت سے بھرپور ہے
(۵) فطرت عورت کی مقتضی نہین کہ وہ اون کامونکو انجام دے سکے جو مرد کے ہاتھ سے ہوتے ہین - اس از مانہ کو جانے دو خلقت انسان کے وقت کیسے نظر کرو - عورت بھی مثل مرد کے انسان ہے مگر ہمیشہ سے یہ ناقابل اون امور کے ہے جو مرد کی قابلیت سے ظہور مین آتی ہین اگر عورت مین بھی مثل آپکے مادہ ترقی و قابلیت فطری ہوتی تو کیا آپ اوسکو روک بھی سکتے تھے ابتدائے آفرنیش انسان سے اسوقت تک بہت زمانہ ترقی کا گذرا ہے - جس طرح سے خود بخود آپکی طبیعت مین کاروکسب معاش کی امنگ پیدا ہوگئی اسیطرح سے عورت کی فطرت بھی اگر اسکی مقتضی ہوتی تو پہلے ہی سے مثل مرد کے وہ بھی کماؤ اور کارکن ہوتی - اوسوقت آپ کہ سکتے ہین کہ شریعت اسلام نے عورت کو پردہ بٹھلایا - ہم پوچھتے ہین کہ جب کوئی شریعت لونکو روکنے والی نہ تھی اوسوقت بتائے کہ عورت عادتاً مرد کو کماکر کھلاتی پلاتی تھی - یا مرد عورت کو - ہمیشہ سے مرد قوام اور سرپرست عورت کا سمجھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ فطرتی اقتضا ہے جسکو ہماری شریعت نے بحکم دیگر ظاہر فرما دیا - مرد پر عورت کا نان و نفقہ واجب کرکے اسکو عورت کا کارندہ قرار دیا - دیکھیے ہمیشہ سے مادہ ترقی اور قابلیت ذاتی جسقدر مرد مین ہے اوسکا عشر عشیر بھی عورت مین نہین ہے جس کام کو دنیا مین آپ پیش کرین اوسمین ہم مرد کی قابلیت کو بیان کرکے دکھانے کو موجود ہین ایک اسی امر کو دیکھیے ہر ملت و مذہب مین ہادیان قوم وریفارمر ومصلحان و واعظان مرد ہے گذرے ہین عورت اس امر مین بھی ناقابل رہی ہے - پس جسکی فطرت ناقابل ہو کیونکر آپ اوسکو مرد سے زیادہ قابل بنا سکتے ہین ع ہر کسے را بہر کارے ساختہ -

اب اگر آپ پردہ کی ضرورت پوچھتے ہین تو اوسکو ہم آیندہ بیان کرینگے -

(دوسرا اعتراض) پردہ پر یہ ہے کہ حفظان صحت کے قاعدہ سے عورت ہوا خوری کی زیادہ محتاج ہے اسلیئے کہ یہ نسبت مرد کے زیادہ نازک ہے -

(جواب) یہ ہے کہ محتاج ہوا خوری وہ ہے کہ دن بھر کسب معیشت مین تعب اوٹھاوے محنتہائے شاقہ سے گھبراکر کثرت کاروبار سے دل تنگ اگر مکان مین بیٹھی - اب چونکہ خالی ہے اور کوئی کام اوسکو نہین رہا ہے تو سیر و سپاٹا تفریح اسکے لیے ضروری ہے عورت کو ہرگز اسقدر کاروبار نہین جس سے وہ مشقت و تعب مین مبتلا ہو اور اوسے ضرورت

ہواخوری کی ہو۔ کیا ہماری ہندوستانی عورت سے کچھ زیادہ آپکی یورپین سیاح عورتین صحیح
وتندرست ہوتی ہین ہرگز نہین باوجود اس گوشہ نشینی کے کوئی صحت مین خرابی نہین ہوتی
ہے کیونکہ وہ عادی گوشہ نشینی کی ہین۔ باوجودیکہ میم صاحبہ صبح وشام ٹمٹم پر خواہ فقط ولایتی
کاٹھی پر اور کبھی بائی سیکل پر سیر وسپاٹا کرتی ہین غذا مین اون گوشتون کا استعمال ہے
جو سب گوشتون مین قوی تر ہوتا ہے شراب کا بھی استعمال رہتا ہے۔ باوجود ان سب
حفظان صحت کے طرق برتنے کی پھر بھی کسیطرح سے یوریشین سے یورپین زیادہ صحیح وتوانا نہین
ہوتی ہین ابھی نئے تہذیب یافتہ لوگون نے ہندوستانی عورت کو گاؤ گجراتی کا لقب
عطا کیا ہے پھر آپ ہی انصاف کرین کہ مِی[1] مین کہین قوت وتوانائی مین گاؤ گجراتی کا مقابلہ
کر سکتی ہین ہرگز نہین یہ آپکا محض دھوکا دینا ہے ہرگز عورت کو حفظان صحت مین سیر وسپاٹے
کی ضرورت نہین ہے اور کسی مرض کے علاج مین انحصار اسی سیر وسپاٹے پر ہو تو واجبی پردہ
کے ساتھ بوقت ضرورت اونکے واسطے بھی منع نہین ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ عادت جسکو
حکیم طبیعت ثانیہ کہتے ہین۔ جبکہ عورت کو ابتداے عمر سے خانہ نشینی کی عادت ڈالی جاوے
اور گھر مین پردہ سے رہنے کی وہ عادی اور خوگر ہو جاوے جب سے وہ ہوش سنبھالین گھر مین
رہنا اور پردہ کرنا دل ودماغ عقل اور خیال اعضاے بدنی سب اسکے مشاق ہو جاوین
اپنے کو بھی ہمیشہ خانہ نشین دیکھین۔ مان بہن خالہ پھوپھی اور تمام کنبہ کو بھی
پابند اسی رسم کا پاوین تو اگرچہ براہ فطرت خانہ نشینی انکو ناگوار بھی ہو
لیکن عادت سے دوسری طبیعت پیدا کر دینے سے اونکو پردہ نشینی ہرگز
ناگوار نہ ہوگی بلکہ اسکے خلاف بے پردگی کمال ناگوار ہوگی اور ترک
عادت سے بنظر قواعد حفظان صحت جو خرابیان پیدا ہوتی ہین وہ بے پردگی اور ہواخوری مین
پیدا ہونگی ،، والعادۃ طبیعۃ ثانیۃ ،، عادت کے خلاف ہر امر مین نقصان ومضرت ہے
یہی دیکھو بعض فلاسفر تو اسی کے قائل ہین کہ جو کچھ دنیا مین ہو رہا ہے سب عادت ہی سے
ہوتا ہے۔ دراصل نہ کھٹا ہے نہ میٹھا ہے۔ نہ مزہ دار نہ بدمزہ۔ نہ بو نہ خوشبو کچھ نہین
سب کا مدار عادت پر ہے۔ اگرچہ یہ قول بالکل خلاف عقل ہے تاہم عادت سے ضرور
آثار بدل جاتے ہین پس جبکہ ہماری عورتونکو پردہ داری کی کمال عادت ہے تو ضرور انکو

[1] نوٹ – مے مین محاورہ ہند مین بکری کو بھی کہتے ہین ۱۲

خانہ نشینی سے کوئی مضرت نہین ہوسکتی بلکہ ہوا خوری موجب نقصان ہوگی اور خلاف قاعدہ حفظان صحت۔

(تیسرا اعتراض) تدبیر خانہ داری اور حکمت منزل محتاج تجربہ پر ہے اور تجربہ بدون سیر و سیاحت کے ناممکن ہے پس پردہ نشینی سے کار و بار خانگی مین ابتری ہوتی ہے۔

(جواب) یہ ہے کہ عورتونسے گھر کا وہ کام متعلق نہین ہوتا ہے جسمین زیادہ تجربہ کی ضرورت مثل مردون کے ہو۔ کھانا۔ پکانا۔ سینا۔ پرونا۔ مرد کے مال کی حفاظت۔ بچون کا پالنا یہی کام اسلامی عورتونسے متعلق ہین۔ ان کامون مین ہرگز زیادہ تجربہ کاری کی ضرورت نہین ہے۔ ہم امور خانگی مین پردہ نشین عورت کو ایسا واقف و ماہر دیکھتے ہین اور اونکو اپنی ہمجنس عورت کی صحبت سے ایسی اگاہی اپنے امور مین ہوتی ہے کہ کوئی ضرورت سیر سیاحت کی باقی نہین رہتی اور کسی امر مین خلاف تجربہ کوئی امر عورت سے ظہور مین آتا ہے تو ایک تجربہ کار اُستاد یعنے گھر کا مالک (مرد) ہر وقت اوسکو تعلیم دے سکتا ہے اور اپنی دور و دراز کے تجربون پر گھر بیٹھے عورت کو مطلع کرسکتا ہے پس ہرگز عورت کو بغرض تجربہ سیر و سیاحت کی ضرورت نہین ہے۔

(چوتھا اعتراض) پردہ نشینی پاکدامنی کو عورت کے روکتی ہے اسلیے کہ انسان جس بات سے روکا جاتا ہے اوسکے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے۔

(جواب) یہ عجب بات ہے اگر یہ کلیہ ہے تو فطرت کو ہرگز یہ لازم نہین کہ کوئی قانون جرائم سے روکنے کے واسطے مقرر کرے۔ نہ ریفارمرون مصلحان قوم کو وعظ و لیکچر سے عام خلایق کو کسی بری بات سے روکنا چاہیے۔ تمام قوانین ملکی و اخلاقی و طبی لغو و بیکار ہوجاوین۔ ایسا ہرگز نہین ہے بلکہ اصلاح کا قانون اسواسطے ہے کہ وہ خواہش حیوانی اور حرص بیجا کو روکے۔ بلکہ یہ بھی خیال کرنا لازم ہے کہ جسطرح سے آدمی از راہ جہالت جس امر سے منع کیا جاوے اوسپر حریص ہوتا ہے اوسی طرح سے فطرتی امر انسان کا یہ ہے کہ اپنی بہبودی اور عزت کی جو بات ہو اوسکا بھی حریص ہو۔ اور چونکہ عورت کے واسطے حفظ آبرو اور نگہداشت عزت خاندانی کی ایک بہبودی اور عزت کی بات ہے جو پردہ مین بخوبی ہے پس ضرور ہے کہ عورت اسکا خیال کرکے حریص عزت کی ہو اور وہ پاک دامنی کا سبب ہوجاوے۔

علاوہ اسکے پردہ مین رہنا محض تحفظ عصمت وعظمت ہے کے واسطے نہین ہے بلکہ دیگر امور بھی شامل ہین مثل اعزاز خاندانی اور انتظام امور خانگی وپرورش اطفال وغیرہ کے۔

(پانچوان اعتراض) سزا دیہی بعد صدور جرم ہوتی ہے پس عورتون کو حبس دوام کی سزا قبل ارتکاب جرم کیون دیجاتی ہے۔

(جواب) اسکا یہ ہے کہ خانہ نشینی سے اونکی بیحرمتی یا کسی قسم کی اذیت پہونچانا۔ یا یہ کہ اونکی جانب بیجا بدگمانی کرکے اس پابندی کا التزام کرانا اگر مقصود ہوتا او سوقت یہ اعتراض صحیح ہوتا۔ اور پردہ نشینی سزا جرایم کی قرار پاتا۔ ایسا ہرگز نہین ہے بلکہ پردہ کے جو فوایدہین اونکے لحاظ سے یہ رسم جاری کیا گیا ہے نہ اسمین کوئی اذیت ہے عورت کے واسطے بلکہ موجب خوشنودی اور کمال راحت ہے جیسا کہ وہ عورات جنکی تعلیم وتربیت اسی طور کی ہوتی ہے وہ خود پردہ داری کو کمال عزیز رکھتے ہین اور اگر اتفاقاً کسیوجہ سے خادم وخادمہ کی سہلا کاری سے سقہ یا حلال خور یا کسی اجنبی مرد کا سامنا ہوجاتا ہے تو وہ باعفت وعصمت عورتین خود کمال برہم وخفا ہوتی ہین اور اس بے پردگی کو اپنی بے غیرتی کا باعث قرار دیتے ہین پس اسکو قید اور جیل خانہ سے تشبیہ دینے بجز فریب دہی کے اور کیا سمجھا جاوے

وین ہمبر صاحب مورخ جرمنی کا قول ہے کہ مسلمانون مین حرم سرا زوجہ شوہر کے راحت کا گھر ہے غیرون کو حرم مین جانے کی ممانعت اسوجہ سے نہین ہے کہ عورتون کا اعتبار نہین ہے بلکہ اس سبب سے ہے کہ قدیم سے یہی دستور چلا آتا ہے۔ ایشیا کی اعلیٰ قومون (مسلمانون) مین اور یورپ مین جو اعزاز واحترام عورتون کا کیا جاتا ہے اوسکا ثبوت بآسانی مل سکتا ہے زوجہ وشوہر کی باہمی معاشرت اور بے تکلفی قایم رکھنے کے لئیے پردہ کا رسم نکالا گیا ہے جسکو شوہر بیجا نہین اوٹھا سکتا۔ لفظ حرم کے معنی عربی مین عورتون کا کمرہ یا مکان ہے جسکو اہل یورپ غلطی سے عورتونکا قید خانہ سمجھتے ہین۔ زنانہ (جسکو ایرانی اندرون کہتے ہین) کے مقدس حدود کے اندر اہلخانہ کی حکومت ہوتی ہے اوس دائرہ کے اندر شوہر کی کچھ نہین چلتی بلکہ بغیر اجازت زوجہ کے وہ گھر کے اندر جانے بھی نہین پاتا؟؟

(چھٹا اعتراض) قرآن مین کہین پردہ کا حکم نہین ہے۔

(جواب) دیکھو رسولخدا کی بیبیان مسلمانون کی مان جنکی شان مین خدا نے فرمایا ہے ؎ ازواجہ امہاتکم ؎ پھر ان ماؤنکو بھی عام طرح سے نکلنے کا حکم نہین بلکہ گھر بیٹھے رہنے کا

حکم کیا گیا کہ " وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ "
تو عام طرح سے عوام عورتین کسطرح سے بے پردہ باہر نکل سکتی ہین۔ اور خود حضور صلے اللہ علیہ وآلہ کو
ارشاد ہوا کہ اپنی بیبیون اور بیٹیون اور عام مسلمانون کی بیبیون کو کہدیجئے کہ اپنے منہ پر چادر کا
کونا ڈال لیا کرین " یاایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنین یدنین
علیھن من جلابیبھن الاٰیہ " یہ پردہ نہین تو کیا ہے۔ اور حکم ہوا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ
وآلہ کے ازواج طاہرات سے جو کچھ مانگنا ہو وہ پردہ کے باہر سے مانگو " واسئلوھن
من وراء حجاب " یہ پردہ نہین تو کیا ہے۔ ایسی روشن آیات قرانیہ سے چشم پوشی
کرنا اور بیدھڑک بول اٹھنا کہ پردہ قرآنی نہین ذرا غور فرمائے کہ کسقدر بیباکی ہے۔
جس زمانہ مین خاندان نبوت پر سخت مصیبت آئی تھی اور ظالمان بے دین نے
اہلبیت اطہار کو پیاسا شہید کیا اور اونکی عورتون کو بے پردہ اونٹون پر بٹھا کر کربلا
سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق تک پھرایا جسپر ابن ابی الحدید اور دعبل خزاعی نے
پردرد ابیات کہے ہین اور خود اون مخدرات عظمت نے اس بے پردگی پر نوحہ
وبین کیے ہین دعبل کا ایک شعر یہ ہے ؎ دیار زیاد فی القصور مصونۃ ٭ وال رسول اللہ
فی الفلوات۔ مسلمانون اگر پردہ کوئی شے نہین تو خاص کر اس بے پردگی پر کیون عام
مسلمانون نے ماتم کیا۔ پس اول پردہ دری جو اسلام مین ہوئی وہ یزید کے لوگون نے
کی۔ اب جنکا جی چاہے اون لوگونکا ساتھ دے۔

اب ہم فواید کو پردہ کے بیان کرتے ہین۔ نظر انصاف سے ملاحظہ کیجیے۔
(۱) صحبت ہمجنس وناجنس کا اثر اچھا ہو یا برا ضرور ہوتا ہے اور یہ فطرت کا تقاضا ہے
کہ ناجنس کے مغایر اخلاق ہوتے ہین اور صحبت ناجنس سے اسکے اخلاق بھی ویسے
ہی ہوجاتے ہین۔ چنانچہ جو لڑکے ابتدائے سن سے عورتون کی صحبت مین رہتے ہین
وہ زنانہ مزاج ہو جاتے ہین اور جو اخلاق عورتونکے مثل جبن وبخل وغیرہ کے ہین وہ
لڑکو نمین پیدا ہو کر اونکی خلقت جس غرض سے ہوتی ہی وہ مفقود ہو جاتی ہے۔ کیا
جو لوگ زنانہ مزاج ہوتے ہین۔ اونسے آپکو اون امور عظام کی انجام دہی کی امید ہے
جو مردون سے انجام پاتے ہین۔ ہرگز نہین۔ اسیطرح جسے لڑکیون کو اگر مردون کی صحبت مین
پالا جاوے۔ اگرچہ وہ محارم بھی ہون تو مردوہ لڑکیان مردانہ اخلاق سیکھ کر اوس

طبیعت پر باقی نرہین گی جو عورتونکے واسطے ضروری ہے اور بے باک وطرار ہو جاوینگی اور امور
خانہ داری کے انتظام مین دشواری ہوگی - لہذا مرد عورت سے اور عورت کو مرد سے جدا
رکھنا لازم ہوا -

(۲) عورت و مرد مین جو نسبت فعل و انفعال کے فطرتی ہے اوس سے ہر شخص آگاہ ہے
پس اگر مرد و عورت دونون مہذب ہین تو ایک دوسرے کی صحبت سے متاذی ہوگا اور خواہ
نخواہ نفس کشی ہر لحظہ کرنا پڑے گی - پس اس ایذاے بیجا کو کون عقلمند پسند کریگا - اور اگر ایک
غیر مہذب ہے تو دوسرا مہذب اوسکی بدتہذیبی سے متاذی ہوگا اور کیا عجب ہے کہ اثر
غیر مہذب غالب آجاوے اور اثر مہذب مغلوب ہو جاوے اور اگر دونون غیر مہذب ہین
تو پھر فرمایئے اس صورت مین ارتکاب فجور کا کون روکنے والا ہے - لہذا ہم صحبت ہونا ان
دونون کا غیر مناسب ہوا اور سہل و آسان طریقہ رفع تکلیف و ایذا کا یہی قرار پایا کہ دونون
علیحدہ رہین -

(۳) عورت مین فطرتاً مرد سے حیا ہے - اور شدت حیا مقتضی ہے علیحدگی کا مرد سے
اور حیا حسن ہے - پس عورت کو علیحدگی مرد سے یہی حسن ہوگی -

(۴) اگر ہم پردہ کے نتائج پر جیساکہ ممالک مشرقی مین ظاہر کیا گیا ہے غور کرین تو یہ خیال
ہمکو ذہن نشین کر لینا پڑے گا کہ حتی الامکان یہان زناکاری و شوہری بے اعتباری کا
تدارک کیا جاتا ہے - لیکن ان تمام برائیونسے مقابلہ کرنے مین گرجا کے قوانین تمام
بے بس ہین - یہ برائیان اسلامی ممالک مین کلیتہ ناپدید ہین بجز اون مقامات کے جہان
یورپ کی رسوم و خیالات نے اپنی بنا قایم کر لی ہے - یہ واقعہ اون لوگونکے واسطے
مسلمہ ہے جنھون نے مشرق مین آنکھ کھولکر قیام کیا ہے اور جن مقامات پر یورپ کے
اثر نے نفوذ کر لیا ہے وہان جملہ قبائح کے امواج نے اصلی عفت و پارسائی کو
معدوم کر دیا ہے -

ہندوستان مین مسلمان کسبی کا دستیاب کرنا اگر یہ نہ کہا جاوے کہ ایک مایوسانہ کام تھا
تو نہایت درجہ مین مشکل ضرور تھا - لیکن برٹش گورنمنٹ نے ایک فیاضانہ تعداد اپنی
سالانہ بجٹ مین منضبط کی تاکہ دیسی عورتین انگریزی سپاہیون کے واسطے
بہم پہونچائی جاوین -

امریکہ اور یورپ کے کسی شہر مین جاؤ اور اون برائیون اور بدکاریون کے بلاتعرض سیلاب کی شہادت تو انکو ملاحظہ کرو جو تمدنی عمارت کے ذریعہ سے بلاتحاشا دوڑ رہے ہین اور جوش زن ہین - کسی جلسہ رقص و دربار - یا مجلس دعوت مین چلو اور اون امیرزادیون کی حیثیت کو جو خدا کی ایک اعلی ترین صنعت مین سے ہین دیکھو کہ اس صدیکی تہذیب کے رسم و رواج نے اونھین کہان جگہ دی ہے - ذی عزت - دولت مند - تعلیم یافتہ عیسائیون کے ازواج اور عصمت مآب بیٹیون کو دیکھو کہ وہ کسطرح اون اشخاص کی مدنظر ہین جنکے خون مین بخارات شراب شعلہ زن ہو رہے ہین - اخبارون کو ہاتھ مین لیکر طلاق کی فہرست تمدنی اتہامات - اور شوہری آلام کو دیکھو جنسے ہم شرمندہ و متنفر ہو رہے ہین - اب کہو کہ جو مسیحی قوانین اور مسیحی دستور لکھے جاتے ہین اچھے ہین - اور ان سب ارتکابات کا کیا علاج ہے -

محمدی قوانین و ضوابط و اسلامی اصول مین مسیحی قوانین و ضوابط کی چند صدی تک آزمایش کی گئی لیکن یہ تمام تر ناقص ثابت ہوئے - نامحرم لوگون کو - جوان عورتونکا بوسہ لینا جائز ہی نہین - بلکہ یورپ کی نئی تہذیب مین ایک امر مستحسن قرار دیا گیا ہے - کوئی دعوی سے نہین کہہ سکتا کہ انگلستان مین کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جسکا عین جوانی کے دنون مین کسی نامحرم نے بوسہ نہ لیا ہو دنیا پرستی اسقدر ہے کہ (آراپ الگزینڈر صاحب) ایک چٹھی مین لکھتے ہین کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک مین پائے جاتے ہین انمین سے ایک شخص میری نظر مین ایسا نہین جسکی نگاہ آخرت کیطرف لگی ہوئی ہو - بلکہ سب دنیا مین ڈوبے ہوئے ہین - یہ سب اسی بے پردگی اور شرب خمر کا نتیجہ ہے جس کی وبا عیسائیونمین ایک سرے سے پھیلی ہوی نظر آتی ہے - اسکا علاج اگر ہے تو یہی پردہ - پردہ سے مراد صرف اجنبی مردون سے خلاملا - اور میل جول رکھنے سے احتیاط کرنا ہے اور غیر مردون کے ساتھ عورتون کی خلوت کرنے مین جسقدر خرابیان ہین اوس کے اظہار کی کوئی ضرورت نہین - شرعی پردہ کے وجود اور عورت مرد کی خلوت مین اکٹھا ہونے کی روک ہے جو زنا کی سد راہ ہو سکتی ہے ورنہ جن اقوام مین پردہ کا پاک دستور نہین اونمین زنا کی وہ کثرت ہے کہ الامان - زنا سے زیادہ بچے ہوئے اگر کوئی قوم ہے تو وہی ہے جنمین پردہ کا پاک دستور ہے - جو شخص شرعی پردہ کے

خلاف ہے اوسکو یہ ضرور غور کرنا چاہیے کہ پردہ کے نہونے سے اونکی سوسائٹی کہانتک
زنا سے بچی ہوئی ہے اوسوقت اونکو پردہ کی خوبیان ٹھیک ٹھیک معلوم ہو جاوین گی -
پردہ سے مراد اسلام مین صرف (غض بصر) ہے یعنے غیر مرد کو آنکھ اوٹھاکر نہ دیکھنا اور ایساہی
غیر عورت کا کسی اجنبی مرد کو آنکھ اوٹھاکر نہ دیکھنا جیساکہ قرآن مجید مین فرماتاہے ”قل للمومنین
یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن
ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ماظہر منھا ولیضربن بخمرھن علی
جیوبھن“ اے نبی تم مومن مردونسے کہدو کہ اپنی آنکھین اجنبی عورتونکی طرف دیکھنے سے
نیچی رکھین اور اپنی شرمگاہون کو تھامین - اور ایساہی مومن عورتونسے کہدو کہ اپنی آنکھین
غیر مردونکے دیکھنے سے نیچی رکھین - اور اپنی عصمت کو تھامی رکھین - اور نہ دکھائین اپنا
سنگار مگر جو اسمین سے (بہ مجبوری) کھلا رہے اور چاہے کہ اپنے گریبانون پر
اوڑھنیان اوڑھین -

پس یہی اسلامی پردہ ہے (یعنے غض بصر) جسکی خوبیان تمام جہان جانتاہے اہل
ہنود کی شریف قوم بھی اس دستور پاک کی پابند ہورہی ہے جسکو آریہ لوگ اوٹھاکر
یورپین اقوام کے مساوی ہی بنانا چاہتے ہین اور غیر مرد عورت کا خلاملا جائز رکھنا
چاہتے ہین - لیکن یورپین کے اس قبیح دستور مین تقلید جن کی وہ خوشامدی ہین
آریون کو مبارک رہے - مسلمان کی عورات کو چاردیواری مین قید ہونے کا حکم
ہرگز نہین ہے البتہ غیر مردون سے خلاملا کی سخت ممانعت ہے جو زنا کا سرچشمہ اور
فساد کا سرمایہ ہے - عورت فقط چادر پیچھے سے شرعی پردہ کرسکتی ہے لیکن ہندوستانکا
رسم کہ مکانون سے جب نکلین توسواری مین اور چادر پیچھے کی بھی اجازت نہین - یہ محض
ہندوستانی رسم ہے - اور بمصالح ایسا قرار دیاگیاہے -

(۱) اسواسطیکہ سب عورتین نہ تو اسقدر شریعت کی پابند ہین جنکو عموماً اپنے مذہب کا
پاس نہو نہ سب ایسی ہی غیرت دار ہوسکتی ہین - اور پھر ملک ہندوستان خود ہی
سرچشمہ فسق وفجور کا ہورہاہے اکثر قومین - اور بہت سے مذہب والے جنمین قید
مذہبی بالکل نہین ہے اونمین اپنی عورتونکو چھوڑ دینا ازحد حماقت وبے وقوفی ہے
اپنی عورتونسے تو مسلمانونکو ضرور اطمینان ہے لیکن ملکی اوباشون اور بدمعاشون کے

خوف سے پردہ مین زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔
(۲) ہمارے ملک مین یہ رسم شریف اور رذیل مین امتیاز اور تفرقہ کی نظر سے ہے
اور جو رسم امتیاز قومی خواہ اعزاز خاندانی کے سبب سے جاری ہوا ور کوئی مضرت
عقلی بھی اوسمین نہ ہو بلکہ ترجیح عقلی اوس مین ہو جیسا کہ سابقا مذکور ہوا تو ضرور
وہ لائق تعمیل ہے۔
تاریخ ہند کو ملاحظہ کیجیے راجپوت کی قوم جو ہندوستان کی رئیس (راما اوتار)
کے زمانہ سے ہے اونکی عورتونمین اعزازی پردہ آج تک ہے راجپوتانہ کے
ملکون مین جودہ پور۔ اودی پور۔ بھرتپور۔ دھولپور۔ اور پٹیالہ۔ نابھہ۔ وغیرہ کی
رانیان اب بھی نہ سر بازار پھرتی ہین نہ ہوا خوری کو نکلتی ہین یہی نالکی پالکی۔ محافہ وغیرہ
بند سواریان اونھین کے واسطے بنائی گئی ہین۔ بلکہ جاٹ و گوجر وغیرہ جو بد قومی ہین اونکو
بھی جب ریاست ہو جاتی ہے تو یہ بھی اعزازی پردہ جاری کرتی ہین۔ اہل اسلام
ہندوستان مین فاتح بنکر آئے رئیس کہلائے اور پردہ کا حکم انکے مذہب مین بھی پہلے
سے موجود تھا پس انکو ضرور ہوا کہ یہاںکے رئیس اور حکام انکے اوضاع اطوار کو اختیار کرین
چونکہ اونکی عورات اعزازی پردہ کی پابند تھین اور اہل اسلام کی شریعت اور عقل سلیم
سے یہ پردہ منافی بھی نہ تھا لہذا انھون نے بھی اپنی عورتونمین اسکو جاری کر دیا اور یہی
اعزازی پردہ عرب مین جاری تھا معزز عورتین عماریون اور کجاؤ ونمین جو پردہ دار
ہوتی تھین نکلا کرتی تھین دیکھو تاریخ عرب کو۔
سوائے پردہ کے باقی سب احکام مین عورتین مساوی ہین علم کا سیکھنا دونون کے
واسطے یکسان ہے جیسا کہ جناب رسولخدا نے ارشاد فرمایا ہے ”طلب العلم
فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ“ علم کی تلاش ہر مرد مسلمان و عورت مسلمہ پر
فرض ہے۔ پھر عورت کو جمعہ۔ جماعات۔ مین مناسب پردہ سے اور احتیاط کے
ساتھ جانے مین کوئی گناہ نہین۔ عالمان دین کے وعظ سننے کی کوئی ممانعت نہین
مسایل دریافت کرنے کی کوئی روک نہین۔ ذرا یہان سے نکل کر عراق و ایران
و حجاز کی سیر کرو تو پھر عورتون کے اصلی پردے کے ساتھ طرز معاشرت کو دیکھ لو۔
ہندوستان مین بھی مسلمانون کی عورتین اگر چار دیواری مین ہین۔ تاہم گھر کی

بادشاہ ہوتے ہین سارا گھر انھین کے اختیار مین ہوتا ہے مرد جو کچھ کماتا ہے اونھین کے
ہاتھ مین رکھتا ہے وہی گھر کا سب انتظام کرنے والی اور بچونکی خبرگیری کرنے والی ہین
غرضکہ اونکو ہر طرح اختیار حاصل ہوتا ہے اور وہ گھر کی ایک ملکہ ہوتی ہین۔ جس کے
آگے مرد بھی ایک اجنبی سا معلوم ہوتا ہے مسلمانونکی تواریخ کو دیکھو۔ ہزارون عورتین
بڑی بڑی فاضل اور علوم و فنون مین ماہر و کامل گذر چکی ہین۔ حضرت خدیجہ۔ حضرت
فاطمہؑ۔ اسما حضرت فضہ جنہون نے بیس برس کامل ہر بات کا جواب قرآن مجید سے
دیا ہے۔ حضرت ام سلمہ۔ حضرت زینب بنت امیر المومنینؑ۔ حضرت ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ
وغیرہ کے نام سے دنیائے اسلام فخر کرتی ہے۔
نورجہان۔ زیب النساء وغیرہ وغیرہ سیکڑون عورتین آپ مردون کے برابر
نامی پاوین ہے۔

زمانہ قدیم مین بھی پردہ نشینی کا رسم بہت سی قومون مین تھا یہانتک کہ اہل اتھنس
بھی اس دستور کے سخت پابند تھے توریت مین بھی پردہ کا ذکر ہے وہ اور اوس
نوکر نے کہا تھا کہ یہ میرا خاوند ہے۔ اسلیے اوسنے نقاب لیا اور اپنے تئین چھپایا۔ (ماما
(پیدائش باب ۲۴) تب اوسنے اپنی بیوگی کے کپڑون کو اوتار پھینکا اور برقع
اوڑھا اور اپنے کو لپیٹا" (پیدایش ۳۸) اگر انصاف سے دیکھو تو انجیل مین بھی
پردہ کا حکم موجود ہے۔

(خط پولوس بنام قرنیتان ۱۱/۵) اور ہر عورت جو سر ین ڈھانپے دعا یا نبوت
کرتی ہے اپنے سر کو بےحرمت کرتی ہے کیونکہ سر منڈے ہوے کے برابر ہے۔
(۶) سو اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو اوسکی چوٹی بھی کٹ جاوے۔ اور جو عورت
چوٹی کٹنے یا سر منڈنے سے بےحرمت ہوتی ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔
اگرچہ ظاہر ان آیات کا یہی ہے کہ دعا کے وقت اوڑھنے کا عورتونکو حکم ہے
لیکن ان آیات سے اسکی ممانعت کہانسے ثابت ہوئی کہ جسوقت دعا نہ مانگو
اوسوقت برہنہ سر پھرو نہ کسی اور آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے بلکہ اسمقام سے
یہ معلوم ہوا کہ سر ڈھاپنا چونکہ اچھا ہے اسیوجہ سے دعا کے وقت بھی حکم ہوا اگر
برا ہوتا تو دعا کے وقت سر ڈھانپنے کا کیون حکم ہوتا بلکہ اگرچہ لفظ دعا اوپر کی آیت

مین مذکور ہے لیکن اسمقام سے عام طور پر سر ڈھانپنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ ہم اس
سر ڈھانپنے کی بابت پہلے اس خط کے جا بجا کے الفاظ نقل کرتے ہین۔
(۳) عورت کا سر مرد ہے (۵) ہر عورت جو سر ننگے دعا یا نبوت کرتی ہے اپنے
سر کو بیحرمت کرتی ہے (۷) پھر عورت مرد کا جلال ہے (۸) کیونکہ مرد عورت سے نہین
بلکہ عورت مرد سے ہے (۹) اور نہ مرد عورت کے لیئے بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی
ہے (۱۰) اسلیئے عورت کو چاہیے کہ فرشتونکے سبب اوسکے سر پر (مرد کا) اختیار ظاہر ہو
(۱۳) تم آپ ہی انصاف کرو کیا مناسب ہے کہ عورت سر ننگے خدا سے دعا مانگے
(۱۴) یا کیا طبیعت آپ تمکو نہین سکھلاتی ہے کہ اگر مرد چوٹی رکھے تو یہ اوسکی بیحرمتی ہے
(۱۵) پھر اگر عورت کے لنبے بال ہون تو یہ اوسکی زینت ہے کیونکہ بال اوسے پردے کے عوض
دیے گئے (۱۶) لیکن اگر کوئی تکراری معلوم ہو تو (جان لے کہ) نہ ہمارا نہ خدا کی کلیساؤنکا
یہ دستور ہے۔ انتہا

ان آیات کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جو عورت سر نہین ڈھانپتی اپنے شوہر کو بیحرمت
کرتی ہے کیونکہ مرد ہی عورت کا سر ہے اور عورت مرد کی عزت و جلال ہے اگر سر نہ ڈھانپے
گی تو مرد کی بے عزتی ہوگی پس عورت مرد کے اختیار مین ہے اور اپنے شوہر ہی کیواسطے
پیدا ہوئی ہے۔ غیر مردونکو کیون اپنے تئین دکھاوے بلکہ فرشتون تک کی نظر اوسپر
دعا کرنے مین نہ پڑے۔ اور فرشتون کو یہ معلوم ہو جاوے کہ مرد کا اسپر اختیار ہے جبھی تو
اوسنے اُسکا سر ڈھانپا ہے۔ اور جسطرح سے مرد کو چوٹی رکھنے اور بال بڑھانے مین بیحرمتی ہے
اوسیطرح سے عورت کو سر برہنہ رہنے مین بیحرمتی ہے۔ عورت کے لنبے بالونمین بھی قانون فطرت
یہ ہے کہ وہ بجائے مقنع اور پردہ کے ہین جس سے اپنے چہرہ کو ضرورت کے وقت چھپاوے
یعنے جسوقت کوئی کپڑا اوسکو سر ڈھانپنے کے واسطے میسر نہ ہو تو اپنے بالونسے سر کو چھپاوے
اور خلاف اسکے جو ہٹ دہرمی ہونا انصافی و تکرار و نزاع کرے وہ نہ پولوسی مذہب کا
ہے نہ خدا کے کلیسا کے دستور کے موافق کرتا ہے۔
بھلا انصاف تو یہ ہے کہ جس رسم مین ایسا حسن ہو کہ دعا کے وقت اوسکی پابندی کا
حکم کیا جاوے۔ اور جس پردہ کا یہانتک حکم ہو کہ فرشتون تک سے پردہ کیا جاوے
اور بال بڑھانے کا جب یہی فطرتی منشا ہے کہ اوس سے سر چھپایا جاوے۔

تو کیا اب یہ پسندیدہ رسم اور وقتون مین (جب دعا نہ مانگتی ہون) متروک کرنا اچھا ہوگا
ہرگز نہین فرشتونکے سامنا کرنیکی تو ممانعت ہو جو ہر طرح سے خواہشہاے نفسانی سے مبرا ہین
اور مردونکو دکھانا جائز ہو ہرگز عقل اسکو باور نہین کرتی - اور اس سے بھی قطع نظر مرد کو چوٹی
رکھنے مین بیحرمتی قرار دی گئی ہے اگر یہ محض دعا ہی کے وقت ہے - تو اس سے یہ معلوم
ہوا کہ جسوقت مرد دعا نہ کرتا ہو اوسوقت اگر سر پر چوٹی رکھے تو کوئی بیحرمتی نہین ہے -
حالانکہ مردونکے واسطے ہر وقت مین چوٹی رکھنا برا ہے خواہ دعا کرتا ہو یا نکرتا ہو -
اوسیطرح سے عورتون کو بھی ہر وقت چوٹی رکھنی چاہیے - اور عورتون کی چوٹی اوسیوقت
تک رہ سکتی ہے جب تک وہ سر ڈھانپے رہین کیونکہ لکھا ہے (جو اپنے سر کو بیحرمت
کرتی ہے وہ سر منڈی ہوئی کے برابر ہے اور جو عورت اوڑھنی نہ اوڑھے وہ سر منڈی
ہوئی کے برابر ہے) توجسطرح سے مرد کو اس حکم سے کسیوقت چوٹی رکھنے کا حکم نہین -
اوسیطرح سے عورت کو کسی وقت سر برہنہ ہونے کا حکم نہ چاہیے کیونکہ ایک ہی مقام پر دونون
حکم دے گئے ہین - علاوہ اسکے جبکہ چوٹی کا فطرتی منشا یہ ہے کہ بال پردے کے
عوض مین ہین تو جب تک سر پر بال رہین عام اس سے کہ عورت دعا مین مشغول ہو
یا نہ ہو ہر وقت وہ پردہ ہی کے عوض مین سمجھے جاوینگے - پس جسطرح سے دعا مین پردہ
کا حکم ہے اوسی طرح سے علاوہ دعا کے بھی پردہ کا حکم ہے اور اسیکو پولوس نے کلیسیا کا
دستور اور اپنا آئین قرار دیا ہے -

ہان اگر یہ کہو کہ ان آیات سے محض سر کے بال چھپانا ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ چہرے کا
ڈھانپنا ضروری ہو - تو جواب اسکا یہ ہے - کہ حاجب و محجوب ساتر و مستور مین
فرق ہے پردہ اور شے ہے جو پردہ مین ڈھانپی جاوے وہ اور شے ہے -
بال جبکہ پردہ کے عوض مین دیے گئے اور بجاے پردہ کے ہین تو اس سے ہمکو
سر ڈھانپنا چاہیے اور ان بالون کو اوڑھنی اور چادر سے چھپانا چاہیے (کیونکہ جو عورت
چوٹی کٹنے یا سر منڈنے سے بیحرمت ہوتی ہے تو وہ اوڑھنی اوڑھے) پس اوڑھنی
کی تخصیص سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے کل جسم کو پوشیدہ کرے اور چوٹی جو کہ اکثر
کولو نسے نیچی ہوتی ہے پوری ڈھانپے -
اگر فقط سر ہی پوشیدہ کرنے کا حکم ہوتا تو مثل مردون کے ٹوپی یا دستار - و پگڑی

کافی تھی - اوڑھنی کی تخفیص کیون ہوئی اس تخصیص سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سارا جسم پوشیدہ کیا جاوے -

علاوہ اسکے فقط سر ڈھانپنے کی فلاسفی کو دیکھو کہ کیا ہے - اگر سر نہ ڈھانپے تو عقلاً کون سا ضرر ہے - اور محض سر ڈہانپنے مین کونسا نفع ہے -

اگر کوئی نفع ہے تو اسمین کہ سارا جسم پوشیدہ کیا جاوے تاکہ نظر نامحرم سے بچے - فقط بالون کے چھپانے مین کیا نفع جو کہ اکثر کنگھی چوٹی کرنے سے ٹوٹ کر گلیو نمین اوڑتے پھرتے ہین اور ہر کس و ناکس اوسکو دیکھتا ہے -

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان

حسن طلاق

طلاق زمانہ سابق سے جائز ہے حضرت عیسیٰ نے بھی طلاق کو حالت زنا مین - جائز رکھا ہے - پس اگر ایک مخصوص حالت مین (یعنے زنا) کے وقت یہ تعلق ٹوٹ سکتا ہے تو کمال نشوز و اعراض و باہمی نااتفاقی کیوجہ سے - جبکہ مرد و زن مین نباہ کی کوئی صورت نہین رہتی اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہان ہوتے ہین - یہ تعلق کیون نہین ٹوٹ سکتا - کیا ایسی ضیق اور تنگی کی حالتمین طلاق مستحسن نہین ہے یا یہ کہ عورت کہین اور مرد کہین ہو طلاق کیون نہین ہو سکتی اب مرد و عورت کو سوائے زنا کے طرف جھکنے کے اور کوئی چارہ نہین کیونکہ تقاضائے طبعی کو تو کوئی روک نہین سکتا سوائے بدکاری اور زنا کے فطرت کا تقاضا اور کسطرح سے پورا ہو سکتا ہے - پس عیسائیونکے خدا کے بیٹے کا یہ حکم کسقدر ناقص اور ناعاقبت اندیشی کے ساتھ ہے کہ اونھون نے زنا کی حالت مین تو طلاق کا حکم دیا - جو شامت نفس سے اتفاقیہ عورت سے وقوع مین آجاوے اور دائمی نااتفاقی کہ جو اکثر وقوع مین آتی رہتی ہے اوسکا کوئی علاج نہ بتایا -

پس کیا یہ تعلیم ناقص نہین ہے مین حیران ہون کہ جب مسیح کا کفارہ موجود ہے اور مرد و زن کے سارے گناہ معاف کر چکا ہے - اور عیسائی لوگ محض اعمال سے (نہ اعمال حسنہ سے) راستباز ٹھہر چکے ہین - اور سبکے سب نجات پا چکے ہین تو کیا زانیہ عورت کا یہ گناہ معافی کے مد مین نہین آسکتا (کیونکہ نجات صرف ایمان سے

ہے نہ اعمالی بد سے ہین اسمبات کی کیلیے دلیل ہے کہ عیسائی آپ تو زنا کرین اور انھین کوئی نہ پوچھے نہ ہو۔ جب عورت کا زانیہ ہونا ثابت ہو تو اوسے طلاق دیا کرین۔ اب تو جس مرد کو عورت ناپسند ہو یا چھوڑنا ہو۔ مرد عورت کو خود زنا کا موقع دیگا تاکہ کسی طرح یہ بلا گلے سے اوترے پھر سب سے بڑھکر حسرت اس بات کی ہے کہ انجیل نے مرد کے لیئے تو یہ رعایت رکھی کہ اگر اوسکی عورت زانیہ ہو تو مرد طلاق دیدے۔ لیکن عورت کے لیئے اسبات کا کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اسکا مرد زانی ہو تو وہ بھی مرد سے تعلق قطع کرسکے اور طلاق لیلے کیا یہ صریح بے انصافی اور ظلم نہین ہے۔

اور پھر یہ تو بتلایئے کہ مرد اپنی جورو کا زنا کسطرح ثابت کرے جسنے اپنی عورت کو ایک مرد کے ساتھ ناگفتنی فعل کرتے ہوئے پکڑا۔ اور دوسرا اوسوقت کوئی گواہ و شاہد نہین۔ اب بتلائے کہ ایسی حالت مین وہ اوس عورت سے سلوک کیا کرے۔ قانوناً تو اوسکو چھوڑ نہین سکتا۔ کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہین۔ یون چھوڑدے تو عورت پہلے زنا کا قانونی ثبوت مانگی گی تو اب فرمائے کہ ایسی حالت مین وہ زانیہ عورت ہی کے ساتھ صحبت کرتا رہے گا؟ یا نہین۔ پس یسوع کا یہ ناقص حکم یہان بھی کسی کام کا نہین رہا تھا۔

اگر یہ کہو کہ وہ عورت کو بلا ثبوت و شہادت چھوڑدے۔ تو پھر تمام عیسائیون کے لیئے بڑی گنجائش ہوجاوے گی جس عورت کو چھوڑنا چاہا جھٹ زنا کا الزام و اتہام لگادیا اور چھوڑدیا اس بات سے روکنے والا اونکے لیئے کون آدمی ہو سکتا ہے اگر یہ جواب ہو کہ کوئی شخص مسیح کا سچا پیرو کہلاکر اپنی عورت کی نسبت جھوٹا الزام نہین لگاسکتا۔ تو یہ محض حیلہ و تسلی ہے۔ جب کہ ہر ایک عیسائی کا یہ خیال ہے کہ نجات کے لیئے تقوی و طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہین۔ اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سارے گناہ معاف ہو چکے ہین۔ اب کوئی گناہ نہین ضرر کرسکتا۔ پاکون کے لیئے سب کچھ پاک ہے۔ پر ناپاکو نکو (یعنی غیر عیسائیونکے لیئے) کوئی شے پاک نہین۔ تو ہر عیاش طبع عیسائی کیون نہ جھوٹے الزام عورتون کو لگاکر نکالنا چاہے گا اور نئی عورت سے مزے اڑا جاوے گا۔

پر مین کہتا ہون کہ جو طلاق کو زنا ہی کے وقوع پر منحصر رکھتا ہے - اگر کمال نشوز اعراض کی حالت مین بھی طلاق کی اجازت ہوتی تو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوتی ہے یا اور کوئی وجہ سے - اور عورت کا اسمین پردہ ڈھکا رہتا اب عورت کی طلاق صرف زنا پر منحصر رہے -

مطلقہ عورت کی نسبت زنا کا اعتراف اور اوسے زانیہ کرکے پکارنا سب سے مقدم ہے وہ ستار العیوب خدا ہو تو ایسا ہو - اور احکام ہون تو ایسے ہون -

چنانچہ ڈاکٹر ہملٹن صاحب ، مانے زنا کی حالت مین طلاق کے جائز ہونے اور باہمی نا اتفاقی کی حالت مین ناجائز ہونے کی نسبت جو ریمارک کرتے ہین وہ اس بارہ مین بالکل اسلامی مسئلہ کیطرف جھکے ہین - چنانچہ فرماتے ہین -

اگر کوئی عورت اذیت و مصیبت کا باعث ہو - تو ہرگز خیال نکرنا چاہیے کہ خدا ہم سے ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا - مین دلکی سختی کو اس شخص سے منسوب کرتا ہون جو اوس عورت کو اپنے پاس رہنے دے نہ اوس شخص سے جو اوسکو ایسی صورتمین اپنے گھر سے نکال دے -

ناموافقت سے عورت کو رکھنا ایسی سختی ہے جسمین طلاق سے زیادہ بیرحمی ہے طلاق ایک مصیبت ہے جو ایک بدتر مصیبت کے عوض اختیار کیجاتی ہے - تمام معاہدے بدعہدی سے ٹوٹ جاتے ہین - پھر اسپر کون سی معقول دلیل ہے کہ نکاح کا معاہدہ نہین ٹوٹ سکتا اور کیا وجہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدون سے مختلف ہے عیسےٰ نے زنا کے وقت مین طلاق کی اجازت دی ہے - نکاح ملاپ کے لیئے ہے اسلیئے نہین کہ ہم دائمی تردد اور نزاع کے باعث سے پریشان رہین -

عیسائی مذہب مین زنا کی حالت مین تو طلاق ہے جسمین ذرا بھی حکیمانہ عقل نہین برتی گئی مگر کمال نا اتفاقی کی حالت مین طلاق بالکل نہین جسکا نتیجہ تمام عیسائیون کو معلوم ہے کہ بیسیون مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت ضیق اور مصیبت کی حالت مین ہین مرد کہین عورت کہین نیا نکاح نہین کر سکتی باہمی نباہ نہین ہو سکتا - سوائے اسکے کہ بدکاری کیطرف جھکین اور کوئی سبیل نہین مل سکتی ہند و سوسائٹی مین بھی طلاق کا وجود ہے -

(۱) نفرین کے لائق اور آفت آمیز اور مکار اور سخت عورت کو شاستر کے طریق سے دواہ کرکے ترک کرنا چاہیے (منو ۹/۸۰)

(۲) امنت اور اپنے ورن کے دھرم کو نہ کرنے والا و محنت و کسی بیماری کی وجہ سے نطفہ نہ رکھنے والا و پاپ روگی ایسے شوہر سے فساد کرنے والی عورت کو ترک کرنا مگر اوسکی دولت نہ لینا (منو ۹/۷۹)

(۳) مرد ایک سال تک لڑائی جھگڑا فساد کرنے والی عورت کا انتظار کرے اوسکے بعد بھی اگر لڑائی جھگڑا فساد کرتی رہے تو زیور وغیرہ جو دہن دیا ہے اوسکو واپس لیکر اوسکے ساتھ جماع ترک کرے مگر کھانا کپڑا دیئے جاوے (منو ۹/۷۷)

(۴) جس عورت کے اوپر دوسرا دواہ شوہر نے کیا ہو اور وہ عورت غصہ ہوکر گھر سے نکلی جاتی ہو تو اوسکو روک کر گھر میں رکھنا خواہ خاندان کے روبرو ترک کرنا چاہیے (منو ۹/۸۳)

قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بارے مین وہ حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے جس سے بڑھکر کسی انسان کے خیال مین نہین۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کلام ربانی کا رجحان اسطرف ہے کہ طلاق نہ دیجاوے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جاوے۔ چنانچہ ہمارے رسول کریم نے بھی بہت سے احادیث مین طلاق کو بلا ضرورت ناپسند فرمایا ہے اور خدا کو غصہ دلانے والی چیز ارشاد کیا ہے۔ غرضکہ شریعت اسلامی مین طلاق بلا ضرورت نہایت ناپسندیدہ بات ہے۔ لیکن مرد کو مطلقا اسکا اختیار نہ دیا جاتا تو بعض صورتو نمین بڑے بڑے فسادات کا احتمال تھا جیسا کہ دوسری قومون مین دیکھا جاتا ہے کہ اونکے مذہب مین طلاق نہین مگر مجبوری اونکو اسلامی قاعدہ کیطرف رجوع کرنا پڑتی ہے۔ اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر بڑے مضائقہ اور احتیاط کے ساتھ تاکہ حتے الامکان طلاق کی نوبت نہ آوے۔ اور آوے تو زن و شوہر مین کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔

احکام طلاق اور اوسکے اقسام

زمانہ سلف مین طلاق کا حق سب قومونمین نتیجہ ضروری ولابدی حق نکاح کا سمجھا جاتا تھا طلاق کا اختیار دراصل شوہر کو دیا گیا تھا اور زوجہ کسی حال مین طلاق مانگنے کی مستحق نہ تھی۔

تہذیب وشائستگی کی ترقی اور خیالات کا عروج عورتونکی اصلاح حال کا باعث ہوا اور اونکو بھی ایک مقید حق طلاق حاصل ہو گیا اور اس حق کو عمل مین لانے مین اونہون نے کبھی دریغ نہین کیا یہانتک کہ قیاصرہ روم کے عہد مین جس آسانی سے نکاح و طلاق ہونے لگا وہ تواریخ مین ضرب المثل ہے۔

یہود کی شریعت مین شوہر کو اختیار تھا کہ جب کسی سبب سے زوجہ سے ناراض ہو فوراً اسکو طلاق دیدے اور اختیار طلاق کو خود رایانہ اور بلاوجہ عمل مین لانے کا کوئی مانع و مزاحم مرد کو نہ تھا۔ اور قدیم یونانیون اور رومیون مین بھی شوہر کا اختیار طلاق ویسا نا محدود اور غیر مقید نہین تھا جیسا کہ بنی اسرائیل مین تھا۔ آخر زمانہ مین یہود کے فرقہ شمعیہ نے اختیار طلاق کے عمل درآمد کو چند قیود کیساتھ مقید کر دیا مگر فرقہ جلیل نے شریعت موسوی کے احکام طلاق کو اوسی حالت اصلی پر قایم رکھا۔ شارع اسلام کی بعثت کے زمانہ مین فرقہ جلیل کے مسائل عرب کے قبایل یہود مین جاری تھے۔ اور اونمین بھی مشرکین عرب کی طرح طلاق کا رسم بشدت اور بکثرت جاری تھا۔

مشرکین عرب اور یہود مین یہ تھا کہ چند خاص صورتونمین عالی خاندان عورتین اپنے شوہرونکو طلاق دینے کا حق اپنے لئے مخصوص رکھتی تھین اور جب وہ اس حق کو عمل مین لانا چاہتی تھین تو صرف اتنا کرتی تھین کہ اپنے خیمون کو ایک جگہ سے اوکھاڑ کر دوسری جگہ نصب کرتی تھین جس سے اونکے شوہرونکو معلوم ہو جاتا تھا کہ ہمکو طلاق دیدیا ہے۔ (ملاحظہ ہو پرن صاحب کی تاریخ نسوان عرب)

شارع اسلام نے جو اصلاحین فرمائین اونسے مشرقی قانون سازی کا ایک نیا عنوان پیدا ہو گیا۔ مسلمانون کا قانون طلاق ایک نتیجہ معقولی نکاح کا ہے۔ چونکہ شرع محمدی مین نکاح محض ایک دنیاوی معاملہ ہے لہذا ہمنا کحین کو فسخ نکاح کا اختیار حالات مخصوصہ مین دیا گیا ہے ظاہرا شوہر کو زوجہ سے زیادہ اختیار طلاق دیا گیا ہے مگر ضمناً اور عملاً اس اختیار کے عمل درآمد مین بہت سے قیود لگا کر اور احادیث پیغمبر سے استدلال کر کے اوسکو معقول حدود کے اندر محدود کر دیا ہے۔

قبل شیوع اسلام جو رسم طلاق عرب مین جاری تھا اوسکا جواز کسی صیغہ وغیرہ پر موقوف نہ تھا اور چونکہ شوہر کے اختیار طلاق پر کوئی قید نہ تھی لہذا اوسکا صرف کنایتہً کہدینا

کہ نکاح فسخ کیا گیا طلاق کی صحت کو کافی ہو جاتا تھا۔
شارع اسلام نے جو قانون طلاق مقرر کیا تو چند شروط شوہر کے اختیار طلاق کے عملدر آمد مین اس غرض سے لگادی ہین کہ جہانتک ممکن ہو عورتونکی حفاظت ہو اور شوہرونکی تلون مزاجی سے وہ در بدر خاک بسر نہ ہونے پاوین اسیطرح سے بعض حالتونمین عورتون کو بھی منسخ نکاح کا حق عطا فرمایا ہی جب فسخ عقد شوہر کیجانب سے ہو تو اوسکو طلاق کہتے ہین اور جب زوجہ کیجانب سے ہو تو اوسکو خلع کہتے ہین اور جب طرفین کیجانب سے ہو تو اوسکو مبارات کہتے ہین۔ ان سب صورتونمین طرفین کا فعل شرعًا کافی ہے بشرطیکہ تمام شروط ضروریہ طلاق کی تعمیل کیجاوے البتہ بعض صورتونمین حاکم شرع کو فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے۔

طلاق

طلاق کی دو قسمین ہین۔ (۱) طلاق سنت (۲) طلاق بدعت بدعت کی لفظ سے ظاہر ہی کہ یہ وہ طلاق ہے جو بنی اُمیہ کے خلفاے جور نے دوسری صدی ہجری مین یہ سمجھکر جاری کیا تھا کہ جو قیود جناب رسالتمآب نے طلاق پر لگادیے ہین وہ نہایت سخت ہین اور اس سختی سے بچنے کی سبیل یہ نکالی کہ فقہا کو ہم آسامی پاکر ایک نئی شکل طلاق کی اپنے مطلب کے موافق مقرر کر ڈالی۔
طلاق بدعت مین شوہر کا تین طلاق ایک ہی مرتبہ پڑھ لینا پے درپے یا حیض و نفاس کیحالت مین طلاق دینا۔ یا طلاق زن مدخولہ اس طہر مین جسمین ہمبستری ہوئی ہو طلاق سنت کی تین قسمین ہین۔ (۱) طلاق رجعی (۲) طلاق بائن (۳) طلاق عدی طلاق سنت کے واسطے کچھ شرایط ضروری ہین۔
(۱) حضوری دو عادلون کی۔ تاکہ جھگڑے اور نزاع کے وقت سہولت سے یہ بات طے ہو جاوے کہ کون اسباب مفارقت کے تھے اور کیا شرایط سے طلاق ہوا ہے بہ نسبت نکاح کے طلاق کے بعد جھگڑون اور فسادون کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہی نکاح ایک معاہدہ ہے مثل دیگر معاہدات کے اوسمین گواہ کی ضرورت نہین ہے۔ اور طلاق فسخ معاہدہ ہے جسمین ضرورت گواہ کی ہے۔
(۲) حیض کے زمانہ مین طلاق نہ دینا چاہیے۔ اسلیے کہ ان دنونمین میان بی بی چارونا چار

علنحدہ رہتے ہین۔ عجب نہین یہ علنحدگی طلاق کی محرک ہو تو جسکو طلاق دینی ہو ضرور ہے
کہ عورت نہا دھو چکی ہو جس سے ظاہر ہو جاوے کہ داعیہ طلاق قوی ہے۔ اور یہ بھی
فائدہ ہے کہ شاید ان دونون کو اتنی مدت مین فرصت ملنے سے پھر صفائی ہو جاوے اور
نزاع برطرف ہو۔ اور یہ بھی فائدہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ حمل اس شخص کا تو نہین ہے
(۳) عورت کیلیے عدہ مین نہ ہو۔
تین مہینہ یا تین طہر گذر جانے کے بعد طلاق مستحکم ہو جاتا ہے اور لائق منسوخی نہین رہتا
اس مدت کو عدہ کہتے ہین جسکا بہت بڑا ایک فائدہ یہ ہے کہ نسب کی احتیاط ہے
عدہ کی مدت مین متواتر تین بار عورت کو دن نجاست کے گذر لین تو اچھی طرح اطمینان
ہو جاویگا کہ حمل نہین ہے۔ دوسرے یہ کہ عدہ مین مرد و عورت کو اچھا موقع ملے گا کہ
کہ پھر ملاپ کرین اور مرد اپنے طلاق کو واپس لے جسکو اصطلاح مین رجوع کہتے ہین۔
اس زمانہ مین شوہر کو اختیار ہے کہ جب چاہے پھر عورت سے میل کر لے۔ بعد تین ماہ کے
پھر طلاق مستحکم ہو جاتا ہے۔ طلاق رجعی وہ ہے جسمین رجوع جائز ہے بدون تجدید عقد اگرچہ
رجوع نہ کرے۔ طلاق عدی وہ ہے کہ طلاق دے پھر رجوع کرے قبل عدہ ہم بستری
کرے پھر طلاق دے اوسکو طہر ثانی مین پھر رجوع کرے اور پھر طلاق دے تو یہ طلاق
عدی آخر مین بائن ہو جاوے گی پس جو مرد اپنے سخت دلی کے باعث تین طلاق دے
اور رجوع کرے تو پھر رجوع نہین کرسکتا تا وقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح
کرکے اوس سے طلاق نہ لے لے سایر اصاحب اور سڈ لاٹ صاحب نے کہا ہے
کہ یہ قاعدہ اس غرض سے بنایا ہے کہ طلاق کثرت سے نہ وقوع مین آوے جیسا عرب
مین دستور تھا کہ بات بات پر زوجہ کو طلاق دیدیتے تھے۔ سڈ لاٹ صاحب نے اس
شرط کو لکھا ہے کہ یہ نہایت حکیمانہ ہے تا کہ اوسکی وجہ سے مشرکین عرب اور یہود مین
جو بافراط طلاق وقوع مین آتی تھی اوسمین کمی ہوی۔ سایر اصاحب فرماتے ہین کہ یہ قید
اسلیئے لگادی گئی کہ یہ ایک حاسد اور تنگ مزاج اور نیم وحشی قوم کو عزت دامنگیر ہو
اور طلاق سے باز رہے ؎ اسیطرح سے مختلعہ اور مبارات اور زن بالغہ اور زن غیرمدخولہ
اور کم عمر عورت کو طلاق باین سمجھا جاویگا بشرطیکہ زمانہ عدہ مین رجوع کرے مختلعہ اور
مبارات سے اور زر خلع واپس نہ ہوا ہو پھر طلاق کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ طلاق

دہندہ عاقل وصحیح العقل ہو۔ بالغ ہو۔ برضا ورغبت بلا اکراہ و اجبار طلاق دے۔ اوسکا ارادہ صریح طلاق دینے کا ہو طلاق بالکنایہ موثر نہین ہے۔ طلاق دہندہ مدہوش اور نشہ مین نہ ہو غیض وغضب کی حالت مین طلاق نہ ہو۔ ایسا صیغہ طلاق کا پڑھا جاوے جو متشابہ المعنی نہ ہو بلکہ قطعی الدلالۃ ہو۔
طلاق کی ابتدا شوہر کیجانب سے ہوتی ہے بعد طلاق فوراً شوہر کو زوجہ کی جائداد کا حساب کتاب دیدینا چاہیے اور اوسکی کل جائداد مع اوسکے مہر کے زوجہ کو دیدینا چاہیے۔

طلاق المریض

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر عالم احتضار مین ہوتا ہے یا ایسے مرض مین مبتلا ہوتا ہے جو آخر الامر اوسکی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور وہ اسلیئے زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے کہ اوسکے مرنے کے بعد اوسکی وارث نہ ہو سکے۔ ایسی صورتونکے لیئے چند قواعد مقرر کردئے گئے ہین تاکہ اختیار طلاق کی نا انصافانہ تعمیل سے کوئی حرج یا نقصان نہونے پاوے اسلیئے کہا ہے کہ مریض کو اپنی زوجہ کو طلاق دینا مکروہ ہے لیکن وہ اگر ایسا کرے تو شرعاً جائز ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص شدت مرض مین اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دے اور قبل انقضائے عدہ مرجاوے تب بھی زوجہ شوہر کی میراث پاوے گی اور اگر طلاق بائن ہے تو ایک سال تک زوجہ شوہر کی میراث پاسکتی ہے بشرطیکہ دوسرا عقد نہ کرلیا ہو یا یہ کہ شوہر اوس مرض سے اچھا ہو کر پھر دوسرے مرض مین مبتلا ہو کر مرجاوے

خلع ومبارات

شرع اسلام جاری ہونے سے پیشتر زوجہ کو طلاق مانگنے کا حق کسی حال مین اور کسی نہج سے حاصل نہ تھا خاص خاص صورتونمین اختیار طلاق معاہدہ کے ذریعہ سے زوجہ کو حاصل ہوجاتا تھا۔ مگر عموماً یہود اور مشرکین عرب دونو کے نزدیک عورت طلاق کا حق نہ رکھتی تھی۔ قرآن مجید مین نسوان عرب کو وہ حق عطا کیا گیا جو اونکے ملک کے آئین وقوانین کے بموجب اونکو کبھی حاصل نہ تھا۔ (ملاحظہ ہو ڈی اوہسن صاحب اور سالیسی صاحب اور سائر اصاحب کی کتابین۔)

جب طلاق کی خواہش زوجہ کیجانب سے ہو اسوجہ سے کہ وہ شوہر سے نفرت رکھتی ہو
یا اس سبب سے کہ شوہر کو فرائض زوجیت کو بجالانا اوسے منظور نہو تو زوجہ اپنا مہر معین
یا کوئی اور جائداد شوہر کو دیکر قطع تعلق کر سکتی ہے ایسے طلاق کو خلع کہتے ہین اور جب
طلاق شوہر اور زوجہ دونوں کی طرف سے ہو اور ایک دوسرے سے بیزاری کیوجہ سے
برائت کرے اوسکو مبارات کہتے ہین بعد انقضائے عدہ خلع و مبارات طلاق بائن
ہوجاتی ہین مگر عدہ کے پہلے عورت اگر معاوضہ خلع واپس کرے اور رجوع چاہے تو ممکن ہے

ظہار

زمانہ سلف مین جزیرہ نمائے عرب مین مشرکین مین یہ دستور تھا کہ اپنے ازواج کو مادر
یا خواہر کے لفظ سے پکار کر طلاق دیتے تھے اور بیچاریاں بے والی و وارث ہوجاتی تھین
سایر اصاحب مورخ فرانسیس لکھتے ہین کہ اس قسم کا طلاق شارع اسلام کی بعثت
کے زمانہ مین کثرت سے جاری تھا اور اس سے قبائل عرب کے اخلاق ایسے خراب
ہوگئے تھے کہ کسی رسم قبیح سے ایسے خراب نہوسکتے تھے سوائے نکاح "المقت" کے جسمین بیٹا
اپنے باپ کی وفات کے بعد اوسکے ازواج کو اپنے تصرف مین لاتا تھا شارع اسلام
نے زوجہ کو ایسے مضر تشبیہات دینا یا اسکو دشنام دینا حرام مطلق کر دیا اور جو شوہر
اپنی زوجہ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرتا تھا اوسکو کفارہ دینا پڑتا تھا۔
زوجہ کو دشنام دینے کا معمولی کفارہ ایک غلام کو آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو
کھانا کھلانا یا دو مہینہ کے روزے رکھنا تھا۔ اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کو اپنی مان یا
بہن سے یا اپنی محرمات شرعیہ مین سے کسی عورت سے مشابہت دئے تو کفارہ دینا
اوسکو اوسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ اوسنے زوجہ کی توہین کے لئے مشابہت دی
ہو" ظہار کا رسم قبیح مشرکین عرب کے عادات و اخلاق مین داخل ہوکر بہت مضبوط و
مستحکم ہوگیا تھا۔ پس اس رسم قبیح سے جو نتائج بد پیدا ہوتے تھے اونکو باطل کرنے اور
باقتضائے زمانہ اونکے متروک ہوجانے کی غرض سے شارع اسلام نے چند قوانین مقرر
کردیئے ہین جو فقہ کی کتابون مین لکھدیئے ہین اور یہ سب احکام شرع اب صرف واقعات
تاریخی رہ گئے ہین اور انسے شارع اسلام کے زمانہ کے رسوم و عادات کی کیفیت خوب

مغلوب ہوتی ہے۔ اس زمانہ مین لفظ ظہار سے اہل اسلام بھی اسیطرح سے لاعلم ہین جسطرح
اور لوگ ہین مگر فقہ کی کتابونمین احکام ظہار درج ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان
اپنی بی بیون کو ہمیشہ گالیان دیا کرتے ہین۔

ایلا

ظہار کیطرح سے ایلا کا رسم بھی مشرکین عرب اور یہود و نصارے سکنہ عرب مین جاری تھا
اور اب یہ رسم بھی بالکل متروک ہوگیا ہے پیشتر یہ رسم تھا کہ جب شوہر زوجہ سے مقاربت
نہ کرنے کی قسم کھا جاتا تھا اور کچھ عرصہ تک قسم کو نباہ تا تھا تو وہ قسم طلاق بائن کا حکم
رکھتی تھی اور زوجہ کو اس مقدمہ مین کچھ اختیار نہ تھا یعنے رسم و رواج کی رو سے اوسکو
یہ اختیار نہ تھا کہ۔ اعتراض کرے کہ شوہر اوسکو اس طور سے طلاق دینے مین اختیار
نہین رکھتا ہے۔

شارع اسلام نے اس رسم کو زوجہ کی توہین کا باعث قرار دیکر بڑی مذمت فرمائی
ہے جیسے ظہار مین ہے ویسا ہی ایلا مین بھی شوہر پر کفارہ واجب ہوتا ہے اگر زوجہ سے
مقاربت نہ کرنے کی قسم کھانے کے بعد اوس قسم کی میعاد کے اندر اوس سے مقاربت
کر بیٹھے۔ ایلا کی میعاد چار ماہ ہے اس سے کم میعاد کی قسم شرعًا موثر نہین ہے
بعد چار ماہ کے وہ عورت مطلقہ سمجھی جاتی ہے۔

لعان

شریعت اسلام مین جب شوہر زنا کی تہمت لگائے تو ثبوت زنا صرف چار گواہون کے
گواہی سے ہوسکتا ہے جنہون نے اپنی آنکھ سے دخول ہوتے دیکھا ہو۔ مگر یہ جرم
ایسا ہے کہ بہت کم صورتین ایسی ہوتی ہین جنمین صراحت کے ساتھ شہادت موجود
ہو اور بچشم دید ہو۔ لعان کی کارروائی شرع مین اوسوقت کے لیئے مقرر کی گئی جبکہ
شوہر زوجہ کے ارتکاب زنا کا یقین کلی رکھتا ہو مگر اوسکا ثبوت اون گواہون کی
گواہی سے نہ دے سکے جنہون نے اوس فعل کو بچشم خود دیکھا ہو یا فقط شوہر ہی
اوس فعل سے واقف ہو۔ پس لعان اس مصلحت سے مقرر کیا گیا ہے کہ صدہا

صورتین ایسی ہین جنمین زنا ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ سوائے شوہر کے اور کسی کو خبر نہین ہونے پاتی اور اگر شوہر کی دادرسی نہ کیجاوے تو بہت بڑے نتائج پیدا ہون مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لعان مقرر کرنے مین شارع نے فقط شوہر کے حقوق کا لحاظ نہین رکھا ہے بلکہ زوجہ کے حقوق کی بھی رعایت کی ہے۔ شریعت مین جب ایک شخص دوسرے کو بدنام کرے یا تہمت لگائے تو تہمت لگانے والا حد قذف کا مستوجب ہے مگر جب کوی شوہر اپنی زوجہ کو بدنام کرے اور اوسکو زنا کی تہمت لگائے تو اکثر صورتومین اتہام کی حد شرعی یعنے سزا سے بچ جاتا ہے پس اس غرض سے کہ تہمت لگانے والے کو تہمت بیجا لگانے کی کچھ تعذیر دیجاوے اور اس غرض سے ہے کہ زوجہ بہ نفع العار کر سکے یعنے تہمت زنا کا انکار بالاعلان اور بہ پابندی احکام شرع کرکے اپنی صفائی کرے اور اپنی بدنامی کو رفع کرے شارع نے یہ حکم فرمایا ہے کہ جب زنا کی تہمت کسی عورت پر لگائی جائے اور تہمت لگانے والا اور جسکو تہمت لگائی ہے وہ حاکم شرع پاس جاکر ایک دوسرے پر اوسطرحسے لعنت کرے جیسا کہ حکم شرع ہے۔ پس اون حاکم شرع کو نصیحت کرنا اور سمجھانا چاہیے جب نہ مانین تو صیغہ لعان پڑھواوے لعان کی نالش دو غرضون سے ہوتی ہے یا اس غرض سے کہ زوجہ کا زنا ثابت کردے۔ یا اس غرض سے کہ جو لڑکا اوس سے پیدا ہوا اوسکی ولدیت کا انکار کرے شرائط لعان سے بلوغ و عقل ہے اور یہ کہ گونگا اور بہرا نہ ہو پس جب بطور شرعی حاکم شرع کے روبرو لعان ہوجاوے تو ایک دوسرے پر حرام ہوجاتا ہے۔

غرضکہ یہ مذکورہ صورتین زن و مرد کی نااتفاقی کی تھین مگر ان سب صورتومین پہلے میل اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش لازم ہے۔

جب نااتفاقی کیصورت پیدا ہو تو قران نے حکم دیا ہے کہ پہلے نااتفاقی کے رفع کرنیکی حتی الامکان سعی کیجاوے۔ عورت کو تنبیہ و تہدید کرکے اوسکی سرکشی کی اصلاح کیجاوے عورت کی سرکشی اور کجی اور بدصورتی پر بھی فرمایا ہے ؎ عسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ؎ شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اوسمین بہت بہتری رکھی ہو۔ یعنے صاحب اولاد ہوجاوے یا اوسمین کچھ اور خوبی کی بات پائی جاوے پس حتی الامکان قطع تعلق نہ کرو۔ ہان جب کوئی حیلہ۔ کوی چارہ۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکے تو آخری

علاج طلاق اور قطع تعلق ہے اور یہ عین حکمت ہے - کیونکہ اتفاق اور محبت کی حالت مین توکوئی طلاق دیتا ہی نہین - اور جب حد سے زیادہ نا اتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہو جاوے تو پھر قطع تعلق - اس سے بہتر ہے کہ دونون ایک جگہ رہ کر ضیق کیحالت مین بسر کرین اور دوسرے کی ہلاکت کے خواہان ہون - اب ہم قرآن مجید کے وہ آیات پیش کرتے ہین جس سے طلاق کی بابت جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے سب کی تصدیق ہو جاوے خدا فرماتا ہے ؎ والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا ، یعنے جن عورتون کی سرکشی ونافرمانی سے تم ڈرتے ہو - اونکو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہون مین اونسے جدا رہو - پھر اونکو مار کر تنبیہ کرو (اگر نہایت سرکش ومتمرد ہون) تو اگر تمھاری فرمانبردار ہو جاوین تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور جدائی کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورتون سے بے پرواہی نہ چاہو - کیونکہ بزرگ اور بلند تو خدا ہے - بلکہ عورتونسے سلوک اور صفائی کرو پھر اگر تمکو میان بیوی کی سخت مخالفت عداوت کا اندیشہ ہے - تو ایک منصف میان کیطرف سے مقرر کرو اور ایک بیوی کیطرف سے اگر وہ منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیدے گا - خدا علیم وخبیر ہے پھر فرماتا ہے ؎ للذین یولون من نسائھم تربص اربعۃ فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم - والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء - الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ - واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوا ھن ان ینکحن ازواجھن واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا ؎ یعنے جولوگ اپنی بی بیونسے جدا ہونے کے لئے قسم کھالین او طلاق دینے مین جلدی نہ کرین بلکہ چار مہینہ کا انتظار

کرین پس اگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجاوین تو خدا کو غفور الرحیم پاوینگے (وہ گذشتہ زیادتیون کو معاف کردیوے گا مرد کیطرف سے ہون یا عورت کیطرف سے بشرطیکہ آیندہ حالت کی اصلاح کرین اور حسن سلوک سے برتاؤ کرین اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کرین - تو سن رکھین کہ خدا سمیع و علیم ہے اگر ناحق دیگی تو عورت کی فریاد کو سنکر مرد سے بازپرس کرے گا اور چاہیے کہ جن عورتون کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار کرین اور تین حیضونمین جو قریبًا تین مہینہ ہین دو دفعہ طلاق ہوگی یعنے ہر ایک حیض کے بعد حالت طہر مین خاوند عورت کو طلاق دے حالت حیض مین نہ دے کہ وہ نفرت کا وقت ہے اور جدائی کا زن و شوہر کے) طہر کا انتظار کرنا چاہیئے شاید موافقت ہوجاوے - اور جب تیسرا مہینہ آوے تو خاوند کو آگاہ ہوجانا چاہیئے کہ اب یا تو طلاق سے رک جاوے اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنے گھر مین آباد کرے یا احسان و حسن سلوک کے ساتھ ہمیشہ کے لئے عورت کو رخصت کرے - اور اگر تیسری طلاق جو تیسرے حیض کے بعد آتی ہے دیدے تو اب یہ عورت اوسکی نہین رہی دائمی جدائی ہوگئی - تا وقتیکہ وہ دوسرا خاوند کرے اور وہ مرضی سے نہ چھوڑے اور ایسے شخص کی سزا یہی ہے جو باوجود مذکورہ بالا انتظار دن کے اور موقع ملنے کے نہ سمجھے اور جب تم عورتونکو طلاق دو اور اونکی مدت مقررہ گذرجاوے (تین حیض کے بعد تین طلاقین ہوچکین عدہ بھی گذرجاوے) تو وہ عورتین تمھاری نہین رہین - اونکو خاوند کرنیسے نہ روکو اور خدا سے جو تمھارا رب ہے ڈرو - اور اونکو عدہ کے دنونمین گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلین مصالحت و اتفاق کے لئے یہ بھی ایک موقع ہے - مگر یہ کہ اونسے علانیہ کوئی بدکاری ظاہر ہو اور جب اونکی مدت عدہ گذرجاوے تو یا تو اونکو خوش سلوکی کے ساتھ رکھو یا احسان کے ساتھ چھوڑ دو - اور تمکو یہ جائز نہین کہ جو مال طلاق سے پہلے عورت کو دیا تھا وہ لے لو اور جو کوئی ان معاملات مین خدا سے ڈرے گا (کیونکہ زن و مرد کے معاملات پرائیویٹ ہین اور پرائیویٹ معاملات مین خدا کا خوف ہے بد معاملیون سے روک سکتا ہے) تو خدا اوسکو مشکلونسے رہائی دیگا اور اوسکو وہانسے روزی دیے گا جہانسے اوسکو معلوم تک نہین ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے جو اوس نے تم پر نازل فرمایا اور جو خدا سے ڈرے گا اور طلاق نہ دے گا خدا اوسکے گناہ معاف کردے گا اور اوسکو

بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔
یہ طلاق کے متعلق احکام ہین جس سے بڑھ کر عمدہ اور احسن حکیمانہ نہین ہوسکتے اگر کسی اور
مذہب مین ہون تو مقابلہ کر کے دیکھا وے۔
(اولاد سے حسن سلوک) قبل شیوع اسلام مشرکین عرب مین اولاد کو پرورش کرنا
والدین پر فرض نہ تھا نہ صلہ رحم بجالانا یا ایک عزیز کو دوسرے عزیز کا تکفل واجب تھا۔
بلکہ برخلاف اسکے تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت مین جو قبل شیوع اسلام
کے جزیرہ نمائے عرب مین گذرا اور جسمین لوٹ مار اور خونریزی اس ملک مین شدت
سے ہوتی تھی اولاد کے پیدا ہونے سے کچھ تکالیف فرایض والدین سے نہ متعلق ہوتے
تھے بلکہ اولاد اناث یعنے لڑکی کا ہونا ایک بلائے عظیم سمجھا جاتا تھا اور لڑکیان زندہ
دفن کردی جاتی تھین تاکہ وہ اپنے والدین کے قبیلہ پر ایک بار گران نہ ہوجاوین
شارع اسلام نے اولاد کی پرورش کو مان باپ پر فرض کردیا اور ساتھی اوسکے یہ بھی فرمادیا
کہ جب مان باپ سن رسیدہ اور ضعیف ہوگئے ہون اور خود اپنی بسر نہ کرسکتے ہون تو اولاد اپنی خود فکر
کرے۔ اولاد کو والدین کا اعزاز و احترام کرنا فرض کردیا گیا اور ہمیشہ رسولخدا یہ فرمایا کرتے
تھے کہ "مطیع و فرمانبردار اولاد اپنے ماں کے قدم بقدم بہشت مین داخل ہوتی ہے۔"
اس حدیث کو ایم بیرن صاحب عالم فرانسیسی نے لکھا ہے کہ بہت بڑی فارق و ممیز ہے
درمیان شرع محمدی اور شرایع سلف کے۔ ایسے ایسے احکام کی رو سے اولاد کو پرورش
کرنا اور انکو مناسب تعلیم دینا شرع مین مان باپ پر فرض ہے اور یہ فرض باپ سے
بالطبع متعلق ہے باپ اگر غریب ہو اور دادا متمول ہو تو اولاد کے نفقہ دینے کی تکلیف دادا
سے متعلق ہوتی ہے۔ اولاد کو نفقہ دینا اونکے بلوغ تک فرض ہے بعد بلوغ واجب نہین
ہے مگر یہ کہ اولاد کسی بیماری یا نقص جسمانی مین مبتلا ہو لڑکیکی پرورش اوسکے نکاح کے
بعد جاتی رہتی ہے باپ کو اپنی اولاد کی جائداد کی حفاظت فرض ہے۔ اسی طرح سے
اولاد ذی مقدور کو اپنے والدین کی پرورش فرض ہے جبکہ وہ مفلس ہون۔ نفقہ دینے
کی تکلیف یا زرداری کو اون اشخاص کی مقدرت اور استطاعت کے موافق قرار دینا
چاہیے مثلاً اگر بیٹی متمول اور بیٹا اوسکی نسبت غریب ہو تو بڑا جز و نفقہ کا مان باپ کے
بیٹی کو دینا چاہیے یہی اصول الجیریا کے قاضیون نے بھی پسند کیا ہے۔

حق الجبر

مشرکین عرب اور یہود کا اختیار اپنی اولاد پر بلکہ تمام اہل خاندان پر ایسا ہی تھا جیسا کہ رومیون مین تھا۔ اختیار پدری کی کوئی حد و پایان نہ تھی اور خود سر رئیسان خاندان کی تنگ مزاجی اور تلون طبعی کے روکنے والی کوئی چیز نہ تھی۔ شریعت اسلام نے اس اختیار مطلق کو معقول حدود کے اندر محدود کر دیا۔ مسلمانون مین باپ کو بہ پابندی چند شرایط معینہ کے اختیار ہے کہ اپنی اولاد کی شادی جبراً کر دے یا ایک عمر معین تک اونکو اپنے گھر مین جبراً رکھے یا عند الضرورت اونکو تنبیہ و تاکید کرے حق الجبر اوس اختیار پدری پر مبنی ہے جو قدیم الایام سے قبایل عرب مین موجود تھا عرب مین دستور تھا کہ باپ کو بیٹون کی شادی جبراً کر دینے کا اختیار تھا جب تک وہ ہتھیار باندھنے کے قابل ہوتے تھے اور بیٹیون کی شادی جبراً کر دینے کا اختیار اوسوقت تک رہتا تھا جبتک وہ بیاہی ہو جانے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے اوسکے اختیار سے نکل جاتی تھین (ملاحظہ ہو پرانصا کی تاریخ نسوان عرب صفحہ ۱۹۱-۲۲۶) یہود مین باپ کو اختیار تھا کہ دختر نابالغ کی شادی بغیر اوسکے رضامندی کے جسکے ساتھ چاہے کر دے اور دختر نابالغ وہ تھی جسکی عمر بارہ سال سے کم ہو۔ اسلام مین یہ اختیار باپ کو بیٹون کی نسبت اوسوقت تک عمل مین آسکتا ہے جب تک وہ حد بلوغ کو نہ پہنچین اور بعد بلوغ وہ باپ کی قید اختیار سے آزاد ہو جاتے ہین جہانتک اونکے حقوق شخصی متعلق ہین اور اونکو اپنی شادی خود کر لینے کا اختیار ہے جو لوگ بالغ و رشید نہ ہون وہ شریعت اسلام مین اوسیطرح معذور و مجبور ہین جسطرح سے اور شرایع مین وہ کوئی معاہدہ یا شرعی معاملہ بلا رضامندی اپنے اولیائے شرعی کے نہین کر سکتے عدم قابلیت جو عدم بلوغ کا نتیجہ ہے اصول عقلی پر اور اس مصلحت پر مبنی ہے کہ جو لوگ معاملات روزمرہ مین عقل سلیم سے کام لینے کے قابل نہون وہ اپنے افعال کے نتایج سے محفوظ رہین لہذا اولاد نابالغ بلا رضامندی اپنے ولی شرعی کے شرعاً نکاح نہین کر سکتی شریعت مین جو اختیار باپ کو دیا گیا ہے وہ باعتبار اصول کے غیر محدود ہے لیکن اس اختیار مین اتنے شرایط اور قیود لگا دیے ہین کہ جو ضرر اس سے پیدا ہو سکتا ہے وہ عملاً کم پیدا ہوتا ہے۔ حق الجبر کا عملدر آمد بلوغ

ختم ہوجاتا ہے بعد بلوغ مرد ہو یا عورت اونکی صریحی رضامندی پر جو خوف ہوگا عورت
باکرہ ہو خواہ ثیبہ اگرچہ حق الجبر عقلاً ایک حق مطلق ہے مگر عملاً اوسمین بہت سی شرطین
لگائی گئی ہین باپ کو شرعاً ممانعت ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح مریض و غلام و فاتر العقل
سے نکرے فی الواقع لڑکے کے خاص فوائد کا لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ خوب سمجھ لیا گیا ہے
کہ حق الجبر صغیر السن لڑکے کے ضرر یا نقصان کے لئے کبھی عمل مین نہ لایا جاوے اور باپ کا
ہر فعل جس سے نابالغ کی حق تلفی یا نقصان کا گمان ہو ناجائز سمجھا جاوے گا جب
باپ ناقص العقل ہو یا مر گیا ہو یا غائب ہو اوسوقت مین یہ حق الجبر اوسکے قایم مقامون
کو حاصل ہوتا ہے مثل دادا یا وکیل کے ہماری شریعت کا قاعدہ فرانس کے قانون
سے بدرجہا بہتر ہے فرانیس کے قانون کے بموجب کوئی مرد اٹھارہ سال کے سن تک
شادی نہین کرسکتا اور کوئی عورت پندرہ برس کی عمر تک شادی نہین کرسکتی اور اگر
بیٹے کا سن پچیس برس سے کم ہو اور بیٹی کی عمر اکیس برس سے کم ہو تو نکاح والدین کے
اذن سے مشروط ہے اگر والدین مین اختلاف ہو تو باپ کی اجازت کافی ہوتی ہے
اگر والدین زندہ نہ ہون تو جواز نکاح دادا۔ دادی کی اجازت پر موقوف ہے اور
جب وہ بھی نہ ہو تو سارے خاندانی کونسل کی رضامندی حاصل کرنا ضرور ہے۔
(ملاحظہ ہو مجموعہ قانون نپولین - ۱۸۲) جب مرد کا سن ۲۵ سال کا ہو اور عورت کا
۲۱ سال کا ہو تب بھی اون دونون پر فرض ہے کہ ایک باضابطہ اشتہار کے ذریعہ
سے والدین کا اذن حاصل کرین اور جب تک مرد کا سن تیس سال کا اور عورت کا
پچیس سال کا ہو جاوے اوسوقت تک یہ فعل ایک ایک مہینہ کے فاصلہ سے
تین مرتبہ کرنا چاہیے اور تیسری درخواست کے ایک مہینہ کے بعد طرفین کو جائز ہے
کہ با اجازت یا بلا اجازت والدین شادی کرلین - جب مرد کا سن بیس برس کا ہو
جاوے تو پہلے دو رجسٹرارون یا ایک رجسٹرار اور دو گواہون کے ذریعہ سے
والدین پر باضابطہ اطلاعنامہ جاری کرکے اوسکے مہینہ بھر کے بعد اوس مرد یا عورت
کو بلا اذن والدین شادی کرلینا جائز ہے قانون انگلستان کے بموجب مرد اور عورت
دونون بیس برس کے سن تک بلا رضامندی والدین شادی نہین کرسکتے۔

ضمانت

مانکا حق حراست اولاد کا جب اولاد صغیر السن ہو تو اس حالت مین شریعت اوس حق کی تائید کرتی ہے جو مان کو حراست اولاد کا بالطبع حاصل ہے اور ایک مدت معینہ تک اوسکے حق کو باپ کے حق پر مقدم و مرجح رکھتی ہے جب اولاد کو مان کی حراست کی ضرورت نہ باقی رہے اوسوقت باپ اونکی تعلیم و تربیت اور نگرانی کا حق رکھتا ہے اور اونکی جان کی حفاظت کا مان سے زیادہ مستحق ہے مان اپنی اولاد کا حق حضانت دودھ بڑھنے کے زمانہ تک رکھتی ہے اس عرصہ مین اولاد کسی حال مین مان کی حراست سے بغیر اوسکی مرضی کے نہین نکل سکتی جب مان نہو تو یہ حق حضانت باپ پاوے گا جب وہ بھی نہو تو دادا دادی اور دیگر اجداد کو ملے گا اور جب اجداد مین سے کوئی نہو تو یہ حق اون اقربا کو ملے گا جو لڑکی کے محارم شرعیہ مین ہون اور قریب بعید کا حاجب ہوگا حق حضانت کے لیئے ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے (۱) صحیح العقل ہونا (۲) اتنی سن نہ ہو کہ حراست کما حقہ بچہ کی نہ کرسکے (۳) چال چلن اچھا ہو (۴) ایسے مقام پر رہتی ہو جہان لڑکے کو کوئی جسمانی یا اخلاقی ضرر پہونچنے کا خوف نہو جن وجوہ سے حق حضانت باطل ہوتا ہے وہ یہین (۱) بدوضعی و بداعمالی (۲) ارتداد (۳) سکونت ایسے مقام پر بدلنا جس سے باپ یا معلم لڑکے پر ضروری نگرانی نکرسکے (۴) عورت کا غیر شخص سے نکاح کرلینا۔ اسلیئے کہ جب عورت ایک نئے خاندان مین چلی گئی تو ویسی شفقت و نگرانی نہین کرسکتی جیسے پیشتر کرتی تھی البتہ فسخ نکاح کے بعد پھر یہ حق عود کرے گا خلاصہ یہ کہ لڑکے کی حفاظت کے لحاظ سے حضانت کا اصول مقرر کیا گیا ہے۔

نابالغی کی حالت

نابالغون کے موانع قانونی کچھ شرع اسلام ہی سے مخصوص نہین ہین۔ بلکہ اور قوانین مین بھی نابالغون کی ذات کی آزادی سن بلوغ کو پہونچنے پر موقوف ہے اور اوسوقت اونکو یہ بھی قابلیت حاصل ہوجاتی ہے کہ اپنی جائداد کو جو چاہین کرین۔ مگر شرع محمدی کے روسے ذات کی آزادی سے خوامخواہ مال یا جائداد کی آزادی لازم نہین آتی حقیقت حال یہ ہے کہ شرع مین دو مختلف زمانے بلوغ کے گویا رکھے گئے ہین۔

ایک وہ زمانہ جسمین نابالغ کی ذات اوسکی ولی کے قید سے آزاد ہوجاتی ہے۔
اور ایک وہ زمانہ ہے کہ جسمین اپنی جائداد کا انتظام خود اختیار کرتا ہے ان دونون
زمانون کو سن بلوغ اور سن رشد کہتے ہین۔
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بلوغ ہوتا ہے اور رشد نہین ہوتا ایسی حالت مین بالغ کی ذات
سے حق الجبر کو اوٹھا لیتا ہے مگر خود اوسکا فائدہ کے لیئے اوسکی جائداد کے لیئے
اوسکی جائداد کا انتظام اوسکے اولیاے شرعی کے سپرد رکھا ہے۔
دین اسلام جاری ہونے سے پیشتر یہ دستور تھا کہ نابالغ کے مال واسباب کا تحفظ
وانتظام ولیون سے متعلق کیا جاتا تھا جو اونکے اہل خاندان مین سے مقرر کیئے جاتے تھے
مگر چونکہ کسی حاکم کے حکم سے اختیار ولایت اونپر عمل مین نہ لایا جاتا تھا لہذا نابالغون کے
مال مین خیانت وتغلب وتصرف اس شدت سے ہوتا تھا کہ شارع اسلام کو بہت سخت
احکام نابالغون کی حفاظت کے جاری کرنے پڑے قرآن مجید مین اون بدعتون اور
بے ایمانیون کی مذمت جا بجا ہے جو پیغمبر اسلام ؐ کے بعثت کے زمانہ مین سارے
عرب مین ہوتی تھین۔
ہر مسلمانون کا قانون ولایت مبنی ہے آیات ذیل مین کچھ احکام ولایت
قرآنین بیان کیئے ہین جنسے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ چھٹے اور ساتوین صدی عیسوی
مین اخلاق عامہ کی کیا کیفیت عرب مین تھی قرآن مجید مین ہے ووا اور دو تم یتیمون کو
اونکا مال اور نہ بدلو اچھی چیز کو بری چیز سے اور نہ کھاؤ اونکی جائداد کو اپنی جائداد کے
ساتھ تحقیقیکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے (سورہ لنساء آیۃ ۲) اور حفاظت کرو یتیمون کی
یہانتک کہ جب وہ شادی کی عمر کو پہونچین پس اگر تم انکو ذی شعور دیکھو تو دیدو اونکو
اونکی جائداد اور نہ کھاؤ اونکو فضول خرچی اور خیانت کے ساتھ اور جو شخص مالدار
ہو ہر آئینہ اوس سے بالکل پرہیز کرے اور جو شخص نادار ہو ہر آئینہ مقدار واجبی
اوسمین سے لے پس جب تم اونکو اونکی جائداد مین حوالہ کر دو تو دو۔ گواہون کے
سامنے حوالہ کرو اور کافی ہے خدا حساب لینے والا۔ اور وہ لوگ جو کھاتے
ہین مال یتیمون کا ناحق نہین کھاتے اپنے شکمون مین مگر آگ کو اور قریب ہے
کہ پہونچین گے آتش دوزخ مین (سورہ لنساء آیت ۵-۶-۷-)

حسن عقیقہ

ساتوین روز ولادت کے بچہ کا سر منڈانا۔ گوسفند قربانی کرکے غریبون کو تقسیم کرنا۔ بقدر موی سر چاندی وزن کرکے مسکینون کو تصدق کرنا۔ اسکا نام عقیقہ ہے۔ جو سنت نبوی قرار پائی ہے۔ اس رسم مین کون سا قبح ہے خیرات و تصدق کرنا ہر طرح سے اچھی بات ہے کوئی شخص اسکے حسن سے انکار نہ کرے گا۔

اب رہا سر منڈانا اسمین حسن عقلی ہے کہ سر ایک نازک مقام اور عقل کا گھر ہے۔ سر مین فاسفورس زیادہ ہے پس اسمقام پر زیادہ سردی و گرمی پہونچانا مضر صحت ہے اور رطوبات جال کی گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ تالو کے اوپر سر کا بالائے سطح نہایت نازک ہے اور اسمقام کو ہوا کھلانا مناسب ہے۔ لہذا موتراشی کرنا ضرور ہوا تاکہ ابخرات دماغی نکل جاوین ہوائے لطیف دماغ طفل کو (جو کہ عرصہ سے ہوائے سرد کا خواہان تھا اور ایک مدت مدید کے بعد قید شکم سے چھوٹ کر دنیا کی ہوا کھانے کا طالب ہوا ہے) تفریح بخشے۔ اگر پیدا ہوتے ہی سر منڈا دیا جاتا تو بچہ دفعۃً ہوائے سرد پاکر مبتلا بامراض ہو جاتا سات روز مین رفتہ رفتہ ہوائے سرد کا عادی ہوتے ہوتے جب متحمل ہو گیا اوسوقت سر منڈانے کا حکم ہوا۔ علاوہ اسکے رطوبات لزجہ و کثافات غلیظہ شکم مادر کے اگرچہ غسل ولادت سے بہت کچھ دفع ہو جاتے ہین لیکن پھر بھی مسامات جسم مین وہ کثافات چسپیدہ ہوتے ہین۔ سر بسبب بالونکے منبع مسامات ہے اوسمین وہ رطوبات غلیظہ زیادہ تر چسپیدہ ہونگے اور بسبب بالون کے ازالہ اور دفعیہ بھی دشوار ہوگا بنا برین اون بالون کا دور کرنا ضرور ہوا تاکہ وہ مسامات کھل جاوین اور ہوائے لطیف سے اون رطوبات کی اصلاح ہو ورنہ حدوث امراض کا خوف تھا اگر یہ اعتراض ہو کہ سر کے بال منڈانے سے دماغ جذب ہوائے بدبسہولت کرے گا اور کوئی حاجب و مانع نہ رہے گا۔ علاوہ اسکے ہوائے سرد و گرم سے بھی زیادہ تر متاثر ہوگا۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ جذب ہوائے بد او سصورتمین اور زیادہ ہوگا جبکہ سر مین رطوبات متعفنہ شکم مادر کے چسپیدہ ہونگے اور قابلیت انفعال دماغ مین زیادہ ہوگی بلکہ وہ رطوبات کثیفہ معین ہوکر اور زیادہ نقصان پہونچاوینگے لہذا صفائی سر کی ایسی

ایسی حالت مین ضروری ہوگی اور روگ اوس ہوا ے بد و ہواے سرد و گرم کی کلا
و سر پنچ وغیرہ سے بھی ممکن ہے جیساکہ دستور عالم ہے کہ ایسے بچون کو خود مان اور دا
اوڑہاے اور ڈھانپے رہتی ہے۔

پچھتر خَتنہ

دنیامین دو بڑی قومین ہین کہ جنمین ختنہ کرنا ضروری خیال کرتے ہین ایک مسلمان
دوسرے یہودی۔

حقیقتاً اگر خیال کیا جاوے تو علاوہ مذہبی طریق کے عقلی اور طبی ضرورتین ختنہ کرنیمین بکثرت ہین
ختنہ نہ کرنے سے حشفہ ہر وقت غلفہ سے مستر و پوشیدہ رہتا ہے جسکے باعث سے اول تو
ایک خاص قسم کی لعاب دار تری موجود رہتی ہے دوسری کثافت کچھ نہ کچھ ہر وقت
ضرور موجود رہتی ہے ۔ یہ دونون باتین ایسی ہین کہ جو امراض کے سرایت کرنے مین
بہت کچھ مدد دیتے ہین ۔ اور اگر مرض موجود ہو تو اوسکے دفع کرنے مین حارج و مانع ہوتے
ہین ۔ اسلیئے کہ بسبب غلفہ کے اوس مقام کی کماینبغی صفائی نہین ہو سکتی خصوصاً وہ لوگ جنکو
عارضہ تقطیر البول ہو اونمین اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قطرہ بول اگر غلفہ ہے مین رہ جاتا ہے
اور وہان رہ کر کثافت پیدا کرتا ہے یا یہ کہ علی العموم لوگ پیشاب کرکے پانی سے
نہین دھوتے اونمین ہمیشہ کچھ نہ کچھ پیشاب یا اوسکے کثافات بسبب غلفہ کے باقی رہتے
ہین ۔ اور یہ بخوبی ظاہر ہے کہ اس قسم کی کثافت ہمیشہ زخم کے اندمال مین مانع ہوا کرتی ہے
علاوہ اسکے جبکہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ اثر ایسی کثافتونکا باقی رہیگا تو وہ مقام اگرچہ خود اوس سے
متاثر ہو کر ماؤف نہ ہو ۔ تاہم اوسمین قبول امراض کی استعداد ضرور پیدا ہو جاوے گی ۔
اور خفیف مرض کا بھی اثر جلد پہونچ جاوے گا اور قطع نظر اس امر کے کہ کثافت کے
باعث سے استعداد امراض کی ہو جاتی ہے ۔ یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ جب ہر وقت
حشفہ سے پوشیدہ رہا تو اوسپر خارجی ہوا کا اور سردی اور گرمی کا اثر بہت کم پہونچتا ہے
بخلاف اوسکے کہ جسکا ختنہ ہو چکا ہو اوسپر خارجی ہوا اور گرمی و سردی کا اثر اچھی طرح
پہونچتا ہے اور کپڑے کی رگڑ پہونچنے سے ایک قسم کی سختی پیدا ہو جاتی ہے جس سے
اوسمین مرض کے مقابلہ کرنے کی اچھی استعداد پیدا ہو جاتی ہے ۔ مثلاً اگر کسی ہاتھ مین

چمڑے کے داستانے پنہا دیئے جائین اور عرصہ دراز تک ہروقت پہنے رہے تو ظاہر ہے
اوسکی حس زاید ہو جاوے گی اور خارجی ہوا سردی و گرمی اور امراض کا اثر اوسپر جلد ہو گا
بہ نسبت اوسکے کہ جسکے ہاتھ ہروقت کھلے ہون چنانچہ جو لوگ ہاتھ سے زاید اور سخت کام لیتے
ہین اونکے ہاتھ کی جلد موٹی اور مضبوط ہوتی ہے۔ اور خارجی ہوا سردی اور گرمی کا اثر اوسپر
بہت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی صحیح شخص کے ہاتھ پر ۱/۱۲ انچھ کے فاصلہ پر دو سوئیون کی
نوکین رکھین تو وہ اونکو جدا جدا محسوس کرے گا بخلاف اسکے کہ کسی مزدور کے ہاتھ پر ۱/۸ انچھ
یا ۱/۴ کے فاصلہ پر دونون نوکین سوئیون کی رکھی جاوین تو وہ جدا جدا محسوس نہ کر سکے گا
پس ظاہر ہے کہ اسیطرح سے وہ ہاتھ بہ نسبت ذکی الحس ہاتھ کے مرض کا بھی مقابلہ زاید کر سکے
گا۔ اسی طرح جب حشفہ بسبب پوشیدہ رہنے کے ذکی الحس ہے اور اوسپر خارجی ہوا کا
اثر کم پہونچتا ہے تو وہ اوس سے کسی قسم کے اثر قبول کرنے مین تامل نہ کرے گا بلکہ ایسے
شخص کو ذکی الحس ہونے کی وجہ سے ابتداءً بوقت جماع سرعت انزال کا مرض پیدا ہو گا اور
بڑھتے بڑھتے بھر دخول ہوتے ہی انزال ہو جایا کرے گا اور جو امراض سرعت انزال سے
پیدا ہوتے ہین اوسمین یہ مبتلا ہو جاوے گا۔

وہ ڈاکٹر ہمینڈ،، کا خیال ہے کہ قدرت کا منشا یہ ہے کہ حشفہ ہروقت پوشیدہ رہے
تاکہ اوسکی حس کم ہو اور لذت جماع مین نقصان نہ آوے (اسلیئے کہ لذت جماع حشفہ
ہی کے ذریعہ سے محسوس ہوتی ہے) مگر اسکا یہی جواب ہے جو اوپر بیان ہوا۔

اب رہا یہ امر کہ وہ ڈاکٹر ہمینڈ صاحب،، کا خیال ہے کہ بسبب ختنہ کے باہ مین کمی
ہو جاوے گی اسلیئے کہ بسبب ختنہ ہو جانے کے حشفہ کی حس کم ہو جاتی ہے۔ یہ امر صرف
ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے اسلیئے کہ اگر ایسا ہوتا تو سب سے بڑھکر مسلمان ہی اس مرض مین
مبتلا ہوتے۔ حالانکہ ایسا نہین ہے اور مشاہدہ و تجربہ اسکی سخت تردید کرتے ہین۔
دیگر اقوام مین جسقدر اسکے مریض ملین گے اوسکا دسوان حصہ بھی شاید مسلمانون مین نہ
نکلے۔ اور اگر ہونگے بھی تو اونکے مرض کے دیگر وجوہ و اسباب ہونگے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے مشاہدہ اور تجربہ سے بالکل کام نہ لیا۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ
حشفہ مین حس بڑھنے سے سرعت انزال کا مرض ہوتے ہوتے قطع باہ کا باعث ہو گا
اور انسان بیکار محض ہو جاوے گا۔

اب رہا فطرت اور قانون قدرت سے مخالفت یعنی خدا نے نامختون پیدا کیا ہے ہم کیون اوسکی مخالفت مین مختونی کرین۔

جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ بسا بچہ مختون بھی پیدا ہوتے ہین اونکے مختون ہونے کی کیا الم ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ خدا نے ان چند مختونون کو پیدا کرکے ہمکو ختنہ کا سبق دیا ہو تو عجب نہین۔ دوسرے یہ کہ اگر ختنہ مین قانون قدرت کی مخالفت ہے۔ تو ناف تراشنے مین بچہ کے بھی قانون قدرت کی مخالفت ہوگی اسواسطیکہ اوسنے بچہ بے ناف بریدہ خلق کیا ہے پھر ہم کیون اوسکے قانون مین اصلاح دین جسطرحسے ضرورت نے ہمکو ناف تراشنے پر مجبور کیا ہے۔ اوسیطرحسے ضرورت نے ختنہ کا بھی حکم دیا ہے۔ اگر آپ یہ کہین کہ ناف بچہ کے واسطے شکم مادر مین تغذیہ کی ضرورت سے تھی بعد ولادت یہ ضرورت باقی نہین رہی اسوجہ سے ناف تراشنا ضرور ہوا۔ اور بچہ کے غلفہ دار ہونے کی کیا ضرورت تھی اور جو ضرورت پیش آئی تھی وہ بعد ولادت کیا دور ہوگئی جو اوسکو بھی قطع کرنے کا حکم ہوا۔

جواب یہ ہے کہ۔ اس مسئلہ کے حل کرنے کی ہمکو ضرورت نہین ہے کہ خدا نے بچہ کو اغلف کیون پیدا کیا ہے۔ بہت سے امور اوسکے اسرار حکمت ہین جو کسی سے ابتک حل نہین ہوے ہم نہین جانتے کہ اغلف پیدا کرنے کی اوسکو کیا ضرورت ہوئی لیکن ہان اسکا جواب دینے پر ہم آمادہ ہین کہ خدا نے کسی خاص ضرورت سے بچہ کو اغلف پیدا کیا جو ہمکو ابتک نہین معلوم ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ اب قانون فطرت مین دست اندازی اور اصلاح کا ہمکو کیا حق ہے جواب اسکا یہ ہے کہ خدا نے فطرتا موے سر مین روئیدگی ناخونمین نمو دیا ہے پھر ہم کیون اوسکی قطع و برید پر آمادہ ہین بالونکو بڑھنے دین خواہ وہ بسبب درازی زمین پر لوٹتے رہین ناخونونکو بڑھنے دین۔ لیکن مقتضا عقل بشری یہ ہے کہ ہم اوسکو حد سے زیادہ ہونے دین خدا نے ہمکو عقل خاص اسوجہ سے دی ہے کہ وہ بامحل تصرف کرے اور اصابت راے اپنے احکام سے کی اگر خدا اپنے احکام کے ذریعہ سے ہماری اصابت راے نفرماتا تو ضرور ہمکو خطا کا خیال ہوتا اب چونکہ عقل نے ہمکو ضرورت ختنہ کی بتائی اور خدا نے ہمکو بذریعہ خاص ملہم بندونکے حکم بھی دیا لہذا ہمکو قانون قدرت مین تصرف کا حق حاصل ہوگیا۔ لیکن ہم یہ

کہتے ہین کہ خدا نے جن حیوانات کو بول کی ضرورت نہین دی ہے اونکا قضیب اندرون
جسم خلق کیا ہے جسوقت وہ اپنے مادہ کے قریب آتے ہین تو فقط نطفہ پہونچانے کی
ضرورت سے قضیب اونکا باہر نکلتا ہے ورنہ ہروقت پوشیدہ رہتا ہے اور یہ حیوانات
پرند ہین۔ دوسری قسم حیوانات چرند کی ہے جنکو بول کی بھی ضرورت ہوتی ہے پس اونکے
قضیب غلفہ دار پیدا کئے ہین اسطرح سے کہ تمام عضو انکا ایک کھال مین مخفی رہتا ہے جو واسطے
ضرورت بول باہر نکل آتا ہے۔ انسان بھی اس دوسری قسم کے حیوان مین شامل ہے
پس باقتضائے طبع حیوانی انسان کو بھی اغلف پیدا کیا لیکن۔ اسکا فقط حشفہ غلفہ دار
بنایا گیا مثل دیگر حیوانات کے کل عضو غلفہ دار نہین بنا اور اس امر مین بھی انسان کو
بالکل حیوانات سے مشابہت نہین دی بلکہ اس جنس مین داخل کرنے کی غرض سے
فقط حشفہ کو غلفہ دار بنایا۔ پس حیوانات کے اغلف ہونے مین مصالح عقلیہ ہین۔
ہان ہم یہ نہین جانتے کہ غلفہ کو ساخت عضو مین بھی کچھ مداخلت ہے یا نہین۔ لیکن
اتنا ضرور جانتے ہین کہ حیوان اگر غلفہ دار نہوتے تو ہروقت عضو تناسل آویختہ رہتا
اور صدمات ضرب وسقط سے متاذی ہوکر ہلاک ہوجاتا ہروقت بیٹھنے اوٹھنے مین زمین
سے رگڑ کر زخمی ہوتا۔ یا مثل دیگر اعضا کے سخت ہوکر بے حس ہوجاتا۔
اور یہ بھی مصلحت ہے کہ جسم حیوان کا کوئی ساتر وحاجب نہین ہوتا یہ امر موجب
شرم وحیا ہے کہ ہروقت نظر زن ومرد کی حیوانات کی شرم گاہون پر پڑے جو شاید
کسیوقت موجب شہوت وریب کا بھی ہو خصوصًا وہ زمانہ جاہلیت ووحشت کا جسمین
جاہل قومون نے حیوانات کو بھی مباشرت سے نہ چھوڑا۔ اوس زمانہ پر کیا منحصر ہے
اس تہذیب وشایستگی کے زمانہ کو ملاحظہ کیجیے اخبارونکو پڑھیے تو آپ کو معلوم
ہوکہ اسوقت بھی معزز قومین کتونسے گرفتار پائی گئی ہین۔
لہذا خالق کائنات نے مبرز کو دم سے اور عضو تناسل کو غلفہ سے پوشیدہ کیا
تاکہ ہروقت نظر مردم پڑنے سے محفوظ رہے۔
انسان کو مثل دیگر حیوانات کے نہ تو دم کی ضرورت ہے نہ غلفہ کی۔ بلکہ مضرت غلفہ ثابت
ہوچکی لہذا مجانست حیوان کی وجہ سے جسقدر غلفہ تھا اوسکے قطع کا بھی حکم ہوا۔
اب ہم اسمقام پر ایک بہت بڑے محقق کی رائے لکھتے ہین اسکی تصنیف کو تمام عالمین

فن جراحی بڑی وقعت سے دیکھتے ہین - اسکی سرجری تمام یونیورسٹیون مین بطور درس داخل ہے وے
اور وہ ڈاکٹر "ایریکسن" ہے یہ ختنہ کے بڑے موئید ہین اور لکھتے ہین کہ کاش ہمارے ملک مین
اگر مذہبی طور پر ختنہ کرنا نہ ہوا کرے تو رواجی ہی طور پر شروع ہو جاوے تاکہ ہم اون آفات
سے بچین جو ختنہ نہ کرنے سے پیدا ہوتے ہین - دیکھیے اتنا بڑا کامل فن جراحی ختنہ کا کسقدر
حریص و موئید ہے صرف اسکے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ کیا کیا مضرتین ختنہ نہ کرنے سے
پیدا ہوتی ہین کہ جسکے علاج سے عاجز آکر ڈاکٹر موصوف نے ختنہ کرنے کی ایسی تمنا ظاہر کی
یہ امر بھی ظاہر ہے کہ جماع مین ایک قسم کا حظ اور لذت پوشیدہ ہے جسکے باعث سے انسان جماع
کا حریص پایا جاتا ہے اور اگر لذت نہ ہوتی تو توالد و تناسل مین (کہ جو خاص منشائے قدرت ہے)
فرق آتا اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ لذت جماع حشفہ کے ذریعہ سے محسوس ہوتی ہے مگر بعض اوقات
ایسا ہوتا ہے کہ غلفہ اسقدر تنگ ہو جاتا ہے کہ بوقت جماع اوپر کو نہین چڑھ سکتا جس سے
لذت جماع محسوس نہین ہوتی - ظاہر ہے کہ ایسا شخص جسکو لذت جماع محسوس نہین ہوتی
جماع مین کمی بلکہ اس فعل کو عبث سمجھکر ترک کریگا جسسے آیندہ نسلونکا سلسلہ جو اوس سے
دنیا مین قایم ہونے والا تھا بند ہو جاویگا ایسا شخص اگر ختنہ نہ کرائے تو گویا اوس نے
قدرت کا ایک بہت بڑا منشا روکنے کا ارتکاب کیا اور ہرگز وہ شخص اس جرم سے
بری نہین ہو سکتا کیونکہ اوسنے اوس نسل کا سلسلہ جسکی تعداد معلوم نہین ہے بالکل بند کردیا
مرض "فائموسس" مین جو جو تکلیفین مریض کو ہوتی ہین اور معالج کو دقتین پیش آتی ہین
اوسکا لطف مریض اور معالج دونون کے دل سے پوچھیے آخر کو یہی انجام ہوتا ہے کہ ختنہ
کرنا پڑتا ہے - اور پھر اوس ختنہ مین بھی کیا کیا دقتین پیش آتی ہین اور مریض کو کیا کیا
تکلیفین برداشت کرنا پڑتی ہین اگر ختنہ ہو چکا ہوتا تو ظاہر ہے کہ آتشک وغیرہ کے
زخم مین یہ دقتین بوقت علاج نہ پیش آتین نہ مریض کو نہ معالج کو اچھا اگر فائموسس
نہ بھی ہو تو یہ امر کیا کم ہے کہ ایسے کثیف زخم جو آتشک کے باعث سے ہون اونکے
علاج مین غلفہ کسقدر حارج ہوتا ہے - بلکہ اوسپر بھی اثر زخم و مادہ کثیف پہونچکر
زخم وغیرہ پڑجاتے ہین اور اوسوقت مجبوراً ختنہ کرنا پڑتا ہے -

واقعاً ختنہ کرنا کوئی فضول امر نہین ہے نہ رواجی طور پر اسلام مین داخل ہے بلکہ
جہان پر حکم شارع علیہ السلام کا حکمت سے بھرا ہوا ہے وہان ختنہ مین بھی

ہزاروں مصالح حکمیہ ہین۔
بچون کو اکثر بوجہ تنگی غلفہ ازحد تکلیف پہونچتی ہے۔ جو گاہی خلقی گاہے خارجی وعارضی طور پر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہمنے بچشم خود ایک بچہ کا حال دیکھا ہے کہ جسکے غلفہ مین بسبب ضرب کے اسقدر ورم ہو گیا تھا کہ پیشاب بند ہو گیا یہانتک کہ قریب بہ ہلاکت پہونچا جسکا نتیجہ ڈاکٹر نے بحالت مجبوری اوسیوقت ختنہ کر دیا حقیقت مین اس عضو خاص کو بھی حقتعالی نے کسقدر نازک بنایا ہے۔ چنانچہ اسکی نزاکت پر لحاظ کرکے قدرتنے کیسا انتظام کیا ہے فرج زن کے اندر جو پردہ ہے وہ کیسا نرم اور نازک اور لعابدار ہے اوسپر بھی اکتفا نہین کی بلکہ جب فرج زن مین دخول ہوتا ہے تو دوہی ایک مرتبہ کے دخول وخروج مین ایک رطوبت مہبل سے خارج ہونے لگتی ہے۔ تاکہ دخول وخروج مین دقت نہ ہو اور حشفہ پر صدمہ نہ پہونچے۔
اس سے ثابت ہوا کہ یہ عضو بہت ہی نازک ہے جسکی حفاظت کے لیئے قدرت نے اسقدر اہتمام فرمایا ہے پس ایسا نازک عضو ظاہر ہے کہ ضرب وغیرہ سے بہت جلد متاثر ہو جاویگا جس سے بہت جلد غلفہ مین ورم پیدا ہو کر راستہ پیشاب کا بند ہوکر آدمی کو تکلیف دے گا اور جبتک ورم دفع نہو گا تو لامحالہ ختنہ کرنا پڑے گا۔
اگر آپ یہ اعتراض کرین کہ جب یہ عضو ایسا ہی نازک ہے تو پھر ضرور ہوا کہ بمزید احتیاط حشفہ غلفہ سے پوشیدہ رہے تاکہ خارجی صدمات کا اثر نہ پہونچے۔ یہانپر تین امر قابل لحاظ ہین اول یہ کہ جب غلفہ سے حشفہ پوشیدہ رہا تو جو کچھ صدمہ پہونچے گا اول غلفہ پر جو متورم ہو کر راہ بول مسدود کر دے گا۔
دوسرے۔ جیسا اوپر بیان ہوا کہ اگر حشفہ ہر وقت ملفوف رہے گا تو اوسمین استعداد قبولیت امراض زایدہ رہے گی۔
تیسرے جب ورم پیدا ہو گا تو چونکہ بسبب غلفہ کے اول تو خود ہی صفائی پورے طور پر ناممکن تھی دوسری بوجہ ورم کے قطرات بول سے غلاظت اور بھی پیدا ہو کر ورم عفونت اور زخم پیدا کر دے گی جسکا اوسوقت مقدم علاج ختنہ کرنا قرار پاوے گا یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ اگر کسی شخص کا غلفہ اسقدر تنگ ہو قدرتی طور پر خواہ بسبب عارضہ کے کہ جو اوپر نہ چڑھ سکتا ہو۔ تو ایسا شخص ازالہ بکر پر قادر نہو گا بلکہ عام طور پر بھی جماع مین تکلیف ہو گی وجہ اسکی یہ ہے کہ جب شخص مذکور ارادہ دخول کریگا تو اوسی حالتمین

غلفہ ضرور اوپر چڑھنے کی کوشش کرے گا جو بوجہ تنگی کے ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امر
بدون کسیقدر زور کے انجام نہین پاتا پس ایسی حالت مین نتیجہ اوسکا شقاق غلفہ ہوگا جسکی
اذیت سے ماہ بھی جاتی رہے گی اور ازالہ بکر بھی نہو سکے گا۔
(۶) کنیسر آف دی پینس '' ایک قسم کا سرطان ہے جو اکثر حشفہ پر دیکھا جاتا ہے حقیقت
مین یہ مرض نہایت سخت ہے مگر اسکے بھی علاج مین بہ سبب غلفہ کے سخت دقتین
واقع ہوتی ہین۔
(۷) سوزش حشفہ '' یہ بھی ایک مرض ہے کہ جسکا سبب عدم صفائی حشفہ اور تنگی غلفہ اور دیگر
اسباب بھی قرار دیے ہین۔ اب دیکھیے کہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ بسبب غلفہ کے صفائی
حشفہ کماحقہ نہین ہوتی خصوصاً جب تنگی غلفہ بھی ہو پس ظاہر ہے کہ جسکا ختنہ نہین ہوا ہے۔
وہ ہر وقت اس مرض کے کر لینے کے لئے تیار ہے۔
علاوہ برین جب کوئی شخص سوزش حشفہ مین مبتلا ہو اور اوسکے ساتھ تنگی غلفہ بھی ہو تو ایسی
حالتمین غلفہ پر دنبل یا زخم ہونے کا قوی احتمال ہے اور بکثرت ہو بھی جاتا ہے۔ اور پھر
اسی پر موقوف نہین بلکہ غلفہ حشفہ سے بسبب سوزش و زخم وغیرہ چسپیدہ بھی ہو جاتا
ہے جسکا علاج ختنہ کرنے پر ہے بغیر اور زحمتون سے نہین ہو سکتا اور اگر ختنہ
نہ ہو تو قریب بہ محال تو ضرور ہے۔
(۸) زخم حشفہ '' اس عضو پر دو قسم کے زخم ہوتے ہین ایک سادہ دوسرے خاص سادہ
قسم کی بابت ڈاکٹرون نے لکھا ہے کہ اسکا باعث یہی عدم صفائی و تنگی غلفہ ہے
بلکہ خود تنگی غلفہ کا سبب اگرچہ مادرزاد بھی ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی یہ مرض اکثر بہ سبب
سوزش و زخم حشفہ ہوتا ہے جسکا مقدم سبب عدم صفائی حشفہ ہے گاہے بہ سبب
آتشک بھی ہوتا ہے۔ مگر اوسمین بسبب عدم صفائی اندمال زخم مین دقت ہوتی ہے
(۹) بابو امولا رتن بیساکہ گری جویٹ کلکتہ یونیورسٹی اسسٹنٹ سرجن ٹامشن ہاسپٹل
اگرہ و مدرس جراحی مدرسہ طبی آگرہ '' اپنی کتاب (۱) پراکٹس آف سرجری '' اوس
ذکر مین جہان تنگی غلفہ مین ختنہ کا ذکر ہے تحریر کرتے ہین۔
کہ فوائد اسکے یہ ہین کہ حشفہ بآسانی صاف ہو سکتا ہے اسوجہ سے غلفہ کے قطع ہو جانے کے
بعد امراض شہوانی و نفسانی بہت کم ہوتے ہین یہی سبب ہے کہ مسلمان لوگ اس قسم

کے مرضونمین بہت کم مبتلا ہوتے ہین۔

"فائموسس" یہ بھی ایک قسم کی تنگی غلفہ ہے۔ ایک قسم اسکی یہ ہے کہ بوجہ تنگی کے غلفہ اوپر نہ چڑھ سکے اور یہ وہ قسم ہے کہ جسمین بوجہ تنگی کے حشفہ پر سے غلفہ نیچے نہین اوتر سکتا۔

"اسباب اسکے بچپن مین بوقت صاف کرنے غلفہ کے جوانی مین اکثر بسبب جلق۔ یا اکثر پہلی مرتبہ مباشرت کرنے مین۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ درد اور تکلیف بہت ہوتی ہے۔ حشفہ پر درد اور اجتماع خون اور اکثر حبس بول دیکھنے مین آتا ہے۔ آخر کار تو عنق حشفہ پر زخم ہوجاتاہے یا گل سڑ کر حشفہ گر جاتا ہے اب ذرا آنکھ کھول کر غور کیجیے کہ غلفہ کے ہونے سے کیا خرابی پیدا ہوتی ہے۔

"ہر پیز پیوسس ایلیس" اس مرض مین غلفہ اور حشفہ پر پھنسیان نمودار ہوجاتی ہین جنمین از حد کھجلی ہوتی ہے اور بعد پھوٹ جانے کے زخم ہوجاتے ہین اسکا سبب بھی منجملہ اور سباب کے عدم صفائی ہے۔

پس جبکہ غلفہ مانع صفائی حشفہ ہے جس سے بکثرت امراض پیدا ہوتے ہین جن مین سے چند مرض ہمنے لکھدیے ذکران امراض کا مفصل اپنے مقام پر کتب طبیہ مین موجود ہے۔ لیکن اسیقدر بیان سے پورے طور پر واضح ہوگیا کہ غلفہ باعث امراض مہلکہ موذیہ ہے۔ اور ختنہ کرنے سے ان امراض کی پوری پوری روک ہوجاتی ہے۔ سبحان اللہ کیا شریعت ہے اور کیا بانی شریعت ہے اور کیسا رحیم وکریم ہمارا خدا ہے کہ ہمارے ہی فوائد جسمانیہ وروحانیہ کی غرض سے ہمکو حفظان صحت کے قواعد بتاتا ہے جسمین ہمارا ہی نفع ہے۔ اور پھر اون قواعد کے برتنے اور عمل کرنے پر ہمکو اجر و ثواب جو دار آخرت سے متعلق ہین عطا فرماتا ہے۔ یہ محض اوسکا تفضل ہے پھر امر شرعی ہمارا حکمت وعقل سے کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ اگرچہ دشمن عقل و انصاف اسکو باور نکرین اور اپنے تعصب وہٹ دھرمی سے انکار ہی کرتے رہین۔

ختنہ زنان

اب ہم ختنہ زنان کے بابت لکھتے ہین۔ ہمارے بعض اکابر کیخدمت بابرکت مین تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک مسئلہ ضلع باندہ سے آیا تھا اور ہمنے اوسکا جواب لکھا تھا اوسیکو

اسمقام پر درج کئے دیتے ہین مع تھوڑے اضافہ کے۔

(سوال ۱) تحفتہ العوام کی یہ عبارت کہ واضح ہو کہ ختنہ پسر واجب ہے اور ختنہ دختر سنت ہا صحیح ہے یا غلط۔

(جواب) ختنہ پسر واجب ہے اور ختنہ دختر مکرمت ہے اجماعًا۔

(سوال ۲) بصورت صحیح ہونے کے وہ حدیث صحیح معہ ترجمہ بزبان اردو نقل فرمای جاوے جسکی روسے اس مسئلہ کی سنت ہونے پر استدلال و اعتقاد کیا جاتا ہے۔

(جواب) چند حدیثین ختنہ زن مین مروی ہین منجملہ اونکے۔

ایک وہ حدیث ہے جو کتاب تہذیب الاحکام مین ہا امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا اون جناب نے۔ جب زنان مکہ نے ہمراہ رسولخداؐ مدینہ کو ہجرت کی تھی اون عورتونمین ایک عورت ام حبیبہ ہا تھی جسنے اپنی لڑکی کا ختنہ کیا تھا۔ بعد ہجرت ایکروز رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ام حبیبہ سے ہا فرمایا۔ کہ کیا اب بھی تو وہ عمل کرتی ہے جسکی تو عادی تھی

ام حبیبہ نے عرض کی ہان یا رسول اللہؐ ابتک مین عادی ہون مگر یہ کہ اگر آپنے حرام فرمایا ہو اور مجکو منع فرماوین۔ اوسوقت البتہ ترک کرونگی حضرت نے فرمایا نہین بلکہ حلال ہے۔ بعد اسکے حضرت نے ام حبیبہ کو قریب طلب کر کے طریقہ ختنہ زن تعلیم فرمایا ارشاد کیا کہ اے ام حبیبہ ہا بیخ سے قطع کر کے استیصال نکرنا بلکہ فی الجملہ قطع کرنا کیونکہ یہ باعث آبروے زنان ہے اور موجب استلذاذ شوہران الحدیث۔

دوسری حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کان چھیدنا پسر کا اور اوس کا ختنہ کرنا ساتوین روز سنت ہے۔ اور عورتونکا ختنہ کرنا جسکو (خفض کہتے ہین) مکرمت ہے اور سنت نہین ہے۔ اور کون چیز بہتر و افضل ہے مکرمت سے۔

(سوال ۳) پھر اس امر کیوجہ ارشاد ہو کہ شارع علیہ السلام نے دیز جملہ حافظان شریعت حقہ اعنی آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس سعادت سے کیون اجتناب کیا۔ اور علماء اہل حق نے مومنین کو اس سنت کیطرف ترغیب و تحریص کیون نہ دلای۔ اور خود کیون اوسپر عامل و کاربند نہ ہوے۔ اگر کہین آنحضرت کا فعل ثابت ہو تو اوس کا نشان دیا جاوے۔

(جواب) اگر اجتناب ہوتا تو یہ حضرات کیون حکم دیتے اور چونکہ ختنہ دختر واجب نہین ہے نہ سنت موکدہ ہے کیونکہ بروایت ؎ من لایحضرہ الفقیہ ۱۱ ؎ قال علی علیہ السلام لاباس ان لاتختن المرأۃ فاما الرجل فلابد منہ ۱۱ یعنے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ حرج نہین اگر عورت کا ختنہ نہ کرو۔ مگر مرد کا ختنہ کرنا ضرور ہے اسلیئے کہ اوسمین فواید کثیرہ ہین بخلاف ختنہ زن کے اسمین یہ اسقدر فوایدنہین۔ اور عملی نظیر کا نہ پایا جانا اکثر اسکے سبب ہوتے ہین۔

(۱) ممکن ہے کہ یہ فعل مخصوص امت سے ہوا ور یہ حضرات اوس فعل کے مکلف ہی نہون

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ اوس عملی نظیر کی کسینے ہمسے حکایت و روایت ہی نہ کی ہو۔

(۳) ممکن ہے کوئی روایت ہو ہماری نظر سے نہ گذری ہو۔

اور شرعاً ثبوت احکام مین تنہا قول معصوم کا حجۃ ہے یہ ضرورت نہین ہے کہ اثبات مسئلہ شرعیۃ مین ہم عمل معصوم کو جبتک نہ دیکھین حکم نہ دین۔ جیساکہ اکثر مسائل شرعیہ محض قول معصوم سے ثابت ہوے ہین۔ اور قول معصوم اوسیطرح سے حجۃ ہے جس طرح سے فعل معصوم حجۃ ہے۔ الغرض علماے دین کاکسی امر مین زیادہ کدو کوشش نہ کرنا اوس امر کی اباحت و استحسان کو دفع نہین کرتا ہے اگرچہ عرب مین ختنہ دختر کا رسم اسوقت تک ہے بلکہ عرب مین عرصہ سے جاری تھا۔ جیساکہ ؎ ام حبیبہ ۱۱ کے قول سے استنباط ہوتا ہے۔ کیونکہ ام حبیبہ ۱۱ حکم شرعی سے ناواقف تھی اوسوقت سے وہ ختنہ دختر کی عادی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبل صدور حکم شرعی یہ رسم جاری تھا جیساکہ ختنہ زن کو خفض کہتے تھے۔ اور ؎ قاموس مین لکھا ہے ؎ وخفضت الجاریۃ کختن الغلام خاص بھن ۱۱

(سوال ۴) اگر بخیال تمسخر و استہزاے مخالفین و توہین شرفاے مومنین علماے اسلام نے احیاے سنت ختنہ دختر سے اعراض کیا تو ایسا ایک مسئلہ جو خلاف فطرت انسانی ہو اور انسان کو اوسپر عمل کرنے سے قدرتاً شرم معلوم ہوتی ہو مقدس مذہب اسلام مین جسکے تمام قوانین و احکام مطابق عقل اور فطرت انسان کے قطعی دلیلون سے ثابت کیئے جاتے ہین کیون روا اور قرین عقل ہو سکتا ہے۔

(جواب) جو امور شرعیہ ہین اونمین چند جاہلون کے تمسخر واستہزا کا خیال دیندار لوگون کو نہین ہوتا ہے۔ لیکن اس طریق حسنہ کی ترویج ہندوستان مین محض اسیوجہ سے نہ ہوی کہ ترک مین اسکے زیادہ مضرت نہ تھی اور بنابر ارشاد جناب امیر علیہ السلام عدم مضائقہ کے خیال سے ترک کیا۔ اور کتب فقہیہ واخلاقیہ مین علماے کرام نے تحریر فرما دیا ہے جس کسیکو توفیق نیک عمل حسن کی ہو اوسکو کہین پر ممانعت نہین فرمائی ہے۔

اب رہا خلاف فطرت انسانی ہونا۔ اور اس عمل سے قدرتاً شرم کا آنا۔ یہ دونون امر مہمل ہین۔ مخالفین اسلام ”وہ بجز یہود کے“ ختنہ مرد ہے کو کب موافق فطرت خیال کرتے ہین۔ نہ یہ کہ جو رسم جاری ہے نہ ہو اوسکو تو بالکل خلاف فطرت وشرم ناک خیال کرین گے۔ شرم کا آنا یہ بھی اسیوجہ سے ہے کہ رسم اسکا نہین ہے۔ حالانکہ زن ومرد شرم وحیا مین دونون برابر ہین۔ اگر ختنہ زن موجب شرم ہے تو ختنہ مرد بھی باعث شرم ہوگا۔ پس اس حیاے حیوانی کے خیال سے کسی امر مفید کو ترک کرنا بجز حیوانیت کے اور کیا ہے۔

واضح ہو کہ حیا کی دو قسمین ہین ”ایک انسانی“ ”دوسری حیوانی“۔

حیای انسانی وہ ہے کہ عقلی ضرورت سے ناشی ہو یا ناموسی ضرورت سے۔ اسلئے کہ شرم وعقل مین تلازم ہے۔ اور ان دونون کے برخلاف جو شرم وحیا ہو خواہ رواج سے ناشی ہو یا خواہش سے ”یا غصے سے“ خواہ تکبر ”وشیخی“ سے وہ سب حیاے حیوانی ہین اور قابل مذمت کے نہ تعریف کے۔ مثلاً کسی عورت کے سینہ مین کنکر بیل ہو اور علاج منحصر ہو جاوے حکیم کے دیکھنے پر۔ اور وہ فرط شرم سے اپنا مرجانا گوارہ کرے اور سینہ اپنا حکیم کو نہ دکھاوے۔ یا اسیطرح اگر شرمگاہ مین کوئی بیماری ہو یا شرم کے مارے پہلے شوہر کے بعد کسی سے عقد نہ کرے۔ یا مرد اپنا مرجانا گوارہ کرے مگر کسی کے ہاتھ سے احتقان لینا گوارہ نہ کرے تو یہ سب حیائین حیوانی ہین۔ اور قابل مذمت نہ قابل تعریف۔ اور اسیطرح جتنی صفتین ہین اچھے اور جتنے عیب ہین برے ان سبکی جانچ عقل سے ہے۔ اور کسوٹی انکی کھری کھوٹے پن کی عقلی مصلحت ہے پس جبکہ ختنہ زن مین ضرورت ناموسی وعقلی دونون ہین لہذا شرم اوس سے حیای حیوانی قرار پاویگی۔ علاوہ اسکے احکام شرعی تعبدی ہین اکثر اونمین وہی حسن عقلی ہے کہ جو حکیم وطبیب کے تجویز کر دینے سے فقط ہمکو امتثال کے لئے عقلاً مجبور کرتا ہے۔ پھر اوس عقل سے کام لینا جو ناقصہ ہو اور ہمیشہ ہر امر مین اختلاف

کرتی رہے ایسی عقل سے کسی حکم الٰہی اور شریعت نبوی کی لم دریافت کرنا بالکل خلاف عقل ہے۔ جیسا کہ حضرت جبرئیلؑ کا امام حسینؑ کا کان چھیدنا۔ اور بعد ولادت پسر کا کان چھیدنا بظاہر بالکل عبث ہے کیونکہ فطرت مرد کی مقتضی اسکی نہین کہ وہ بالی پتہ پہنے مگر محض تزئین کے واسطے مستحب قرار دیا ہے۔ اسیطرح سے عادات عرب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مردان عرب عورت مختونہ پر زیادہ راغب ہوتے تھے۔ اور رغبت ومیلان موجب قوت باہ ہے اور اسکا نتیجہ تولد وتناسل ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے مختونی کو زینت سمجھتے تھے عورت کیواسطے اسوجہ سے اس رسم کو جاری رکھا اگرچہ طبایع اہل ہند اسکے خلاف اور وہ اسکو عیب ونقص خیال کرین۔ لیکن ہم بمدد و توفیق الٰہی فواید عقلی کو ختنہ زن کے بھی لکھ کر یہ دیکھائے دیتے ہین کہ چھوٹا سا چھوٹا مسئلہ بھی ہماری شریعت کا عقل کے خلاف نہین ہے اگرچہ عقل ہماری دریافت کنہ مین قاصر ہو ہم جس ملت ابراہیمی پر ہین ضرور وہ عقلی ہے۔

خداوند کریم سورہ بقر مین خود فرماتا ہے (اور کون ہے جو نفرت کھائیگا ابراہیم کے مذہب سے مگر جو احمق بنائے اپنے تئین۔ حالانکہ ضرور چن لیا تھا اوسے ہمنے دنیا مین اور بے شبہ آخرت مین بھی وہ اچھونمین سے ہے) خدا نے مخالف مذہب ابراہیم کو احمق قرار دیا ہے اسمقام سے صاف ظاہر ہے کہ ملت فطرت ابراہیم عقلی ہے جب تو اوسکے خلاف کرنا حماقت ٹھہرا۔ اور ضرور یہی تعلیم اہلبیت رسالت ہے کہ جو رازدار دین خدا کے تھے۔ ہمین بہت اچھی طرح سے معلوم ہے کہ مذہب حق عقلی ہے۔ اور اسی لئے علم کلام واصول فقہ مین ہمارے بیان ہوا ہے کہ حسن وقبح اشیاء عقلی ہے۔ اور اسیوجہ سے وہ کتاب کافی ما مین منقول ہے کہ وہ حضرت جبرئیلؑ جب بحکم خداوند جلیل ہدیہ عقل وحیا وایمان حضرت آدمؑ کے پاس لائے اور حضرت آدم نے عقل کو چن لیا۔ اور حضرت جبرئیلؑ نے حیا وایمان کی بابت دریافت کیا اور ان دونون سے فرمایا کہ پھر چلو۔ تو اونھون نے عرض کی کہ ہمتو عقل کے خادم ہین اوس سے جدا نہین ہو سکتے۔

اور اسی لئے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ عقل وشرع جڑوان بہنین ہین۔

اور فرمایا کہ شرع عقل ظاہری ہے اور عقل شرع باطنی۔

اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حجت خدا دو چیزین ہین ایک ظاہری

کہ وہ پیغمبر و رسول ہین - دوسرے باطنی کہ وہ عقلین ہین -
اور اسی لئے مستفیض حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ جسکی عقل ٹھیک نہ ہو اوسکی نماز اور روزے اور کسی نیک کام کا اعتبار نہین - اور اسی لئے علم اصول فقہ مین یہ کلیہ لکھا ہے کہ جو حکم کرے گی عقل وہی حکم کریگی نقل اور بالعکس - اور اسیوجہ سے عقاید اور اصول دین مین ہم ہرگز اپنے اعتقاد کا عقل کو قرار دیکر - آیات تجسم و ویدار اور نبیوں نکے گنہگار ہونیکی تاویل کر دیتے ہین -
اور مدار اس عقل کا مثل ہمارے دین کے برہان پر ہے - چنانچہ خدا قرآن مجید مین فرماتا ہے "قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" لاؤ تم اپنی دلیل اگر تم سچے ہو - پس کسوٹی اس عقل و شرع کی برہان و دلیل ہے کہ اوسکی وجہ سے اس عقل خالص کا امتیاز ہو جاتا ہے اوس عقل سے کہ جسمین وہم و خواہش یا غصہ یا رولج وغیرہ کا لوث ہو اور یہ عقل قطعی ہے اور یونانیون کی عقل ظنی ہکہ جو غیب کے صیغے مین بیکار ہے اور یہین سے فرق ہمارے مذہب کا حکیمون کے مذہب سے ظاہر ہوتا ہے - بہرکیف سوائے ہمارے مذہب حق کے دنیا کا کوئی مذہب یہانتک کہ دہری مذہب بھی عقلی نہین اور دین خدا کا عقلی ہونا ضرور ہے اسلئے کہ اوسکی تکلیف آدمی کو ہے اور آدمی کے گھٹے مین عقل پڑی ہے اور عقل ہی کی بدولت اوسے امتیاز اور حیوانون سے ہوا ہے تو اوسی غیر عقلی مذہب دنیا ویسا ہے تھا جیسے کوئی حبشی سے کہے کہ تو کھیسے سے رگڑ رگڑ کے اپنا منہ سفید براق اور گورا چٹا کرلے - حالانکہ یہ محال بات ہے - پس اگرچہ کسی کی لم ہماری عقل نہ دریافت کرسکتی ہو لیکن اوسکا عقلی ہونا ضروری ہے - چنانچہ ختنہ زنان مین بھی فائدہ عقلی موجود ہے اب جو کچھ ہم لکھتے ہین اوسکو بہ نظر انصاف ملاحظہ کیجئے -
"بظرہ" اس عضو کو عورات مین شہوانی لذات کا آلہ سمجھنا چاہیے اس کی ساخت قریب قریب قضیب حرد کے ہے - چونکہ یہ عضو عورات کا آلہ شہوت ہے - اسلئے خیالات و تصورات و ملامست کے اسمین انعاظ بھی پیدا ہو جاتا ہے - طول اسکا ہر عورت اور ہر نسل مین مختلف ہے چنانچہ پانچ پانچ - چھ چھ انگشت کا ہوتا ہے - بعض عورتین جنکا یہ عضو اسقدر دراز ہوتا ہے وہ مثل مرد کے عورتونسے جماع کرتے ہین - چنانچہ ایک عورت چونکہ متمول تھی اسلئے اوسنے چند باکرہ عورتین نوکر رکھی تھین اور اونسے مثل مردون کے جماع کرتی تھی یہ مختصر کیفیت اس عضو کی بیان ہوئی - اس بیان مین چند امر قابل بیان ہین اول - یہ کہ جب یہ عضو اسقدر دراز ہوگیا تو ظاہر ہے کسقدر طرفین کو جماع مین دقت واقع ہوگی - اس لئے

کہ چھ انگشت یا پانچ انگشت کی درازی ضرور سوراخ فرج کے لئے حاجب ہو سکتی ہے
جس سے دقت جماع ظاہر ہے اب اگر اوسے حالمین (بظر) مین بھی الفاظ واقع ہو گیا تو اسوقت
مین اور بھی دقت ہے اور مرد کو اوخال قضیب مین دقت اور عورت کو انعاظ دور کرنے کی
ضرورت واقع ہو گی اور ایسی حالت مین ان خیالات کا فرو کرنا بہت مشکل ہے اور جو دقتین
ایسی حالت مین واقع ہون گی وہ ظاہر ہین۔

دوم۔ جسوقت مین کہ (بظر) اسقدر طویل ہے تو اب اگر کوئی مرض فرج مین ہے تو بسبب
قرب و ملامست کے اوسکا اثر بہت جلد (بظر) تک پہونچ سکتا ہے۔ جو وہانسے مثانہ اور وہانسے
بذریعہ ان نالیون کے جو گردہ سے مثانہ مین آئی ہین گردہ تک پہونچکر درد گردہ یا دیگر امراض
مثل ورم۔ سوزش۔ مثانہ۔ یا گردہ یا ان نالیومین جو گردہ سے مثانہ مین آئی ہین خراش
اور ورم پیدا کرے حرقت بول۔ بول الدام۔ اور زخم وغیرہ ہونا بہت جلد ممکن ہے۔ یا اگر
کوئی عورت مبتلائے سوزاک ہو تو اسے ملامست و قرب کے سبب سے اندرون فرج سوزش
حادومزمن اور ورم وغیرہ ہونا بہت جلد ممکن ہے۔ اور جو جو خرابیان ان اورام و سوزش سے
ممکن ہین محتاج بیان نہین۔ کیفیت انکی مفصل کتب طبیہ مین موجود ہے جسکا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے
کہ عورتین ہمیشہ کے لئے (بانجہ) ہو جاتی ہین یا اورار حیض اور وقت جماع بلکہ بوقت بول۔
بلکہ اکثر اوٹہنے بیٹھنے مین بھی تکلیف ہوتی ہے۔

سوم۔ قطع نظر ان سب کے جلق ایک ایسا فعل ہے جو مثل مردون کے عورتونمین بھی
رائج ہے ڈاکٹری کتب مین بکثرت اسکا تذکرہ موجود ہے۔
عورتین اکثر خاص قسم کے آلات بنا لیتی ہین اور فرج مین داخل کر کے اپنی خواہش دفع کرتی
ہین اگرچہ یہ قسم بھی جلق مین داخل کی گئی ہے۔ مگر ہم یہانپر اسکا تذکرہ کرنا نہین چاہتے ہم
اسمقام پر صرف اس فعل سے بحث کرینگے جو متعلق (بظر) کے ہے بعض عورتین جنکا (بظر)
بڑا ہوتا ہے انکو تو کچھ دقت ہی نہین ہوتی۔ لیکن بعض عورتین جنکا (بظر) چھوٹا ہوتا ہے وہ
جلق کرنے کے لئے (بظر) کو کھینچ کھینچ کر بڑہا لیتی ہین اور جلق کرتی ہین۔ یا بعض عورتین جنکا
بیان اوپر گذر چکا ہے عورتونسے مثل مرد کے جماع کرتی ہین۔ ہمارے بعض ناظرین عورات
مین جلق سنکر متعجب ہونگے مگر نہین یہ امر پورے طور سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ
ایک مشہور ڈاکٹر لکھتا ہے کہ میرے پاس اکمرتبہ متعدد عورتین آئین جو سب جلق مین مبتلا تھین

اور ایک عرصہ سے یہ عادت اونمین رائج تھی - مگر اونہون نے ایک کتاب مین اسکے نقصانات
دیکھکر میری طرف رجوع کیا - اور میرے سامنے اقرار کیا - اوسکے بعد اوسنے لکھا ہے کہ افسوس
مین نے بہت سی عورتین ایسے دیکھی ہین جو جلق کیوجہ سے "کوریا" (ایک رطوبت کا رحم سے
خارج ہونا اور ران وغیرہ مین جہان یہ رطوبت لگ جاتی ہے جلن اور خراش پیدا ہوتی ہی)
ریڑہ کا درد - اعصابی درد - پشت کا درد - اندام نہانی کے بیرونی حصہ مین ورم -
وغیرہ وغیرہ مین مبتلا تھین - اور خود اونھون نے میرے سامنے اسکا اقرار کیا - اور جب
مینے بتلایا کہ یہ صرف اونکے ایک فعل یعنے جلق کا نتیجہ ہے تو اونھین ازحد تعجب ہوا -
ایک اور مشہور ڈاکٹر لکھتا ہے - کہ جلق جسطرح مرد ونمین ہے اوس سے بڑھ کر مستورات
مین عام ہی نہین - بلکہ عالمگیر ہے -

"ڈاکٹر وودرڈ" نے ایک عورت کا ذکر کیا ہے جو سخت جنون کے مرض مین مبتلا تھی
حالت بہت خراب تھی چہرہ زرد - اور پوست واستخوان رہ گیا تھا - ایکروز حسب اتفاق
وہ کسیقدر ہوش مین تھی مینے موقع پاکر اوس سے جلق کا تذکرہ کیا اور اوسکو تنبیہ کیا کہ اگر
وہ مجلوق ہے تو ہرگز اچھی نہ ہوگی چنانچہ اوسنے اقرار کیا کہ وہ اس بدعادت مین مبتلا ہے
اور اوسنے اس فعل کو ترک کیا اوسوقت سے وہ اچھی ہوتی گئی اور چند ہفتہ مین بالکل
مرض دفع ہوگیا -

"مسٹر گورڈ" نے اپنے لکچر ونمین اسکی نسبت بہت کچھ بیان کیا ہے - چنانچہ وہ کہتے ہین
کہ قریب آٹھ سال ہوئے اوسوقت سے مجھے ایک طبی کتاب دیکھکر اسطرف توجہ ہوئی جسمین
میرے ہمجنس مبتلا ہو جاتے ہین - مجھے متواتر شہادتین ملتی رہین کہ یہ عادت بدنہایت خوفناک
طور پر عورتونمین پھیلی ہوئی ہے اگر یہ بدی صرف غربا مین ہوتی تو اتنا تعجب نہ تھا - مگر افسوس
اون امیرون مین اور شریفون مین بکثرت موجود ہے جو سوسائٹی کا فخر سمجھے جاتے ہین
اسکے بعد اونھون نے ایک امیر اور شریف عورت کے خط کا خلاصہ درج کیا ہے جو
بسبب جلق کے مختلف امراض مین مبتلا تھی اور جسنے انسے بذریعہ تحریر اپنا علاج چاہا تھا
جسکی نقل پورے طور سے ہم درج کرنا نہین چاہتے صرف اسقدر لکھتے ہین کہ یہ عورت
ایسے سخت امراض مین مبتلا ہوگئی تھی کہ اوسنے اپنے خط مین تحریر کیا تھا کہ بعض اوقات
امراض سے تنگ آکر میرا دل چاہتا ہے کہ میرے باغ مین نیچے جو دریا بہتا ہے اوسمین

کو دیڑون - اور اسیطرح اپنی جان دیدون -

اب یہ امر بھی بطور اختصار بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جلق سے کیا کیا امراض پیدا ہوتے ہین - چنانچہ -

اختلاج قلب - جنون - اختناق الرحم (ہسٹریا) آواز کا کم ہونا - طاقت کا زایل ہو جانا - بدہضمی - دردسر - بے قاعدہ اور بے سبب درد چہرہ کا زرد رنگ ہونا - آنکھوں مین حلقہ - عصبی امراض صرع - ورم رحم - رحم کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا - بے قاعدگی حیض اور اسمین تکلیف - نفسانی قوا اور اعضا کی سستی - اور آخر بش قطعی بیکاری - یہ سب جلق کے نتایج ہین - اب یہ امر قابل لحاظ و غور ہے کہ جسطرح مرد جلق سے اپنی خواہش رفع کر لیتا ہے اوسیطرح عورت بھی - خواہ بذریعہ جلق خواہ عورتون ہی سے - پس ایسی حالت مین جبکہ عورت اسیطرح اپنی شہوت فرو کر لے گی تو اوسکو کوی ضرورت مرد کی باقی نرہے گی حقیقت مین یہ ہے کہ ایسی عورتین ہمیشہ مرد سے متنفر رہتی ہین خصوصًا وہ جوان عورتین جو بیوہ ہو گئی ہین اور اپنی عزت خاندانی - یا رسم ملک کے سبب سے دوسری شادی نہین کر سکتین - یا بعض عورتون کی طبیعتین آزادی چاہتی ہین اور شادی کر کے مصیبت مین مبتلا ہونا اور خانہ داری کے جھگڑے اور شوہر کی اطاعت مین پھنسنا پسند نہین کرتین وہ علے العموم اسمین مبتلا پائی گئی ہین پس جب اونھون نے اسطرح اپنی خواہش رفع کر لی تو اونکو مرد کی احتیاج باقی نرہی اور بہت بڑا رخنہ توالد و تناسل مین واقع ہوا جس سے ایک غرض خاص قدرت کی فوت ہوئی جاتی ہے - یا جن امراض کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہین جو درازی قضیب اور جلق سے پیدا ہوتے ہین ان سب پر لحاظ کر کے اگر غور تو نکا بھی ختنہ کر دیا جاوے تو وہ یقینًا ان امراض سے محفوظ رہین گی - اور نیز اس اہم ضرورت توالد و تناسل مین بھی نقصان نہ واقع ہو گا - پھر سب سے بڑھ کر درازی (بظر) مین صفائی مقام خاص کی بھی اچھی طرح نہین ہو سکتی کتب طبیہ مین یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ سوزاک مین عورتون کو بہ نسبت مرد کے کم تکلیف ہوتی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ بظر طول مین کم ہوتا ہے (اگر بظر) بڑا ہوا تو ضرور ہے کہ تکلیف بھی زاید ہو جاوے - علاوہ اسکے بسبب ورم کے حبس بول بھی ہونا ممکن اور پھر بسبب درازی (بظر) وہ کہیر ،، (قناطر) کے داخل کرنے مین بھی دقت واقع ہو گی - حبس بول سے جو نقصانات ہین محتاج بیان نہین - اور یہی وجہ ہے کہ جن قومون مین مثل حبش و عرب

وغیرہ کے (لیطر) طویل ہوتا ہے ختنہ کی رسم جاری ہے اگرچہ اوسکے متعلق بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے مگر ہمارے ناظرین شاید اتنے ہی بیان پر غور تو نکے ختنہ کرنیکی ضرورت سمجھ لین۔

(سوال ۵) یہ بھی ارشاد ہو کہ یہ سنت اسلام کے صرف ایک فرقہ یعنے مذہب شیعہ ہے مین مانی گئی ہے۔ یا فرقہ اہل تسنن بھی اسکا قایل ہے۔

(جواب) ختنہ نسا حضرات اہل سنت کے نزدیک بھی مکرمت ہے اور احادیث عدیدہ اونکے طریق سے اس باب مین وارد ہین یہان صرف ایک حدیث پر اکتفا کیجاتی ہے وہ کنز العمال مین ،، مذکور ہے ،، الختان سنۃ للرجال ومکرمۃ للنساء حم عن والد ابی الملیح یعنے اخرجہ احمد فی المسند عن والد ابی الملیح۔

رضاعت بچونکے دودھ پینے کی میعاد

انسان کی پرورش اور اوسکی حیات کے قایم رہنے کے لیے جن جن چیزونکی ضرورت ہے اونکے جسم مین داخل کرنے کے لیے حقتعالی نے جسم انسانمین آلات مقرر فرمائے ہین ہر کام انجام دینے کے لیے ایک عضو خاص ہے بعض فعل کے انجام دینے مین چند اعضا ملکر کام کرتے ہین۔ ہم یہان اور اعضا کے ذکر کو ترک کرکے صرف فعل ہضم کو ذکر کرتے ہین اور اوس کے بھی اوس جزو کو جو صرف دانتون سے متعلق ہے۔

انسان کے دہن مین جسقدر دانت ہین اونکو آپ غور کرکے دیکھین تو اونکی ساخت آپ مختلف پائے گا۔ بعض چپٹی جنکے اوپر کے کنارے باریک ہین اونکی ساخت سے بخوبی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانت کسی شئے کے کترنے کے لیے ہین اور ہر شخص کو تجربہ ہوگا کہ اس قسم کا کام انھین ڈانتونسے لیا جاتا ہے۔ یہ دانت سامنے ہی ہوتے ہین۔

اب دوسری قسم کے نوک دار۔ جوان دانتون کے پہلو مین واقع ہین یہ دانت کسی شے کے چیرنے پھاڑنے کے لیے ہین۔ یہ دانت علاوہ انسانکے اون جانورون مین بھی پائے جاتے ہین کہ جو گوشت کھاتے ہین مثلاً شیر۔ بھیڑیا۔ کتا وغیرہ۔ اس سے ثابت ہے کہ انسان کو بھی گوشت کھانے کی فطرتاً ضرورت ہے۔

اب تیسری قسم دانتونکی وہ ہے کہ جو ان دانتونسے مضبوط اور چپٹے ہوتے ہین یہ دانت پہلو مین واقع ہوتے ہین۔ ان دانتون کی ساخت اور اوس مقام کو دیکھکر کہ جہان یہ

نصیب ہین بخوبی سمجھ مین آسکتا ہے کہ یہ دانت چیزون کے توڑنے اور پیسنے کا کام دیتے ہین
چونکہ پہلو مین واقع ہین اسلیئے سخت چیز پر انسان بخوبی ان دانتونسے زور لگا سکتا ہے۔
اور اون جانورونمین جو صرف گہاس کہاتے ہین اسقدر دانت نہین ہوتے جیساکہ گائے
بکری۔ ہرن۔ وغیرہ مین دیکھا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ جس قسم کی ضرورت جسے ہی
اوسکو ویسا ہی سامان قدرت کیطرف سے عطا ہوا ہے۔ اب ہم کہتے ہین کہ بچونکی پرورش
مین ان امور کا لحاظ ضرور ہے اسلیئے کہ جبتک اونکے دانت نہین نکلتے تو ضرور وہ محتاج
دودھ کے ہین۔ اتنے عرصہ تک دانت نہ نکلنے سے صاف ظاہر ہے کہ منشاء قدرت کا
یہ ہے کہ بچہ کو سیّال غذا دیجاے۔ جسکے لیئے شیر مادر سے بہتر کوئی چیز نہین ہے۔ اس
حالت مین چونکہ اونکے اعضا بیحد کمزور نظام عصبی انتہا درجہ کا نازک ہوتا ہے حتےٰ کہ
ذراسی بات مین سخت تحریک ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بسبب فساد
ہضم کے دورہ ہونے لگا ہے۔ ایسی حالت مین ضرور لازم ہے کہ بچہ کے دودھ سے پرورش
کی جاوے لیکن جسقدر کہ بچونمین اعضا کی ساخت مضبوط ہوتی جاوے اونکی غذا مین
بھی تغیر ہونا چاہیے۔ چنانچہ جب اونکے دانت نکلنا شروع ہون تو ضرور علاوہ دودھ
کے کسیقدر ثقیل غذا بھی دیجاوے۔ لیکن یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اول آگے کے دانت
نکلتے ہین۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ غذا دینے کی ضرورت بچہ مین پیدا ہوگئی لیکن
ابھی وہ غذا نہین دیجاسکتی کہ جسکو پہاڑنے توڑنے اور پیسنے کی ضرورت ہے۔
اگر ہم یہ کرین کہ غذای خارجی جسکی ضرورت بچون مین اب پیدا ہوگئی ہے۔ نہ دین تو
لامحالہ یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ بچہ کمزور رہیگا اور ظاہر ہے کہ جب بچہ کمزور ہوتا ہے اور
ابتدا مین اونکی پرورش اچھی نہین ہوتے تو اُنکے اعضا کی ساخت پوری نہین
ہوتی۔ اور وہ ہمیشہ کمزور رہتے ہین جنسے اولاد بھی کمزور اور مریض پیدا ہوتی ہے
اور وہ خود بھی ہمیشہ ضعف ہضم۔ وضعف باہ۔ ودیگر عصبی امراض مین مبتلا رہتے ہین
چنانچہ موافق تحقیقات جدیدہ کے بچون کو سال بھر کے بعد دودھ پلانے کی ضرورت
نہین اگر ضرورت ہو تو چودہ پندرہ مہینے بھی دیسکتے ہین اور شریعت نے سوا دو سال
تک منتہا قرار دیا ہے زیادہ دودھ پلانے سے مرضعہ اور بچہ دونون کے لیئے مضر ہے
اسلیئے کہ بچہ مین جسقدر قوت آتی جاوے اوسکی جسمی ساخت مین تبدیلیان

واقع ہون غذا مین بھی تبدیلی ضرور ہے علاوہ اسکے پھر دودھ بھی اچھا نہین رہتا کہ جسکے باعث سے مختلف امراض کے پیدا ہونیکا احتمال ہے۔

عورت کے پستان ورحم سے ایک خاص علاقہ ہے اگرچہ ہمیشہ نہین لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب تک عورت دودھ پلاتی ہے حیض نہین آتا۔ پس عرصہ تک کسی عضو کا اپنے کار متعلقہ سے معطل رہنا اوسکی قوت کھالکی کا باعث ہے۔ چنانچہ اکثر فقراء اپنا ہاتھ کام نلیکر خشک کردیتے ہین۔ پس اسیوجہ سے زیادہ عرصہ تک دودھ پلانے سے عورتین بکثرت امراض رحم مین مبتلا پائی جاتی ہین۔ اور ہمیشہ قابلہ کی پرستاری کرنا پڑتی ہے۔

یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے کہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے اوسکی طرف خون زیادہ رجوع کرتا ہے پس جب پستان سے زاید کام لیا جاتا ہے تو خون اوسکی طرف زیادہ رجوع کرتا ہے۔ اور وہان دودھ پیدا کرنے کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ جب زاید عرصہ تک دودھ پلایا گیا تو ضرور ہوا کہ خون سے اور اعضا کی پرورش مین کمی واقع ہو اسلیئے کہ اُسکا بہت کچھ حصہ دودھ بنا نےمین صرف ہوجاتا ہے جس سے عام کمزوری اور ضعف نظام عصبی اور مرض اختناق الرحم۔ و دیگر امراض رحم وغیرہ کا احتمال ہے۔

علاوہ اسکے جسقدر عرصہ تک دودھ پلایا جاویگا اوتنے ہی عرصہ تک عورت کو حمل کی قابلیت نہ ہوگی۔ پس فعل رحم باطل ہوجانیکا بھی خوف ہے جس سے ممکن ہے کہ عورت آیندہ کے واسطے عقیم ہوجاوے۔ لہذا لازم ہوا کہ ایک میعاد رضاعت کی مقرر کیجاوے پس شریعت مین سوا دو برس تک میعاد لڑکے کیواسطے مقرر ہوی۔ اس سے زیادہ دودھ پلانیکی ممانعت ہے اور کم مین اختیار ہے جتنی مدت تک چاہے دودھ پلاوے۔

لیکن بنابر تحقیق جدید یہ چھ دہ پندرہ ماہ کی میعاد بہت کم ہے۔ اس میعاد کے معین کرنے مین ضرور غلطی ہوی ہے۔ اس مدت کا بچہ۔ اور عام اطفال ہرگز اسکی قابلیت نہین رکھتے کہ وہ بالکل ٹوٹ پھوٹ کر غذا پر ڈالدیے جاوین۔ اور معدہ اونکا اوس غذاء کا متحمل ہوکر ہضم مین فتور پیدا نہ کرے۔ کیونکہ بچہ جبکہ ایک عرصہ سے شیر مادر کا عادی ہورہا ہے تو دفعتاً غذا پر ڈالنا اور تبدیلی غذا کرنا اوسکے واسطے غیر مناسب ہے تاوقتیکہ رفتہ رفتہ غذا کا وہ عادی نہ کیا جاوے۔ اور دو برس سے کم مین بچہ کے دانت بھی پورے نہین ہوتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی دودھ پلانے کی مدت اور ضرورت باقی ہے کیونکہ وہ

سوا دو برس سے کم مین اکثر بچونکی کچلی و ڈاڑھین نکلتی پس غذا کا پورا انتظام ایسے بچہ کے واسطے عام اقوام نہین کرسکتے۔ بسبب افلاس و ناداری کے۔ اور جبتک ڈاڑھ و کچلی نہ نکلے کوئی ثقیل غذا ہضم نہین ہوتی پس خواہ نخواہ قدرتی غذا یعنے شیر مادر سے اوسکی اتنی عمر تک پرورش کرائی جاسکتی ہے۔ اور جب دانت کچلی، ڈاڑھ۔ نکل آوے پھر شیر کی۔ ہرگز ضرورت نہین۔ جبکہ ہم اون جانورون کو بھی دیکھتے ہین جنکی پرورش دودھ سے ہوتی ہے جبلی طور پر یہ حیوانات اپنے بچون کو اوسوقت تک دودھ پلاتے ہین جب تک اونکے دانت نکل آتے ہین تو قدرتی یہ انتظام ہے کہ وہ جانور بچونکو مارتے اور پاس نہین آنے دیتے ہین۔ بہرحال شریعت نے زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت لڑکے کیواسطے سوا دو سال۔ اور لڑکی کے واسطے ۲ دو سال مقرر کئے ہین کمی مین اختیار ہے اور زیادتی کی ممانعت ہے۔ بسبب حدوث امراض اور عبث ہونیکے۔

حسن میراث

مخالفین اسلام یہ بھی اعتراض کرتے ہین کہ شارع اسلام نے میراث کا قاعدہ جاری کرکے بڑی بڑی ریاستون کو تباہ کرواکے غریب و محتاج بنادیا۔ اگر کل خاندان کا ایک شخص سرقبض و متوتی ہوتا اور کل خاندانکی پرورش کرتا رہتا تو ریاست ٹکڑے ٹکڑے اور پرزے پرزے ہوکر تباہ نہوتی اور کوئی خاندان کبھی محتاج نہوتا۔

(جواب) بدین عقل و دانش بباید گریست ۔ سبحان اللہ کیا خیراندیشی ہے اور کیا عقل و شعور ہے جناب من ظاہر نظر مین تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے اگر ہمکو سرقبضی ملنے والی ہو تو چشم ما روشن دل ماشاد ہم آپکی تائید کرنے کو موجود ہین۔ لیکن دوسرے کو ملنا اور آپ کی ریاست و امارت بھی دوسرے کو اگر سپرد کیجاوے۔ تو پھر اوسوقت آپ خود کو اپنی رائے واپس کرنا ہوگی۔ اور بالفرض اگر آپ اپنی ریاست سے بات سے پیچھے ہاتھ دھو بیٹھیں تو یہ فرض نادر ہے علاوہ آپکے کرورون نفوس ہرگز اسکو پسند نہین کرتے اب اپنی رائے کے معیوب و ناقص ہونے کو ملاحظہ فرمائے۔

(۱) ہر خاندان مین بعض طبایع کسی سے خوش ہوتے ہین اور بعض کسی سے آپ کسی کی سرقبض تجویز کرین دوسرا آپکی مخالفت کرے گا۔ پہلے تو اس قانون مین بھی مخالفت

شروع ہوئی - اگر یہ مخالفت شروع ہوجاوے تو پھر آپ خیال کرسکتے ہین کہ یہ مخالفت کہان تک بڑھ سکتی ہے اور کسقدر جانی و مالی نقصانات متصور ہوسکتی ہین -- اور اگر کسیوجہ سے یہ جھگڑا اسلجھ گیا - تو خواہ نخواہ چند طبایع ضرور قاعدہ کی پابندی سے مجبور ہوکر بظاہر راضی ہونگے لیکن فی نفسہ کد و کاوش اونکی بڑھ جاوے گی جسکیوجہ سے بسبب کمزوری یا تو خود ضرر اٹھاوینگے - یا دست درس ہونے پر اوروںکو مضرت پہونچاوینگے جسکی صد ہا نظیرین موجود ہین -

بھلا یہ جائداد تو مشترکہ ہے ہر شخص حق جتلانے پر موجود ہے - اون جائدادون کو دیکھیے جنمین کوئی شریک و حصہ دار نہین ہوتا اوسپر بھی کتنون کے دانت لگے ہوتے ہین اپنے عزیز اقارب اوسوقت اوجلے قزاق بنجاتے ہین باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو زہر دیتا ہے - جب اس جائداد کی یہ حالت ہے تو جسمین اپنا حصہ ہے ہو اوس جائداد کے لئے کیسے کیسے مفسد برپا ہونگے ادھر اون شرکا کو کد و کاوش ہوگی کہ اس جائداد ہی کو نیست و نابود کردین - اودھر سرقبض دق و پریشان ہوکر اوس جائداد کے مٹا دینے پر آمادہ ہوگا نتیجہ مین تباہی و بربادی ہوگی اور پھر اوس جائداد کے مٹنے سے سب ہی ایکدم سے مٹ جاوین گے اور متروکہ مین یہ تو نفع ہوتا ہے کہ چند تباہ ہوتے ہین بعض ایسے بھی ہوتے ہین جو کچھ کھا پی لین - اسمقام پر آپ سلطنت ور اج گدیون زمیندارانہ قانون کو پیش کرینگے کہ ان گروہون مین جائداد تقسیم نہین ہوتی اور پھر کوئی خرابی نہین ہوتی ہے یہ بھی آپکے کہنے کی بات ہے سلطنتون اور ریاستون مین وہ نزاعین برپا ہوتی ہین کہ قابل بیان نہین - صد ہا سلطنتین اور ریاستین انھین باہمی نزاعون سے تباہ ہوگئین - کتب تواریخ اوٹھا کر ملاحظہ کیجیے - صد ہا سلاطین و راجہ و تعلقہ دار کتنے کی موت مارے گئے - یہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب ہوا قتل عمد کا وقوع ہوکر یہ سب بد اخلاق و گنہگار قرار پاوینگے -

(۲) متولی و منیجر ہماری جائداد کا اگر خائن ہوا تو کل گھر بار ہمارا چپکے چپکے کاٹ کر اپنا گھر بھر لیگا اور ہم سب تباہ و برباد ہوجاوینگے - اسکی نظیرین بھی بیشمار ہین صد ہا گھر کارندون کی خیانت سے برباد ہوئے ہین -

(۳) ہماری جائداد کا منیجر اگر بدسلیقہ و بدشعور ہوا تو پھر اسطرحسے اوس کل جائداد کی تباہی لگی - اور ایک کے ساتھ سب کی ناؤ ڈوبی -

(۴) خواہ نخواہ سب کو ایک شخص کا محکوم و دست نگر رہنا ہوگا۔ اور بیکار بیگار ظلم و انظلام مین پھنسنا پڑے گا جو بقول شخصے۔ نہ الا الذی نہ او لا الذی ہے۔

(۵) ایسے روپیہ مین ترقی ناممکن ہے اور محدود ہے اوسی شخص کی ذات تک جو سر قبض اوس مال کا ہے اگر وہ شخص لائق و ہوشیار ہے تو ترقی کی امید ہے ساتھ ہی اوس کے اگر ہمدردی اوسکے مزاج مین ہے۔ تو پھر آپ بھی اوس ترقی سے لطف اوٹھا سکتے ہین۔ اور اگر ہمدردی اوسکے مزاج مین نہین ہے اور وہ طماع و حریص ہے۔ تو پھر آپ کو کیا۔ آپ کو اپنی ٹکیا روٹی سے مطلب ہے ترقی اور تنزل سے کیا بحث۔ بلکہ تنزل مین زبردستی آپ کو ساتھ دینا پڑے گا۔ روپیہ اور دولت آپ کے قبضہ مین نہین بندھا خوب مار کھاتا ہے آپ اوس دولتمند کا کیا بنا سکتے ہین۔

(۶) جبکہ ایک ہی شخص سبکی جائداد کا مالک و سر قبض ہوگا تو خواہ نخواہ پابند رہنا ہوگا۔ اور جس آزادی کے نیچرل صاحب اور آریہ صاحب خواہان ہین پھر وہ کہان نصیب ہو سکتی ہے اس بنا پر تو آپ کی ساری آزادی دیکھ لی اب کبھی بھولے سے آزادی کا نام نہ لیجیے گا۔

(۷) اسصورت مین مسافرت و مہاجرت و ترک وطن۔ سیر و سیاحت کچھ بھی آپ کو نصیب نہین ہو سکتی۔ بھلا آپ ولایت مین ہون تو کیا ممکن ہے کہ ولایت چھوڑ کر ہندوستان مین مقیم ہو سکین۔ اور پھر آپ کو اپنی اوس جائداد سے انتفاع بھی ہو سکے۔ اگرچہ ریل و جہاز ٹیلیگرام کیوجہ سے اب آسان ہے۔ پھر بھی کمال دشوار ہے۔ نہ آپ نگران رہ سکتے ہین نہ حساب فہمی و جانچ اپنی جائداد کی کر سکتے ہین۔ اگر سر قبض سہل کار یا خائن ہے تو وقت پر آپ کو روپیہ بھی نہین پہونچے گا۔ اگر وہ کل جائداد تھوڑی ہے تب تو بالکل محال ہے۔ کہ آپ دوسرے مقام پر بیٹھ کر اوس سے انتفاع اوٹھا سکین۔ ہان دولتمندون کے لئے البتہ یہ امر ہے کہ وہ دور و دراز مقام پر بے فکر مقیم ہون اور وطن سے اون کے بے غل و غش روپیہ پہونچتا رہے چھوٹی حیثیت والون کے لئے تو ناممکن ہے۔ خصوصاً ریل و جہاز۔ ٹیلیگرام کا نام بھی نہ تھا اوسوقت تو بالکل ہی ناممکن تھا پس قیدیون کی طرح سے آپکو زندگی بسر کرنا پڑتی اور جب اپنے ڈب مین روپیہ ہوا تو بیچ کھونچ کر نقد لینے کا اختیار ہو گا جہان دل چاہا جا سکتے ہین۔ بقول شخصے اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ کسیکو کسے سے مطلب ہی نہ رہا۔

(۸) ایک مقام پر سبکی جائداد ہونے سے اتفاقی امور کا اگر سامنا ہوا۔ مثل چوری۔ آتشزدگی۔ سیلاب۔ وغیرہ کے تو کل جائداد تباہ ہونے کا اندیشہ ہے اور متفرق ہونے مین کسی نہ کسی کا مال اگر بچ رہا تو وہ شخص اپنے غریب بھائیون سے صلہ رحم بھی کر سکتا ہے اور ایک جا ہی مین تو سبھی کے تباہ ہونے کا سامنا ہے۔ یہ مختصر فواید میراث کے لکھے گئے اور بہتیرا وہ اسکے ممکن ہین جو بخوف طول ہمنے نہین لکھے۔ اب ناظرین خود انصاف کرین کہ قانون میراث بھی ہمارا کسقدر عدل و انصاف و حکمت سے بھرا ہوا ہے جسکا مثل و نظیر دوسرے مذاہب مین آپ کو ملنا دشوار ہے بودھاین نے وید کے ایک منتر کی سند پر صراحتاً بیان کیا ہے کہ عورات ناقابل انتظام ہین اونکو وراثت مین جائداد نہین ملنی چاہیے (ملاحظہ ہو بودھاین باب (۱) فصل (۵) و (۱۱) فقرہ (۱) و (۱۴) و باب (۲) فصل (۲) فقرہ (۴۴) وفصل (۳) فقرہ (۴۴) مشرکین عرب کے دستور کے موافق متوفی کی میراث مین صرف ایک امر عظیم کا لحاظ رکھا جاتا تھا اور وہ یہ تھا کہ اوسکی جائداد اوسی کے خاندان مین رہے۔ اسوجہ سے میراث صرف اقربائے ذکور مین محدود و محصور کردی گئی تھی اور اونمین بھی اون لوگون کو دی جاتی تھی جو ہتھیار باندھ سکتے تھے۔ بیٹیان اور بیبیان اور مائین اور نابالغ ذکور و اناث ضمناً یا صریحاً محجوب الارث کردی گئی تھی۔ بیٹیان اسوجہ سے محجوب الارث تہین کہ اونکا پیدا ہونا عذاب الہی سمجھا جاتا تھا اور یہ وجہ بھی تھی کہ جب شادی ہوگئی تو پھر اپنے خاندان سے اونکو کیا واسطہ رہا۔ زنان بیوہ اسوجہ سے محجوب الارث کردی گئین تھی کہ وہ لونڈی سمجھی جاتی تھین اور اپنے شوہرونکی جائداد کا ایک جز قرار پاکر اونکے ورثہ کے حوالہ کردی جاتی تھین اور نابالغ اسوجہ سے محجوب الارث تھی کہ وہ اس قابل نہ ہوتی تھی کہ اپنے قبیلہ کے حقوق و مواجب کا تحفظ بزور شمشیر کر سکین لہذا اونکی جائداد اونکے معلمونکی سمجھی جاتی تھی۔

قبایل یہود مین جو اپنے علما کی شرع پر چلتے تھے میراث سب سے پہلے بیٹون اور اولاد ذکور کو ملتی تھی اونکے بعد بیٹیون اور اونکی اولاد کو اونکے بعد باپ کو چوتھے درجہ مین بھائیون اور اونکی اولاد کو ساتویں چھٹے درجہ مین دادا اور چچا اور پھوپھی وغیرہ کو اور متوفی کی اولاد مین بیٹے بیٹیون پر فضیلت رکھتے تھے بلکہ بھائیون کی اولاد کے بعد بیٹیونکا درجہ تھا۔ جب کوئی شخص اپنے مرنے کے بعد ایسے پوتے اور پوتیان

چھوڑ جاتا تھا جنکا باپ پیشتر ہی مرچکا ہو تو اوسکی جائداد اوسی طرح سے تقسیم ہوتی تھی کہ ہر ایک گروہ کو اوس شخص کا حصہ دیدیا جاتا تھا جسکے ذریعہ سے وہ متوفی کی توریث کا مستحق ہوتا تھا۔ دیگر اقرباء کی نسبت بھی یہی قاعدہ جاری تھا۔ مان اپنی اولاد کا ترکہ کچھ نہ پاتی تھی اور جب حرامزادون کی ولدیت کا اقرار کرلیا جاتا تھا تو اونکے حقوق حلال زادون کے حقوق کے برابر ہو جاتے تھے ولدالحرام کا ترکہ پہلے باپ کو ملتا تھا اور جب باپ نہ ہوتا تھا تو حاکم وقت کو یا قومی سرمایہ مین دیدیا جاتا تھا مان کو کبھی ایک حبہ بھی نہ ملتا تھا۔ برادران خواہران اخیافی کوئی حق وراثت نہ رکھتے تھے۔

شارع اسلام نے زمانہ جاہلیت کے رسوم و قوانین مین اصلاح فرمائی۔ شرع مین حقوق وراثت اون اشخاص کو دی گئی ہین جو آئین قدیم کے بموجب بالکل محجوب الارث تھے۔ اس شرع جدید سے ایک بہت بڑا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تہذیب و شائستگی مین عورتونکا پایہ بلند ہوگیا اور اونکے اخلاقی اور تمدنی حالت مین ترقی ہوئی اور بی بی اور مان اور بیٹیون اور بہنون کو حقوق وراثت حاصل ہوے۔ اور تقسیم ترکہ بنا بر نظام عدل کے کی گئی وہ للذکر مثل حظ الانثیین مامرد کا دوہرا حصہ عورت سے قرار پایا اوسمین بھی بہت سے حسن ہین۔

(۱) مرد اپنے باپ ہی کی میراث پاوے گا اور عورت جس جا بیاہ کر جاویگی اپنے شوہر کے حصہ کی بھی مالک ہوگی۔ یعنے شوہر اوسکا جو اپنے باپ کی میراث پاوے گا وہ اوسکے پاس رہے گی۔ اور مرد اپنی زوجہ کی جو وہ اپنے گھر سے میراث پاویگی مالک نہین ہوگا۔ اب دونون مساوی مالدار ہوگئے۔

(۲) [illegible]رت کا نفقہ اوسکے خاوند کے ذمہ مین ہے اب اسکو جو میراث ملے گی یہ اسکے واسطے کافی ہوگی اوسمین سے اسکو خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور مرد چونکہ پرورش عیال و اطفال مین صرف کرے گا اسواسطے اوسکو زیادہ روپیہ کی ضرورت ہے لہذا اوسکو مان باپ کے یہانسے دوہرا حصہ ملنا چاہیے۔

(۳) عورت کو اپنے شوہر سے مہر بھی ملے گا اور باپ کے یہانکا ترکہ بھی مرد کو فقط متروکہ ملے گا اس بنا پر بھی اسکو دوہرا حصہ کی ضرورت ہے۔

(۴) جو جتنی خدمت کرے وہ اوسیقدر اجرت کا مستحق ہوتا ہے باپ کے حقوق بیٹے پر بہت ہین بہ نسبت بیٹی کے - بعد باپ کے بیٹا ہے اوسکی نماز روزہ حج واجبی جو اوس سے فوت ہوا ہے بجالاویگا پس دوہرا حصّہ اوس کی مزدوری ہے لڑکی کیون اُس حصّہ کی مالک ہوگی -

اسی طرح شریعت نے زوجہ ذات الولد کو زمین مسکونہ مین حصّہ نہین دلایا ہے اور اس مین مصلحت عقلی یہ ہے کہ اگر عورت اپنا دوسرا نکاح کرے گی اور اپنے دوسرے شوہر کو لے کر اوس مکان مین مقیم ہوگی تو پہلی اولاد رنجیدہ اور کبیدہ ہوگی شوہر ثانی کی اولاد سے اکثر نزاع و فساد برپا رہین گے - اس مرد کو بھی زیادہ شفقت و مہربانی کی کوئی وجہ نہ ہوگی عورت کو بھی اپنی نئی اولاد اور نئے شوہر کا زیادہ چاہ پیار ہوگا جو موجب ظلم و انظلام ہوگا ایک جا رہکر ہر وقت کی کوفت ہوگی - اوسوقت اگر اولاد مان کو نکالدے یا دق و پریشان کرے تو بے اطاعتی ہوگی مان کی - اور اگر خود نکل گئی تو گویا بیٹی اوس حصّہ پدری سے محروم ہوے - لہذا بقول شخصے انکہ اوٹ پہاڑ اوٹ جب وہ عورت اوس مکان ہی مین نہ ہیگی تو پھر اوسکو اختیار ہے دوسرے مقام پر بیٹھ کر جو چاہے کرے اس بنا پر شریعت نے اس مفسدہ کی اصلاح کے واسطے زمین مسکونہ مین کوئی حصّہ ہی نہین قرار دیا -

(طبقات وارثون کے) جو شریعت نے قرار دیے ہین اونمین بھی کمال عدالت و انصاف کا برتاو برتا ہے قریب کے رشتہ دارون کو بعید کے قرابت دارون پر مقدم رکھا ہے ہر صورت مین پہلے طبقہ کے لوگ جب نہون اوسوقت دوسرے طبقہ کیطرف رجوع کی ہے صلہ رحم و عزیز داری کا جیسا پاس و لحاظ اسلام مین ہے کسی دوسری مذہب مین ہرگز نہین دیکھو احکام میراث کتب فریقین مین کہ کیسے انصافانہ معین ہوے ہین -

(حبوہ) پھر شریعت نے تقسیم ترکہ کیوقت بڑے پسر کے ساتھ ایک خاص رعایت کی ہے جسکا نام حبوہ ہے بعض چیزین مال پدر مین سے علاوہ حصہ کے اسکو دیجاتی ہین مثل اوس تلوار کے جو باپ کے ہاتھ مین رہتی ہو - یا وہ قران و رحل جسمین باپ اسکا تلاوت کیا کرتا ہو - یا وہ انگشتری جو ہر وقت اُسکے باپ کے ہاتھ مین

رہتی ہو۔ اور مستعمل کرے۔ اوسوقت جبوہ مین دی جاوینگی جسوقت علاوہ اسکے اور بھی مال منال ہو اور اگر یہی اشیا متروکہ مین چھوڑے گئے اور کل بضاعت یہی ہے تو اس خیال سے کہ اولاد بالکل محروم رہ جاوے گی (جبوہ) نہ دیا جاوے گا۔ اور اگر اس جزئی رقم کے دیدینے سے کوئی نقصان دیگر اطفال کا نہین ہے تو یہ خاص رعایت ہے اولاد اکبر کے ساتھ۔ اس غرض سے کہ وہ اپنے باپ کے روزہ نماز وغیرہ کو بھی بجالاوے گا۔ پس جبوہ گویا اجرت اس خدمت کی ہے۔

میراث بالولاء

اسلام نے بعد رشتہ دارون نسبی و سببی کے۔ اپنے لونڈی غلامون اور اپنے اون محسنون سے رشتہ داری قایم کی ہے جنھون نے اُسکی ضمانت کی ہو۔ پھر امام کی بھی ہدایت و رہنمائی خلق کا خیال کرکے اسکے واجبی حقوق سے۔ بھی چشم پوشی نہین کی ہے اوسکو میراث بالولا کہتے ہین۔

(ولاء العتق) اگرچہ ہم متعلق غلامی کے جلد اول مین اس کتاب کے لکھ آئے ہین لیکن مختصر طور پر اس مقام پر پھر کچھ ذکر بنا ربط کے واسطے کچھ غیر مناسب نہ ہوگا تاکہ اس حق ولا کا سبب پورا ذہن مین آسکے۔ غلامی کا دستور انسان کے وجود کا ہمعصر ہے یعنے ابتداے خلقت انسان سے یہ دستور چلا آتا ہے تواریخ سے اس دستور کے آثار اور علامات ہر زمانہ مین اور ہر قوم مین پائے جاتے ہین۔

یہود اور یونانی اور رومی اور قدیم اہل جرمن انھین قومون کے آئین و قوانین اس زمانہ کے خیالات اور اس زمانہ کے رسوم و عادات پر زیادہ موثر ہوے ہین ان سب قومون مین دونون قسم کی غلامی مسلم و رائج تھی یعنے ایک وہ غلام جنسے کھیت جتواتے تھے اور ایک وہ غلام جنسے گھر کا کام لیتے تھے۔ عبرانیون مین غیر بنی اسرائیل غلامون اور لونڈیون پر ہمیشہ بڑی بڑی صعوبتین گذرتی تھین۔ اونسے کھیت جتوائے جاتے تھے یا گھر کا کام لیا جاتا تھا اور بہت حقیر و ذلیل سمجھے جاتے تھے اور اونکے بیرحم اور ناخداترس مالک ہمیشہ اون سے مشقت شاقہ لیتے تھے۔ اخیر زمانہ مین جو قانون رومیون مین جاری ہوا اوسنے سزاے موت اور سنگین سزا اُن

اختیار جو قوانین الواح دوزدگانہ نے مالکون کو بخشا تھا اونسے لے لیا۔ مگر جو مجموعہ قوانین
بادشاہ جسطنین قیصر کے عہد مین تالیف ہوا تھا اوسمین غلامی کو ایک قانون منجملہ قوانین
قدرت قرار دیدیا اور غلامون کی قیمت اون پیشون کے موافق مقرر کی جو پیشے کرانا
اونسے منظور ہوتا تھا۔ قبل شرع اسلام مشرکین عرب کا دستور تھا کہ اسیران جنگ کو
غلام بنا ڈالتے تھے یا قتل کر ڈالتے تھے۔ احکام قرانی کے روسے اسیران جنگ کو قتل کرنا
حرام ہوگیا اور یہ حکم ہوا کہ جب تک دیت یعنے خون بہا نہ دین اوسوقت تک غلامی
کی حالت مین رہین۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ و آلہ نے بردہ فروش کو خارج از انسانیت فرمایا ہے اور بندہ گری اور بردہ
فروشی دونون امرونکی حرمت کی ہے اور عتق رقبات یعنے بردہ آزاد کرنے کو بڑا ثواب
فرمایا ہے۔ اور مالکون کو ممانعت فرمائی ہے کہ منصفانہ اور مناسب مقدار سے زیادہ
کام غلامونسے نہ لیا کرین اور اسیران جنگ کو جب لونڈی غلام بنا وین تو اون کو
اسطرحسے کپڑا پہنائین اور کھانا کھلائین اور مکان مین رکھین کہ گویا وہ اونکے دوست
اور مہمان ہین مان بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر زوجہ سے اور عزیز عزیز سے
جدا نہ کیا جاوے غلامونکی جان کی حفاظت کیجاوے سابق شاہان روم غلامون کو
خواجہ سرا بناتے تھے۔ شارع اسلام نے انسان کے اعضا کو قطع یا [illegible]ل کرنا یا خواجہ
سرا بنانے کی بھی قطعی ممانعت کردی ہے اور غلام کو مثل اپنے عزیز کے قرار دیا ہے۔
چنانچہ ولاء عتق کو مثل رشتہ نسبی کے قرار دیا ہے۔ مالک اگر بقید خوشنودی الٰہی
غلام کو آزاد کردے اور کوئی وارث نسبی نہ ہو غلام آزاد کردہ کا تو میراث اوسکے
آقا کو ملے گی اور آقا نہ ہو تو اوسکے ورثہ کو ملے گی سوائے اقربائے مادری معتق کے
اور اس حق ولاء کا بیع وہبہ دوسرے کو صحیح نہین ہے اسواطیکہ ولا ایک رشتہ
ہے مانند رشتہ نسبت کے پس جسطرحسے نسب کی خرید و فروخت وہبہ نہین ہوتی ہے
اوسیطرحسے ولا کی بھی نہین ہے۔

اور ولاء مین یہ بھی شرط ہے کہ مالک آزاد کرتے وقت غلام کی ضمانتونکا ذمہ دار
رہے اگر یہ ذمہ داری اوٹھالیگا تو پھر وارث نہ ہے گا مگر غلام آزاد کردہ اپنے
آقا کا وارث نہین ہوتا ہے بلکہ ایسی صورت مین کہ مالک لاوارث ہو کل جائداد

امام کا حق ہے۔ چونکہ مالک نے غلام کو قربتہ الی اللہ بدون کسی غرض و لالچ کے آزاد
کیا ہے لہذا اسی حق و احسان کا عوض شریعت نے حق ولا قرار دیا ہے اور غلام نے
چونکہ کوئی احسان و خدمت مالک کی نہین کی ہے نہ اسکا کوئی حق آقا پر ہے لہذا اوسکو
میراث مالک کی بلا وجہ نہین دلائی گئی ہے ہان اگر غلام غیر آزاد کردہ ہو اور میت
لاوارث ہو تو اوسکے مال سے یہ غلام آزاد کر دیا جاوے گا۔

(ولاء ضمان جریرہ) زمانہ سابق مین مسلمانونکے اطوار و تمدنی حالت مین یہ دستور تھا
کہ جب کوئی مسافر کسی غیر شہر مین وارد ہوتا تھا تو اوسکو اپنے چال چلن کی ضمانت دینی
پڑتی تھی قرون اوسطے مین یورپ کے شہر و نمین یہ دستور جاری تھا اور اسمین کچھ شک
نہین ہے کہ ایسا ہی کوئی دستور ممالک ایشیا مین بھی جاری تھا جس سے مسئلہ ولاء ضمان
جریرہ پیدا ہوا ہے یعنے حق وراثت جو ضمانت پر مبنی ہو یہ دستور خلفاء بنی عباسیہ کے
عہد مین بھی جاری رہا ہے جو مسافر ملک خراسان سے شہر بغداد مین وارد ہوتے تھے
اونسے خلفاء مذکورین نیک چال چلن کی ضمانت ضرور لے لیتے تھے اور جو لوگ اونکی
ضمانت کرتے تھے وہ حاکم وقت سے اوس جرم کے ذمہ دار اور جوابدہ رہتے تھے
جو اونسے صادر ہوتا تھا اور معاوضہ مین اوس نقصان و ضمانت کے مسافرون کے
وارث قرار پاتے تھے اگر وہ لاوارث مرجاتے تھے یعنے وارث نسبتی اون کا اگر
نہ ہو اور ولاے عتق بھی اوسکے نہ ہو لیکن شوہر یا زوجہ کا ہونا اس حق ضمان کو
باطل نہین کرتا ہے بلکہ شوہر و زوجہ کے ساتھ ضامن جریرہ حصہ اعلی پاتا ہے
مثلا اگر شوہر میت کا ہے تو نصف شوہر کو دیا جاوے گا اور نصف ضامن جریرہ کو
اور میت کی وارث زوجہ ہے تو ربع زوجہ کو ملے گا باقی ضامن جریرہ کو مگر یہ شرط
ہے کہ ایک دوسرے سے کہدے کہ تیرا خون میرا خون ہے اور تیرا قاتل میرا قاتل ہے
اور تجھ سے محاربہ مجھ سے محاربہ ہے اور دوست تیرا میرا دوست ہے اور تو میرا وارث
ہے مین تیرا وارث ہون اور دوسرا اسکو قبول کرلے پس اگر کوئی دیت ایک کے
ذمہ ہو دوسرے سے اوس کا مواخذہ ہو سکتا ہے یہ باہمی اخوت و یکجہتی
کے اسلام مین اعلے نظیر ہے۔

(ولاء امام) اگر ضامن جریرہ اور ولاء عتق نہ ہو اور میت لاوارث ہو تو پھر

امام زمان مستحق وراثت ہے جناب امیر علیہ السلام ایسے مال کو فقرا و مساکین و اہل ہمسایہ شہر او س میت کے تقسیم فرما دیتے تھے اور اگر امام غایب ہو مثل زمانہ موجودہ تو یہ مال لاوارث مجتہد جامع الشرائط کی خدمت مین پہونچانا چاہیے جو کہ مجتہد غربا و مساکین پر تقسیم کریگا

موانع ارث

موانع شریعت مین تین ہین ۔ (۱) کفر ہے ۔ کفر و ارتداد رشتہ و قرابت کو قطع کر دیتا ہے جیسا کہ شوہر اگر مرتد ہو جاوے تو عورت اوس پر حرام ہو جاتی ہے اسی طرح سے عورت اگر مرتد ہو جاوے تو شوہر اوسکا فرائض زوجیت سے سبکدوش ہو جاتا ہے ۔ اسیطرح سے ہر رشتہ دار مذہب بدلنے سے غیر سمجھا جاتا ہے بیشک یہ دستور بہت مفید اور اکثر جہات سے کارآمد ہے ۔ شریعت نے جب یہ بتا دیا ہے کہ مذہب بدلنے سے رشتہ قطع ہو جاتا ہے تو صلہ رحم خاندانی برتاو سب قطع ہو جاوینگے جسکا ایک فائدہ یہ ہے کہ شاید وہ شخص اس تادیب سے متاثر و منفعل ہو اور پھر اپنے گناہ سے توبہ کرے ۔
دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر تغیر مذہب سبب انقطاع نہ ہوگا تو ہر خاندان مین خلط ملط ہو کر ایک مذہب والے اپنے اصلی مراسم مذہبی پر باقی نہ رہینگے بلکہ ایک مذہب بہت سے مراسم مذہبی سے مرکب ہو جاویگا جو سبب لامذہبی کا ہوگا پس جب رشتہ قرابت قطع ہو گئی تو مال مین بھی کوئی حق نہ رہا ۔
(۲) مانع ارث قتل عمد قرار دیا گیا ہے اگر کوئی شخص سہوا و اتفاقاً کسیکو قتل کر ڈالے تو مانع ارث نہین ہے واقعی اگر غور سے دیکھا جاوے تو دنیا مین کفر اور قتل نفس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہین ہے اسکا جرم اور سزا یہی ہے کہ متروکہ سے محروم ہو خصوصاً قتل مین یہ خیال ہوتا ہے کہ باعث قتل ممکن ہے طمع مال و حصول ترکہ مقصود ہو اور اکثر قتل اعزا اور ماں باپ بھائی بہن کا اسیوجہ سے وقوع مین آتا ہے لہذا شریعت نے اسکو سبب حرمان قرار دیا ہے متروکہ سے تاکہ تنبیہ ہو اور انسان سمجھ لے کہ اگر ہمنے کسیکو بہ طمع مال و میراث قتل بھی کیا تب بھی ہم میراث نہ پاوینگے پس خواہ مخواہ یہ خیال کمینے کے مرتکب جرم نہ ہوگا ۔
(۳) رقیت مانع ارث ہے غلام اپنے لاوارث مالک کی میراث کا مستحق نہین ہے ۔

(۴) بطور حرام اور ناجائز طریق کی ولادت اس سے بھی رشتہ داری نہین قایم ہوتی بطریق شرعی جو اولاد بہم پہونچے وہی اولاد ہے اسلام مین اولاد حلال والدین کی شرعی ہمبستری کے تابع ہے -

اولاد حلال کیحالت

جس زوجہ کا نکاح بپابندی رسوم و احکام شرع ہوا ہو اوسکی نسبت ایسا خیال کرنا چاہیئے کہ اگر والدین بھی ولدیت سے انکار کرین اور دوسرے شخص کیطرف منسوب کردین تو بھی جو اولاد انکے زمانہ نکاح مین پیدا ہوئی ہے وہ اولاد حلال ہے سمجھی جاویگی مگر یہ کہ انکا ولدیت بذریعہ لعان کیا جاوے (ملاحظہ ہو سایٹر اصاحب کی کتاب) قانون انگلستان نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرلیا ہے (ملاحظہ ہو استوری صاحب کی کتاب علم فقہ صفحہ ۹۷۸) لیکن اولاد کے لئے یہ ضرور شرط ہے کہ مرد کی رسائی زوجہ تک ہوئی ہو اور اگر شوہر کی رسائی زوجہ تک ممکن نہ ہو تب البتہ وہ اولاد شوہر کی نہ سمجھی جاویگی - یا اقل مدت حمل یا اکثر مدت حمل کے بعد پیدا ہو تو وہ بھی حتمی اولاد صحیح شوہر کی نہین ہے -

مدت حمل

اقل مدت حمل چھ مہینہ ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ہے " وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا (سورہ احقاف ایت ۱۴) اور اوسکی مان کے پیٹ مین رہنے اور اوس سے جدا ہونے کا زمانہ تین مہینہ ہے - دو سال زمانہ شیرخواری اور چھ ماہ زمانہ حمل - اور اکثر مدت حمل دس ماہ ہے - بیلی صاحب اس مدت کی تائید مین فرماتے ہین کہ علمائے متقدمین اہلسنت نے اپنے طولانی میعاد مین حمل (یعنے سات سال تک کی) آون غیر معمولی حالات پر نظر کرکے قرار دی ہے جنکے مشاہدہ سے بعض اوقات یورپ کے بڑے بڑے حاذق ڈاکٹر عاجز و پریشان ہوگئے ہین - صوبہ الجیرس کے حضرات شافعیہ و مالکیہ کے قاضیون نے بھی مدت حمل دس ہی ماہ اختیار کئے ہین اور ڈی اوھسن صاحب نے بھی یہی مدت تجویز کی ہے - سایٹر اصاحب کی تاریخ دولت عثمانیہ جلد ۲ صفحہ ۲ - مین لکھا ہے کہ قدیم قوانین کے بموجب اکثر مدت حمل دس مہینہ ہے

اور مجموعہ قوانین نپولین کے موافق اقل مدت حمل (۱۸۰) روز اور اکثر مدت حمل (۳۰۰) دن ہین پس جو لڑکا مذکورہ مدت کے اندر اوس حال مین پیدا ہوا ہو جبکہ شوہر و زوجہ یکجا رہتے ہون تو اوسکی ولدیت تسلیم کرلیجاوے گی بشرطیکہ شوہر زوجہ کی ہم بستری کسی بیماری یا نقصان جسمانی یا نارسائی کیوجہ سے ناممکن نہ ہوگئی ہو شوہر لعان کرتا ہو۔

یہود کی شرع مین حق انکار ولدیت شوہر کو مطلقا حاصل ہے۔

شریعت اسلام مین جو اولاد قبل مناکحت پیدا ہو وہ مناکحت کے بعد حلال زادی نہین ہوسکتی۔ اسیکو قانون انگلستان و قانون ممالک متحدہ امریکہ اور سب ملکون کے قانونون نے تسلیم کرلیا ہے۔ بخلاف قانون اسکاٹلینڈ کے اور اون کے جنھون نے رومیون کے قانون کو اختیار کیا ہے مثل فرانسیس کے انکے نزدیک قبل نکاح کے اولاد نکاح کرلینے سے حلالی ہوجاتی ہے۔

شریعت اسلام نے اوس اولاد کو بھی حلالی نہین قرار دیا ہے جبکا حمل قبل نکاح ہوا ہو گو وہ بعد نکاح پیدا ہو لیکن قانون انگلستان نے ایسی اولاد کو حلالی مان لیا ہے ہماری شریعت بیشک ان سب قانون سے اعلیٰ قانون ہے اسلیئے کہ وہ جماع جسکا ثمرہ وہ لڑکا ہے جب حالت نکاح صالح مین ہوا ہو تب وہ ولد الحلال ہی ہوا اسطیکہ بدون نکاح صالح جماع اور ہم بستری بیشک زنا ہے جسکو ہر قانون تسلیم کریگا ایسے حال مین جو اولاد ہو جو نتیجہ اوس نطفہ اور جماع کا ہے بیشک وہ حرام ہی قرار پاوے گا پھر نکاح کرلینا کیا اثر ڈال سکتا ہے لڑکے کے حلالی ہونے پر پس ولد الحلال ہونیکا گمان زوجیت کے وقت ہوتا ہی بشرط نہین ہوسکتا (نکاح مشکوک) سے جو اولاد بہم پہونچے وہ بھی شرع مین حلالی ہے۔ مثلاً کوئی شخص نیک نیتی سے نکاح کرے اور وہ نکاح ناجائز ثابت ہو یا کوئی شخص کسی عورت کو اپنی زوجہ سمجھ کر سہواً مگر نیک نیتی سے مباشرت کرے تو جو اولاد ایسے نکاح یا ایسی مباشرت سے پیدا ہوگی وہ بھی حلالی ہوگی گو نکاح فی نفسہ باطل و ناجائز ہو کیونکہ اصل نیت ہے (ملاحظہ ہو قانون نپولین صفحہ

بنیّت اور ولدیت اور اقرار ولدیت

شریعت اسلام مین اوس معنی سے معتبر نہین ہے جو معنی ہنود سمجھتے ہین یا جس معنے سے
رومیون مین اسکا رواج تھا جیسا فی زمانناہنود مین ہے ویسا ہی زمانہ سابق مین رومیون
مین تبنی مذہبی خیالات سے تعلق تام رکھتے تھے مردون کی نجات اخروی اور گھر کے
دیوتاؤن کا بقا اوسپر موقوف سمجھا جاتا تھا مشرکین عرب مین بھی یہ دستور جاری تھا
اور ایسی ہی اصل رکھتا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ کاسن ڈی پرسول) مشرکین عرب مین
اوسکو جو لاولد مرجاتا تھا الابتر۔ یعنے دم بریدہ کے مکروہ لقب سے یاد کرتے تھے
اس سے بخوبی ثابت ہے تبنی کا رسم انکی نظر مین کیسی وقعت وعظمت رکھتا تھا۔ جناب
رسول خدا نے زید بن حارث کو اپنا متبنی بناکر عرب کے بت پرستون کو پسر مجازی و پدر
مجازی مین قرابت نسبی سے فرق بتایا اور اون مشرکین عرب کے قبائل سے وہ رسوم
قبیحہ ترک کرادی جنکے وہ عادی تھے اور اونکو بلند وعمدہ خیالات قرابت خاندانی کی
نسبت سیکھائے اور فرمایا "نہین پیدا کئے خدا نے دو دل کسی شخص کے سینہ مین اور نہین
کیا خدا نے تمھاری اون بی بیونکو جنکو تمنے ظہار دیا ہے تمھاری مائین اور نہین کیا اللہ نے
اون لڑکون کو جنکو تم اپنا بیٹا کہتے ہو تمھارے بیٹے یہ بات تم اپنے منھ سے کہتے ہو اور اللہ سچی
بات کہتا ہے اور وہ سچی بات بتلاتا ہے۔ (قرآن مجید سورہ احزاب آیت ۱ہ) اس بناپر
عملی طور پر زینب زوجہ مطلقہ زید کے ساتھ عقد فرمایا تاکہ پسر مجازی و پسر
حقیقی مین فرق معلوم ہو شرع مین صرف ایک قسم کی تبنی معتبر ہے جو اقرار سے پیدا ہو باپ کو
ولدیت قایم کرنے کا حق ہے مان اور دیگر اقربا اس سے بالکل خارج ہین۔

ایسا اقرار صریحی ہوتا ہے یا ضمنی۔ یعنے اقرار ولدیت واضح الفاظ مین ہوسکتا ہے
یا باپ کے کردار اور دائمی سلوک سے جو وہ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے اور جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ یہ اوسکو اپنی اولاد جانتا ہے۔ مگر اقرار ولدیت شرعاً جائز اور موثر اوسوقت
ہوتا ہے جبکہ تین شرطین پائی جاوین۔

(۱) مقر او مقرلہ کی عمرین ایسی ہون کہ ایک باپ دوسرا اوسکی اولاد عقلاً ہوسکے۔

(۲) جس شخص کی ولدیت کا اقرار کیا ہے مجہول النسب ہو یعنے اوسکے باپ کا حال
معلوم نہو۔ اگر اوسکی ولدیت یا نسب معلوم ہو تو مقر کی طرف اوسکو
نسبت نہ دی جاوے گی۔

(۳۳) مقر لہ خود یقین رکھتا ہو کہ مین مقر کی اولاد مین ہون یا لا اقل اس امر کو قبول کر لے (ملاحظہ ہو مور صاحب کی انڈین اپیلس جلد ۳ صفحہ ۳۵ ۴ ۔ سدرلینڈ صاحب کا ایکلی ریپورٹر جلد ۵ صفحہ ۱۳۲) البتہ صغیر السن لڑکے کی رضامندی کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اس اقرار ابوت سے تمام نتائج شرعی ابوت حقیقی کے پیدا ہوتے ہین اور اوس لڑکے کو مقر کی میراث پانیکا حق حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی زن منکوحہ اقرار ولدیت کرے تو وہ شرعاً معتبر نہین کیونکہ اوسکا اقرار دوسرے شخص پر یعنے شوہر پر موثر ہوتا ہے الا اینکہ اوسکے اقرار کی تصدیق خود شوہر سے ہو جاوے۔ اس قاعدہ کا خاص مقصد یہ ہے کہ جھوٹی اولاد بنا کر کسی کے سر نہ تھوپ دیجاوے۔ شوہر دار عورت اپنے اور دوسرے شخص کے درمیان بھی وہ قرابت پیدا کر سکتی ہے جو مان اور اوسکی اولاد مین ہوتی ہے بشرطیکہ تمام شرایط ضروریہ کی تکمیل ہو جاوے اور اوسکا شوہر اوسکے اقرار کی تصدیق کردے اگر باپ مر جاوے تو پھر نسب کا ثبوت دو عادلون کی گواہی سے ثابت ہو گا نہ فاسقونکی شہادت سے اسلیے کہ بے ایمان ورثہ باہم سازش کرکے کوئی جعل یا فریب نہ کرسکین۔ اقرار قرابت اوسوقت معتبر ہو سکتا ہے جبکہ وہ شخص جو اقرار کرتا ہے معاہدہ اور اقرار کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔ یعنے بالغ و رشید اور صحیح العقل و آزاد ہو۔

ذبح وقربانی

ذبح وقربانی کا حکم حکماء و عقلا و حکمت اخلاق کے نقادون کی تعلیم سے بھی ثابت ہے اور ملت ابراہیمی مین بھی موجود۔ بلکہ اصل بنا قربانی کی وہین سے ہے اور اوس نوع کی پہلی صنف (یعنے یہود) مین بھی موجود ہے حالانکہ اونکی شریعت کا مدار بھی عدل کے نظام پر تھا ہماری شرع کی طرح۔

دوسری صنف۔ مین یعنے عیسائیون مین بھی موجود ہے باوصفیکہ اکثر حکمونکا جو انجیل متداول مین ہین یہ مقتضا ہے کہ اونکا دستور العمل حب کا نظام ہے۔

تیسری صنف (یعنے اسلام) مین بھی حج وغیرہ مین کثرت قربانی ظاہر ہے پس یہ قطعی تعلیم ہوئی۔ اور کل ناموس کے اساسون (یعنے پیمبرون) اور ناطقون (یعنے اماموں)

کا اور اخلاق کے حکیمو نکا بھی دستور العمل ہو الیکن ۔ خلاف کیا ہے اسکے بعض ہنود کے
ناموس نے ۔ بعضے فرقہ اونمین سے کسیکو مارنا جائز نہین جانتے یہانتک کہ ننگے پانون چلتے
ہین کہ کوئی جانور جوتے کے تلے دب کے نہ مرجاوے اسلئے کہ تلوے سے تلا زیادہ سخت
ہوتا ہے ۔ اور منھ پر کپڑا ر کھتے ہین کہ زور کی سانس سے کوئی بھنگا یا مچھر یا پسو نہ مرجاوے
دلیل اونکی یہ ہے کہ تمھاری ملت مین خدا اون سب کا خدا ہے اور یہ سب اوسکے بندے
ہین اور وہ عادل پھر یہ کیسا اندھیر کہ ایک بندہ تو بال بچون سمیت گوشت کے مچھون پر
ہاتھ صفا کرے اور کچھ بندہ اپنے بال بچون مان باپ سے چھوٹین اور بے بس و بیکس
اوپر چھری تیز ہو اور وہ دنیا کی سب لذتون سے محروم کردی جاوین ۔ اور اگر آخرت مین
اونھین ثواب ملا تو اتنی زحمتون کے بعد اور کھانیوالون کو تو یو ہین ملا ۔ اوس سے زیادہ
پس معلوم ہوا کہ یہ خواہش کا حکم ہے نہ عقل کا حالانکہ مسلمان کہتے ہین کہ اونکی راہ سیدھی
راہ ہے اور اوسمین خواہش اور غصہ کا لگاؤ نہین نری کھری عقل پر اوسکا مدار ہے اور
اسلام کی بناء عدل پر ہے نہ ظلم پر ۔ پس ہائے افسوس خدا نے انصاف نہ چکایا ۔ اور
اسی وجہ سے ہماری شریعت مین ذبح حرام ہے بلکہ گوشت کھانا کہ وہ درپردہ ذبح کرانا ہے
جو علے العموم گوشت بکتا ہے اوسمین سے مول لینا بھی فے الجملہ اوسکے خونمین شریک ہونا ہے
(جواب) اسکا یہ ہے کہ یہ وہم کی باتین ہین اور اخلاق کی گردنسے ناواقفی تم نے
انصاف کا اور ظلم کا نام ہی سُنا ہے یا کبھی اوسکی جانچ بھی کی ہے ۔ یہ ظلم عرفی ظلم ہے
اور عوام ظاہر مین اسے ظلم جانتے ہین ہماری ملت کا مدار حسن و قبح عقلی پر ہے ۔ پس
وہی انصاف انصاف ہے جو عقلی اصول پر ہو اور وہی ظلم ظلم ہے جسمین مفسدہ ہو نہ عرفی
اسلیئے کہ عرف کی بنیاد اگر عقل پر ہے تو وہ عقل مین داخل ہوگی اور اگر عقل کے حریفونکی
بنا پر ہے خواہش ۔ وغصہ ۔ اور وہم ۔ وغیرہ کے تو اوسپر کون عاقل لحاظ کرے گا ۔
بہر طور یہ عقلی قدر دانی عقل و عاقل کی ہے کہ معدن فیض و مربی حیوان ہے جیسا کہ حیوان
کی غذا اوس سے ادنا قسم نباتات کی ہوگی ۔ تم اتنا افسوس دانہ گھاس پر کیون نہین
کرتے کہ حیوان اونھین فنا کردیتا اور غذا بنا لیتا ہے ۔ اور عقلی قدر دانی اگر کسی احمق کو
ظلم معلوم ہو اور حفظ مراتب ناگوار ہو تو اسکا کیا علاج ہے اور اسے مقام سے لم معلوم
ہوتی ہے جہاد واجب ہونیکی بشرط ظہور حجت خدا اون بد اخلاقون اور بے ایمانون پر

کہ جو عقل کی راہ سے بہائم اور درندون کے مثل یا اونسے بد تر ہون پس ذبح و قربانی کرنا اون حیوانات کا جنکا دنیا مین کوئی مصرف بجز اسکے نہ ہو اور اگر ہو بھی تو بعد ذبح وغیرہ خلاف عقل و انصاف ہرگز نہ ہوگا - وید مین بھی گوشت کھانے اور شکار کرنے کا حکم ہے

(۱) دیانند صاحب اپنی کتاب ستھیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۳۵۹ سطر ۱۳ مین لکھتے ہین ''کہ جو جانور یا آدمی ایذا رسان ہو اوسکو سزا دیوین اور جان سے بھی مار ڈالین،، گوشت اوسکا خواہ پھینکدین - خواہ کتے وغیرہ گوشت خورون کو کھلادین - یا جلادیوین خواہ کوئی گوشت خور کھاوے تو بھی دینے کا کچھ نقصان نہین ہوتا (دیکھو ستھیارتھ صفحہ ۳۵۹ سطر ۱۵ -

(۲) کھانے کے لائق جانورون کو کھانے سے کھانے والے کو دوش نہین ہوتا کیونکہ کھانے کے لائق جانور کو اور کھانیوالے جاندار کو برہما جی نے ہی پیدا کیا ہے (منو ۵/۳۰)

(۳) مول لیے ہوے یا دوسرے کے لاے ہوے مانس (گوشت) کو دیوتا اور پترونکو بھوگ لگا کر کھانے سے پاپ نہین ہوتا (منو ۵/۳۲)

(۴) شاستر کے بدھ سے جو مانس شدہ (گوشت پاک) ہے اوسکو جو آدمی نہین کھاتا وہ پرلوک (دوسرے دنیا) مین ۲۱ جنم تک پشُ (جانور) ہوتا ہے (منو ۵/۳۵)

(۵) مانس (گوشت) اور شراب ان دونون کے کھانے مین کچھ دوش (گناہ) نہین اور جماع مین دوش (گناہ) نہین ہے کیونکہ یہ تو جیوون کا سبہاؤ ہے لیکن انکا ترک کرنا بڑا پھل ہے (منو ۵/۵۶)

(۶) منو سمرتی ادھیاے ۳ منتر ۲۶۸ لغایت ۲۷۲ مین اون جانورون کے نام تک بتاے گئے ہین جنکی قربانی سے پتر راضی ہوتے ہین جنمین سور تک داخل ہے -

(۷) رگوید مین ~~ایک~~ بڑا لمبا چوڑا قصہ ہے جسمین لکھا ہے کہ دشتیتھا اور وسوا امیرا دو بزرگون مین قربانی اور یگ کرنے پر بڑا فساد ہوا - (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ صفحہ ۸۰۷)

(۸) بھینسون کی قربانی اور انسانی قربانی کا بھی پتہ موجود ہے (ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برطانیکا جلد ۱۲) -

اہل ہنود مین سکھ - کایستھ - وام مارگی - چولی مارگی - بیج مارگی ویدون کے ماننے والے اور خود آریون مین مانس پارٹی موجود ہے جنکا کرنے والے اور بھینس کے بچہ کو سیتلا اسمان پر چڑھا کر گردن مارنے والی قومین بھی بہت ہین - علاوہ اون صریحی شہادتون کے جو کتب مذہبی

اہل ہنود مین ہین وہ منوسمرتی ۱۱ مین لکھاہے کہ ''برہماجی نے سب سے پہلے جس جاندار کو جس
کام کے لیے پیدا کر دیا آئندہ اوسکی نسل اوسی کام کے ساتھ مخصوص ہوگئی مثلاً شیر کا بچہ ہمیشہ
شیر کی خاصیت مین اور بکری کا بچہ ہمیشہ بکری کی خاصیت مین پیدا ہوتا ہے'' ۱۱ جس سے
صاف ظاہر ہے کہ خدا نے جسکو جیسا بنایا اوسکو اوسکی ضرورت کے موافق ویسے ہی اعضا
عطا کئے مثلاً حیوانون کو عقل نہین دی تو اونکی حفاظت کے واسطے قدرتی طور پر سامان یہ
مہیا کیا کہ کسی حیوان کو اپنے دشمن سے بچاؤ کے واسطے سینگ دیئے کسی کو اوڑنے کیلیے
پر دیے - اسی طرح سے اوس قادر مطلق نے حیوانات کو ادراک بہت دیا مگر آدمیون کو
عقل دینے کے وجہ سے ادراک بہت کم دیا ہے

پس ہر حیوان کو اوسکی ضرورت کے موافق اعضا اور خواص عطا کئے ہین جیسا کہ گائے
اور بیل کو گھاس خوار پیدا کیا تو اوسکا معدہ کثیر غذا کے جمع رہنے کے لیے نسبتاً بہت بڑا
بنا کر چار حصون مین تقسیم کر دیا اور بعض گوشت خوار مخلوق کو کدو کی تونبی کے مشابہ معدہ بنا کر
صرف دو حصون پر تقسیم کیا بس اگر شیر کو کوئی جبراً آٹا دال روٹی گھاس کھلا دے - چونکہ وہ
اوسکے ہضم کے آلات نہین رکھتا ہے تو ایک دو دن مین بوجہ سڑ جانے اوس غذا کے
بیمار ہو کر مر جاوے گا بخلاف اسکے اگر گائے بیل کو کسی شئے مین گوشت ملا کر کھلایا جاوے
تو وہ ہضم کر لین گے جس سے ثابت ہوا کہ شیر تو سوائے گوشت کے کچھ نہین کھا سکتا مگر
گائے بیل اگرچہ دراصل نباتات خوار ہین گوشت کو بھی ہضم کر لیتے ہین -

اسوقت تک یہ معلوم ہوا کہ قدرت نے دو قسم کی مخلوق بنائی ہے ایک صرف گھانس
کھانے والی دوسری فقط گوشت کھانے والی تیسرے کی ضرورت اور ہے جو دونون کو
کھا سکے شیر کے معدہ مین ذخیرہ جمع رہنے کو اوسکا معدہ تونبی سے مشابہ بنایا اور بیل کے پیٹ
مین گھانس کا ذخیرہ جمع رہنے کو اوسکا معدہ گول بنایا اور دال و گوشت کے ہضم کرنے
والی مخلوق کا معدہ لانبے کدو سے مشابہ بنایا اب انسانی معدہ کو دیکھنا چاہیے کہ کس
مخلوق سے مشابہت رکھتا ہے علم تشریح نے صاف بتا دیا کہ آدمی کا معدہ گوشت خوار جانورون
سے مشابہ ہے بلکہ قریب قریب یکسان ہے اور طریقہ ہضم بھی یکسان ہے چونکہ آدمی کو اشرف
المخلوقات بنایا اور عقل بھی عطا کی جس سے اپنے ضرر و نقصان کا بخوبی امتیاز کر سکتا ہے
لہذا اوسکو دونون حقوق عطا کئے اور دونون چیزین اوسکی غذا قرار دین -

دوسری علامت گوشت خواری کی یہ ہے کہ ہم بحث رضاعت مین بیان کر آئے ہین کہ جس حیوان کو جس قسم کے تغذیہ کی ضرورت ہے اوسکو ویسے ہی دانت خدا نے عطا کئے ہین انسانکو کترنے اور پھاڑنے اور چبانے تینون امرون کی ضرورت تھی لہذا اوسکو تینون قسم کے دانت عطا ہوئے اور وہ دانت بھی اوسکو دئے گئے جس سے یہ گوشت کو کھا سکتا ہے جیسے درندہ اور شکاری جانور ورنہ کچلیونکا کوئی مصرف ہے باقی نہ رہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ انسانکو فطرتاً گوشت کھانے کی ضرورت ہے۔

دوسری دلیل گوشت خواری کی۔ اوس قادر مطلق نے بہت سی مخلوق گوشت خوار بنائی ہے منجملہ اونکے ایک مچھلی ہے کہ وہ عموماً کیڑا کھاتی ہے اور بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے خدا نے اوسکو اسلئے پیدا کیا تاکہ پانی مین جسقدر کیڑہ وغیرہ پیدا ہون اوسکو کھا کر پانیکو صاف کرے حالانکہ اس کیڑہ کو بھی اوس قادر مطلق نے پیدا کیا۔

پھر سمجھ مین نہین آتا کہ خدا نے کیڑے کو کیون پیدا کیا اور اوسپر مچھلی کو کیون تعینات کیا آریہ صاحبان فرماتے ہین کہ مچھلی کو خدا نے پانی صاف کرنے کو بنایا تھا آدمی اوسکو کھا جاتے ہین۔

مین کہتا ہون کہ آپ ایک تالاب مین مچھلیان پالئے اور خوب اونکو پرورش کیجیے چونکہ پیدائش مچھلی کی کثرت سے ہوتی ہے تو چند سال مین وہ تالاب مچھلیون سے پر ہو جاوے گا اور پانی بجاے صاف ہونے کے اونہین کی بدبو سے خراب ہو جاویگا پھر اگر بارش نہوئی تو مچھلیان مر کر سڑ ین گی اور اونسے بیماری پیدا ہوگی اس لیے اوس قادر مطلق نے ہمکو ذریعہ گوشت خوری کا شیر و باز و مچھلی سے تعلیم کیا۔

کیا وہ قادر مطلق پانی کو ایسا صاف نہین بنا سکتا تھا کہ جسمین کیڑا وغیرہ نہ ہو جو اتنی بیرحمی کو پسند کیا کہ خود ہی پانی مین کیڑا پیدا کیا اور پھر اوسپر مچھلی کو تعنیات کیا کہ اوسکو کھا جاوے آخر اس دقت سے کیا فائدہ تھا۔ پس خدا کے ماننے والون سے یہ سوال ہے کہ اونسے شیر کو بیل کا بھائی کیون نہ بنایا جو کہ جانورون کو ہی نہین آدمیونکو بھی چٹ کرتا ہے پس اگر خدا نے غلطی نہین کی تو ضرور گوشت خواری مطابق قانون قدرت کے ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گوشت کھانے سے عقل مین فتور آتا ہے۔

مین کہتا ہون کہ آجکل کل اہل یورپ کا ستارہ اقبال کیا عروج پر ہے اس زمانہ مین اونکی عقلمندی کا سکہ تمام اقلیمون پر جما ہوا ہے اور تمام سلطنتون کے ممبران پارلیمنٹ گوشت خوار ہین انمین کونسا ممبر پاگل ہے بلکہ میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جو قومین گوشت خوار نہین ہین وہ اکثر بیوقوف و فاتر العقل ہوتی ہین اس طبی قاعدہ سے کہ عقل اور روحانیت خون سے متعلق ہے اور جسم کی ترکیب اور پرورش خون اور روح سے ہوتی ہے بعض حکماء کا خیال ہے کہ روح وہی بخارات صالح خون کی ہین پس جس چیز کی پرورش روح کرے اور روحانی حصہ جسمین زیادہ شریک ہو اوسکا استعمال ضرور معین ہوگا روحانیت اور تعقل کا دیکھو دموی مزاج کے آدمی مین ذہانت وزکاوت زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت بلغمی وغیرہ کے اور تجربہ ہمارا اسپر شاہد ہے بلکہ جو قومین گوشت خوار نہین ہین اونمین امراض فساد خون کے اکثر ہوتے ہین پیر بھون اور میلون مین کوڑھیون کے گروہ کے گروہ ملتے ہین ۔ بخلاف ہندو مسلمان اور قومون مین یہ مرض دسوین حصہ پر بھی نہین ہے اور ہوگا بھی تو اکثر اونمین مفلس و نادار لوگونمین جنکی اکثر غذا دال بھات ہے یا کسی اور خاص سبب سے ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گوشت خوار مخلوق فطرتاً زبان سے چاٹ کر پانی پیتی ہے اور انسان اسطرح سے پانی نہین پیتا جو صاف دلیل ہے کہ انسان فطرتاً گوشت خوار نہین ہے ۔

یہ بھی خوب قیاس ہے کوئی صاحب اگر یہ کہین کہ گوشت خوار جانور کی دم ہوتی ہے اور انسان بے دم کا ہے لہذا گوشت خوار فطرتاً نہین ہے تو اسکا جواب ہی کیا ہو سکتا ہے مگر یہ دیکھو کہ جو جانور گھانس خوار ہین وہ پانی مین منھ ڈالکر پیتے ہین آدمی اگر محض گھانس خوار ہوتا تو یہ بھی چارون ہاتھ پیر ٹیک کر منھ ڈالکر پانی پیتا حالانکہ یہ کانچ اور بلور کے صاف و شفاف گلاسون مین برف کا جھلا ہوا پانی کس احتیاط و انسانیت سے ہاتھ مین لیکر اور ظرف کو منھ سے لگاکر پانی پیتا ہے اور اگر ظرف ممکن نہو تو چلو سے پانی پیتا ہے پھر گھانس خوار جانور سے بھی تو اوسکو مشابہت نہین ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مین دونون قابلیتین فطرتاً ہین گوشت بھی کھا سکتا ہے اور نباتات بھی ۔

مسلمانون پر یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ گاؤکشی سے سخت نقصانات اوٹھانا

ہوتے ہین دودہ گھی دہی سے محروم ہونا فطرتاً ہے افزائش نسل سے گاؤ کے ایک غریب آدمی بھی امیر کبیر بن سکتا ہے گاؤکشی کرکے اس سلسلہ ترقی کو روکتا ہے جوکہ ہمین شکایت ہے زمانہ سابق مین ایک ایک کے یہان سیکڑون گائین تھین جسکی وجہ سے ہر شخص خوشحال و فارغ البال رہتا تھا۔

جواب اسکا یہ ہے کہ فرض کرو اسوقت ہندوستان مین ایک کرور گائے ہے دس سال تک ہم آریون کے ساتھ ملکر اگر پرورش کرین تو یقین ہے دس سال مین چوگنی ہوجاوین گی اوسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسوقت اگر کسی سال خشک سالی ہوتی ہے تو ایک کرور ہی کو چارہ نہین ملتا پچھلی قحط سالی مین مویشی کی کیسی قابل رحم حالت تھی کوئی آدمی کو بھی نہ پوچھتا تھا کسی دھرماتما ہندو نے اون بیزبانون سے ہمدردی نہ کی اور کسی نے بھی انھین خوراک نہ کھلائی بلکہ اونکو مطلق العنان کردیا بھوکون ہزارون مویشی مرگئے پھر فرمایئے جب اسقدر کثرت ہوجاوے گی اور آدمیون تک کی غذا کھاکر سیری نہ ہوگی تو لامحالا ہمارے آریہ بھائی یا تو مسلمانون کی خوشامد کرین گے یا چین وجاپان سے کوئی وید کا حصہ منگانا پڑے گا۔ اسی مصلحت سے قدرت نے اُن کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ اسکے ذریعہ سے ہمکو بہت سے فائدہ ہوتے ہین لیکن وہ فوائد وہین تک مفید ہین کہ جب تک ہم پر مصیبت نہ پڑے پس جب یہ مخلوق کثرت سے بڑھے گی تو بجائے فائدہ کے وبال جان ہوجاوے گی اور چونکہ یہ مخلوق ہماری غذا کی شریک ہے پس اسلیئے اسکی تعداد اسقدر نہ بڑھے کہ چارہ کے بعد ہماری غذا بھی چھین لے جسکا یہ نتیجہ ہو کہ آدمی بھی بھوکون مرین کیونکہ ایک گائے جسقدر کھاوے گی اوسمین لااقل دس آدمی کھا سکتے ہین چونکہ آدمی کی جان بچانا فرض ہے اسلیئے حیوانات کو ذبح کرکے کھانے مین کچھ حرج نہین ہے

اسمقام پر معترض صاحب یہ ضرور کہین گے کہ اولاد و عزیز و اقارب بھی اپنی غذا مین شریک ہوتے اور حصہ لیتے ہین پس چاہیئے کہ انسان اپنے بچون کو بھی بھون بھونکر نوش جان کرے تاکہ اپنی غذا کے شریک پیدا نہ ہونے پاوین۔

جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کہان انسان کہان حیوان خدا نے اشرف المخلوقات ہونے کی جہت سے حیوان پر انسان کو بزرگی دی ہے

ہر امر مین پس حیوان کا انسان کی غذا مین شریک ہونا جسکی وجہ سے انسان کی
جان پر آ بنے عقلاً ہرگز روا نہین اور انسان انسان سے ازروے جوہر انسانیت
ہر امر مین مساوات رکھتا ہے اور ہر امر مین انسان کا شریک وحصہ دار ہے
پس ہرگز عقل اسکی مقتضی نہین ہے کہ ایک حق دار کو محروم کیا جاوے۔ دوسرے
حقدار کیوجہ سے اسصورت مین چونکہ حصے ضرور دونون کے برابر اور حق دونوںکے
مساوی ہین پس کوئی کسی کے واسطے عقلاً نہ ذبح کیا جاویگا۔

ہان یہ کہنا آپ کا کہ زمانہ سابق مین ایک ایک شخص کے یہان سیکڑون گاے بیل
ہوتے تھے اور قحط سالیان بھی ہوتی تھین پر کوئی خرابی بھی نہوتی تھی یہ صحیح ہی لیکن
غور توکیجیے کہ اسوقت آبادی کتنی تھی اور جنگل وچراگاہین اسوقت کسقدر وسیع تھین
اور اب آبادی کسقدر زاید ہے اور جنگل وچراگاہین کتنی کم ہین اگر زراعت کم کرکے
چراگاہین بڑہائی جاوین تو آبادی کو کتنا نقصان ہوگا اور اگر زراعت وآبادی کا لحاظ
ہو تو پھر مویشی کی نسل کی ویسی ترقی ناممکن ہے۔

اس مین کوئی شک نہین ہے کہ خداوند کریم نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمکو
ایسی مخلوق عطا کی ہے جسکے دودہ مین فائدہ بچونسے فائدہ گوشت سے فائدہ ہڈیسے
فائدہ اس کے چمڑے سے فائدہ سینگونسے اس کے فائدہ یہانتک کہ اسکے گوبر سے
فائدہ لیکن یہ سب فوائد اسیوقت تھے جبکہ انسان کے وبال جان نہون اور جنکے
فائدہ رسانی کے واسطے یہ مفید شیے خلق ہوئی ہے وہ دنیا مین راحت سے بسر کرے
اور جب فائدہ اُٹھانے والا ہی نہوگا تو یہ مفید شیے کس مصرف مین آویگی اور کسکو فائدہ
دیگی اور جبتک ہم فائدہ اٹھا سکتے ہین اسوقت تک اُس مفید شیے کو ضایع بھی نہین کرتے
دیکھو مسلمانونمین دوقسم کی گائین ذبح ہوتی ہین۔ ایک وہ جو قدرتی بانجھ ہون دوسرے
بڑھیا جو نہ قابل بچہ دینے کے رہی نہ دودہ دینے کے اور ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے
کہ دودہ اور بچہ دینے والی گاے ذبح کیجاے کیونکہ ایسے گاے کے ذبح کرنے مین
سراسر نقصان ہوتا ہے اور نصف قیمت سے زیادہ وصول نہین ہوسکتی۔

اب ہم تھوڑی دیر کے واسطے گھانس پارٹی کے حضرات کی طرف متوجہ
ہوتے ہین پہلے تو یہ پوچھتے ہین کہ آپ حضرات ہمکو تو بے رحم بتاتے ہین انصاف

فرمائیے کہ آپ کسقدر ظلم کرتے ہین اسکے بچہ کا دودھ چھین لیتے ہین اور دودھ کے عوض
کھلی کا پانی اور بھوسہ دیتے ہین جس سے عموماً بچہ کمزور ہوجاتا ہے اور اکثر مر بھی جاتا ہے
کس قاعدہ عقل نے بتایا ہے کہ اپنے شکم پروری کے لیے بچہ کا دودھ چھین لین کس
مثال سے قدرت نے آپ کو پرایا دودھ چھین لینا سکھایا اپنے بچونکے واسطے تو ایک
مانکا دودھ کافی نہین سمجھا جاتا بلکہ دایہ اور اناء رکھکر اُسکی پرورش کیجاتی ہے اور غریب گو ماتا
کے بچے بھوکے مار ڈالے جاتے ہین اگر اپنا پیٹ پالنے کے واسطے دودھ چھین لینا
جائز ہے تو ہر آدمیونکا مال بھی چھین چھین کر گھر مین رکھیے اور انکو دال ساگ اسکے عوض
مین کھلائیے بھلا یہ تو فرمائیے کہ دودھ قدرت کیطرف سے اگر آپ کے لیے پیدا
کیا جاتا تو لازم تھا کہ گائین بغیر بچہ دے دودھ دیا کرتین اور چونکہ ایسا نہین ہوتا پس صاف
ظاہر ہے کہ یہ دودھ خاص انکے بچونکا حق ہے اور آپ کا اسمین مطلق حق نہین ہے پس
پرائے حصے کو چھین کر کھا جانا چور ڈاکو اور بدمعاشونکا کام ہے اگر کل دودھ انکے بچے
پیتے تو کیسے توانا ہوتے جنکے ذریعے سے زراعت کا کام خوب چلتا آپ تو گھانس
پات کھا کر بھی بسر کر سکتے ہین دودھ دہی گھی مکھن نہ کھائیے تو کیا نقصان ہوگا۔ پھر ہم
پوچھتے ہین کہ ذبح وغیرہ مین ظلم منحصر کیون ہے۔ کیا یہ ظلم نہین ہے کہ گائے بیل
گھوڑا گدھا بھینس وغیرہ سے کیسی کیسی محنت و مشقت لیجاتی ہے دن بھر ہل
جوتتے جوتتے جان پر بنتی ہے چرسا کھینچتے کھینچتے دم جاتا ہے۔ ہزارون من کا
بوجھ چھکڑون پر لاد کر لیجاتے ہین۔ اینٹ پتھر کنکر ڈھوتے ڈھوتے دم نکلتا ہے سواری
مین کام دیتے ہین۔ یہ ظلم آپ حضرات تھوڑا سمجھتے ہین عقل کے نزدیک تو اس زندگی
سے قصاب کا ظلم ہزار درجہ بہتر ہے کہ دفعتاً تھوڑی سے تکلیف اُٹھا کر ہمیشہ کیواسطے
راحت مین ہوجاتے ہین پس بمقابل ان تکالیف کے ذبح کرنا ہرگز ظلم نہین ہے
اور عین انصاف ہے۔

گوشت خوری کے مضر تونمین امریکہ مین ایک کتاب بنام زندہ مندر (مصنفہ ڈاکٹر
کیلاگ صاحب،، جو شکگن کے مشہور و معروف ڈاکٹر ہین اور طبی سپرنٹنڈنٹ
ہین) مین لکھتے ہین جسکا ملخص یہ ہے کہ وہی چیزین کھانے مین اچھی ہونگی جسکو
قادر مطلق نے انسان کے استعمال کے لیے مخصوص کیا ہو۔

پس کہانے پینے مین اس قدرتی نظام سے گریز کرنا ہمارے لایق ڈاکٹر صاحب کی نظر مین
کسی نہ کسی طرح کی خودکشی ہے اور ہمارے پیدا کرنے والے نے جو میوہ جات اور
دیگر ارضی پیداوار کے لیے ہمکو اپنے جسم کے لیے منظور کرتا ہے اور جو راہین ہمارے
لیے قایم کردی ہین اونسے گریز کرنے پر بھی یہی حالت صادق آتی ہے ؀موسی کی کتاب
پیدایش باب اول آیت ۲۹ مین خدا فرماتا ہے "دیکھو مین ہر ایک بیجدار نباتات
جو تمہارے روے زمین پر ہے اور ہر ایک درخت کو جو بیجدار پھل ہے دیتا ہون اور
یہ تمھین کہانے کے واسطے ہوگا" سائنس نے اس امر کو ثابت کردیا ہے کہ انسان کی
اصل غذا یہ ہے۔ اشیا مین بقول بعض مشہور سائنس دان کے یہ غذائین واضح طور پر
انسان کی بناوٹ کے موزون ہین انسان کے ہاتھ پیر معدہ انتڑیان غرض تمامی جسم
اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اُسکی غذا زمین سے پیدا ہونے والی اعلے اشیا کی ہونا چاہیے
اور میوہ جات ترکاریان و دیگر خشک میوہ جات ہون۔

پولوس رسول اپنے ایک خط مین لکھتے ہین "پس تم کہاتے یا پیتے یا جو کچھ کرتے ہو سب
خدا کے لیے کرو" پس ظاہر ہے خدا کے جلال کے لیے کہانا پینا اگر ممکن ہے تو صرف
اس طریقہ سے کہ وہی چیزین کہائی جاوین جو خدا نے کے لیے پیدا کی ہین اور جو پیدایش
کے وقت خدا نے خاصکر انسان کے پرورش کے لیے مخصوص کرکے اسکو عطا کی ہین

مناسب غذا۔

اسمین شبہ نہین ہے کہ جو امراض پیدا کرے کمزوری لاوے اور زندگی کو تاہ کرے جسمانی
کو یا قوتین کمزور کردے بداخلاقی پیدا کردے یا کسی اور طرح خدائی شبیہ کی حسن وشان مین
فرق لاوے یا اس زندہ جاوید مندر کو بدنما کردے۔ نہ وہ غذا مناسب کہی جاسکتی ہے
جسکے لیے بیحد تکلیفات پہونچاے جاتے ہون اور اسقدر کثرت کے ساتھ جانین قربان
کیجاتی ہون جیسا کہ جانورون کا گوشت اپنی غذا بنانے مین کرنا ہوتا ہے۔

زندہ جاوید مندر کی تعمیر مین لاپروائی۔ مہذب انسان جیسے لاپروائی کے ساتھ اپنے
اس مندر کی تعمیر مین مشغول ہوتا ہے وہ کچھ ویسی ہی حالت ہے جیسے کہ جنگلون کے
رہنے والے جاہل وحشی اپنے گذارے کے لیے عارضی جھوپڑی سٹ پٹ بنالیتا ہے
جسطرح کوئی وحشی اپنا جھوپڑا ان چیزون سے تیار کرلیا کرتا ہے جو اسکو قرب مین

ملسکتے ہین یا بلا لحاظ اونکے پائیدار اشیا کثرت کے ساتھ دستیاب ہو سکتے ہین اسیطرح سے بیفکر انسان اپنے جسم کو ان غذاؤنسے تیار کرنا چاہتا ہے جو بہ آسانی اسکو دستیاب ہوتے ہین یا جو اسکو کھانے مین اچھے معلوم ہوتے ہین اور جنکو وہ شوق کے ساتھ کھاتا ہی اور جیسا کہ وہ چیزین اسکے حلق مین پہونچتی ہین یا جبتلک زبان اسکا مزہ چکھتی رہتی ہے تو وہ پھڑک پھڑک جاتا ہے مکانات کے تعمیر کے متعلق غور و فکر مین جسقدر وقت صرف کیا جاتا ہے اور جس احتیاط کے ساتھ پائدار اور مناسب اشیا بہت سے مہذب مرد و عورتین منتخب کرنا پسند کرتے ہین۔ اگر اسکا دسوان حصہ بھی اس زندہ مندر کی تعمیر پر غور کرنے مین صرف کیا جاوے تو غذا کے متعلق آجکل جو عادتین پڑی ہوئی ہین اور جو رواج قایم ہین ان مین کافی انقلاب نمودار ہو سکتا ہے۔

انسانی مندر۔ یہ لاثانی مندر جو ابتدائے آفرینش سے اسوقت تک دنیا کو حیرت مین ڈالی ہوی ہے جسکا ثانی دنیا کو دیکھنا نصیب نہین ہوا اور یہ گویا اس اصلی مندر کی شکل ہو اور اسکی جانب اشارہ ہے جو ہاتھونسے بنا ہوا نہین ہے۔

جسمانی مندر کا تعمیر کرنیوالا خدا ہے لیکن اسکے توازنات مہیا کرنے کی تمام ذمہ داری انسان پر ہے جب کبھی آپ کھانا کھانے بیٹھتے ہون اور جو کھانے آپکے سامنے چنے ہوے ہون انپر خدائی برکت عطا ہونے کے لیے دست بدعا ہون تو کیا آپنے اسوقت کبھی سوال کیا ہوگا "کیا وہ خدائی قوتین جو مرے جسم مین اپنا فعل دکھا رہی ہین وہ خدائی روح جو میری زندگی ہے ان چیزونسے جو مرے روبرو چنی ہوئی ہین نفیس۔ خوبصورت۔ اور دیرپا۔ دماغ۔ پٹھے۔ رگین۔ ہڈیان۔ بنا سکتے ہین جو قابل اعلے خیالی۔ اعلے احسانات شریفانہ افعال بلعہ ایمانداری کے ساتھ خدا کو اسکی دستکاریان اعلے نمونہ دیکھنے کے قابل ہون" اگر آپ نے ایسا نہین کیا ہے تو مین آپسے ملتجی ہون کہ کیا یہ ایسے سوالات نہین ہین جو بحیثیت عاقل انسان آپکے حق مین خالی از دلچسپی نہین ہین۔ کیونکہ خدا کے بیٹا یا بیٹی ہونے کا آپ کو ناز ہے اور آپ کا اعلے مقصد یہ ہے کہ آپ خدا کے نائب اور قاصد ہین۔

خدا کی شان کے لیے کھانا پینا۔ ان اہم واقعات کے موجود ہوتے ہوے کیا ہر ایک انسان کا یہ فرض نہین ہے کہ وہ اس امر کا لحاظ رکھین کہ انکو خدا کی شان کے لیے

کہانا پینا لازم ہے نہ کہ اسکے بنائے ہوئے مندر کے ناپاک اور برباد کرنے کی غرض سے جو انسان اسکے خلاف عمل کرتا ہو اُسکے لیے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہ جہنم مین جانے کے لیے ہے ایسے کہانے پینے کا نتیجہ ہم اپنے گرد سوءِ ہضم کے شاکی۔ گٹھیا مین مبتلا مدقوق۔ فالج زدہ۔ فاترالعقل۔ اور ایسے ہی دیگر امراض مین مبتلا جماعت عظیم کو دیکھتے ہین۔

دلکو کیونکر مضبوط کرنا چاہیے۔ تاکہ خون اپنا فعل درستی کے ساتھ دکھاوے۔ صرف یہی ضروری نہین ہے کہ اس غرض کے لیے غذا کا جزو عمدہ ہو اور خراب اشیا سے پاک ہو بلکہ دل کی عمدہ حرکت کے ذریعہ سے وہ خوب ورزش کرے دل بھی مانند جسم کے دیگر پٹھون کی ورزش سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ کاہل اور ہر وقت بیٹھے رہنے والے آدمی کا دل ہمیشہ کمزور رہتا ہے اور یہی خاص وجہ ہے کہ جب ایسے آدمیون کو کوئی غیر معمولی محنت کرنا پڑتی ہے تو انکا دم بہت جلد پھول جاتا ہے۔ جو ورزش دوڑنے مین ٹانگون کو مضبوط اور کشتی کہیلنے مین بازوون کو قوی بناتی ہے دل کو بھی اس طرح مضبوط بناتی ہے کہ اسکو مجبور کرتی ہے کہ ضروری مقدار خونکی جوڑون و پٹھون مین پہونچاتا اور بعد ازان صفائی کے لیے پھیپڑون تک پہونچاتا ہی اسکے لیے وہ بھی کافی طور پر حرکت کرے جو لوگ کمزور ہون اُنکو لازم ہے کہ تکلیف دہ ورزش سے پرہیز کرین لیکن کسی ہوشیار سے اس معاملہ مین تربیت حاصل کرین۔ ابتدا مین معمولی قسم کی ورزش شروع کرین اور بعد ازان روز بروز بتدریج تہوڑے سے زیادہ کام لینا شروع کرین۔

خون کی صفائی۔ خون اسطرح صاف نہین ہوتا کہ اسمین کوئی شے داخل کیجاوے بلکہ ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ اسمین سے کوئی شئے خارج کیجاوے پانی نہایت نایاب صاف کرنے والا جزو ہے اور اسکا استعمال آزادی کے ساتھ خون کی صفائی کے لیے لازمی ہے خون کو گیہون کے ذریعہ سے صاف بنانا اسیقدر مناسب ہے کہ کسی میلے کچیلے قمیص کو یا کسی اور میلے کپڑے کو ایسے ہی طریقے سے صاف کرنا بہتر ہے۔

خون کے ذخیرے۔ جوان آدمی کے جسم مین خون کے ذخیرے بہت ہوتے ہین

شاید روے زمین پر جسقدر بنی نوع انسان ہے اونسے بیس ہزار گنا زاید ذخیرے ہین یہ اسقدر
چھوٹے ہوتے ہین کہ ایک انچہ کی لمبائی مین دو ہزار پانچسو سے لیکر تین ہزار پانچسو تک
پائی جاتی ہے۔ لیکن شمار مین جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے اسقدر زیادہ ہین کہ قریباً بتیس ہزار
فیٹ مربع کو گھیرے ہوے ہین جو ایک ایکڑ کے ۳/۴ حصہ سے زاید ہوتا ہے یا انسان
کی جلد کے رقبہ سے ایک ہزار چھ سو گنا ہے۔ اگر انسان کے جسم کے خون کے
ذخیرے ایک خط مستقیم مین جماے جاوین تو وہ طول مین اسقدر ہونگے کہ چھ مرتبہ زمین
کے گرد لپیٹے جا سکین گے۔ منجملہ اُن کے ہر ایک جدا گانہ زندہ مخلوق ہے اسکی زندگی
جداگانہ ہے وہ خون کے دہارا مین اسطرح بڑھتا کام کرتا سانس لیتا اور پروش پاتا ہے
جسطرح مچھلی پانی مین یا پرندا ہوا مین زندہ رہتا ہے۔ ہر ایک خون کے ذخیرے کی زندگی
چھ ہفتہ کی ہے۔ ناظرین اب ذرا ایک لمحہ کے لیے انکی وقعت پر غور کیجیے۔ ہر چھ ہفتو نکی
مدت کے بعد ان بیشمار زندہ مخلوق مین سے ایک ضعیف ہو کر مر جاتا ہے اور بعد یہ ضرورت
ہوتی ہے کہ اسکی جگہ دوسرا زندہ مخلوق نشو و نما پاوے۔ اسکو دوسری طرح یون بتا سکتے ہین
کہ ہر چند ہفتون کی مدت کے بعد کرورہا خون کے ذخیرے از سر نو پیدا ہونا چاہئین۔
خون پیدا کرنے والی غذائین۔ پاک و صاف خون پیدا ہونے کے اول امر ضروری
یہ ہے کہ غذا پاک و صاف ہو۔ نہ خون کی قسم غذا ہو اور نہ ایسی غذا کہ جسمین شامل ہو
اگر جسم مین خون نہایت ہی کم ہو گیا ہو تو ایسی غذا استعمال کرنا چاہیے جسمین "پرومٹیڈ
مادہ" زاید ہو اسی قسم کا مادہ بہت سے قدرتی غذاؤن مین جو خدا نے انسان کے استعمال کے
لیے پیدا کی ہین بکثرت پایا جاتا ہے منجملہ اُنکے نہایت عمدہ چیزین اس غرض کے
لیے بادام اور تمام اس قسم کے میوہ جات خشک و تر ہین کہ جنکا چھلکا توڑ کر گری نکلے
اگر آدہ سیر اس قسم کے پہل استعمال کیے جاوین تو بمقابلہ ۱/۲ پاؤنڈ نہایت نفیس گوشت
کے انمین خون پیدا کرنے والا مادہ زاید ہوگا۔ اور نہایت نفیس خون پیدا کرنیوالے
اشیا ہین جنمین اپنے وزن کی ۱/۴ حصہ سے زائد خون بنانے والا جزو ہوتا ہے اور ان اشیا
کا ایک پاؤنڈ تین پاؤنڈ گوشت کے برابر ہے۔

سرد پانی سے غسل کرنا خون بڑہاتا ہے۔ چند سال گذرے پروفیسر ونٹرنٹز صاحب
ساکن ویانا نے دریافت کیا تہا کہ سرد پانی سے غسل کرنے مین یہ خوبی ہے کہ خون کے

ذخیرے کثرت کیساتھ شمار مین زاید پیدا ہو جاتے ہین۔ بعض اوقات ½ حصہ یا اس سے زاید کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ کتاب زیر ریویو کے مصنف نے بھی امتحان کیا اور نتیجہ وہی ثابت ہوا جو کہ پروفیسر صاحب نے بیان کیا تھا۔ بمقابلہ سرخ ذرّون کے سفید ذرّے بہت سے پیدا ہو جاتے ہین۔ بعض اوقات تو دوچند ہو جاتے ہین اور یہ اضافہ سرد پانی سے غسل کرنے کے نصف گھنٹہ کے بعد ہی نظر آتا ہے۔

ترکاریان و گوشت۔ ترکاریان انسان کے جسم مین چستی جمع رکھتی ہین گوشت اسکو صرف کر ڈالتا ہے ترکاریون کا استعمال ایسا ہے کہ گویا غذا جسم مین جمع ہے اور گوشت گویا کھا ڈالا۔ انسان جسوقت محنت مشقت کرتا ہے تو بہت سے مختلف زہریلی اشیاء خارج ہوتے ہین۔ جسطرح کہ ریل کے انجن سے راکھ چنگاریان اور دھوان نکلا کرتا ہے انسان کے جسم سے زہریلی گیس اور مختلف قسم کے اور مادی پھیپڑون۔ جلد۔ آنتون یا پاخانہ پیشاب کے ذریعہ سے خارج ہوتے رہتے ہین۔ انسان کے جسم مین نصف جلے ہوے کوئلے کی جگہ (یورک ایڈ) ہے یہ ایک ایسا زہر ہے جو گٹھیا۔ یا بائی پیدا کر دیتا ہے۔ مختلف قسم کی کالکی بھی پیدا ہوتی ہے جو آنتونکو سخت کر دیتی ہے۔ قبل از وقت انسان ضعیف ہو جاتا ہے اور فالج و دیگر امراض مین مبتلا ہو جاتا ہے جانورونکا گوشت خواہ کیسا ہی نفیس کیون نہ ہو انمین سے اس قسم کے زہریلے مادہ کثرت کیساتھ ہوتے ہین جسوقت جانور ذبح کیا جاتا ہے یہ زہریلی مادہ باہر نکلنا موقوف ہو جاتے ہین لیکن بعد ذبح ہونیکے بھی انکا پیدا ہونا موقوف نہین ہوتا۔

گوشت۔ جب کوئی جانور ذبح کیا جاتا ہے یا سر پر گولی سے مارا جاتا ہے تو اُسکا تمام جسم دفعتہً مر نہین جاتا ہے۔ اولاً وہ بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن اسکے رگ و پٹھے کئی گھنٹہ تک کو زندہ رہتے ہین اس عرصہ مین زندہ رگ و پٹھون کی حرکت اس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور وہ فضلات پیدا کرتی ہے جو زندگی مین فوراً ہی کئی طریقونسے خارج ہو جاتے ہین جب دل کی حرکت بند ہو جاتی ہے صفائی عمل بھی موقوف ہو جاتا ہے اور زہریلے مادے جو جلد تیار ہوتے ہین جمع ہوتے ہین اور زندہ رگونمین اسقدر جذب ہو جاتے ہین کہ آخرکار جانور بالکل مر جاتا ہے پس مردہ جانور کے گوشت مین بجز زہریلے خون اور

زہریلے عرق کے اور کچھ نہین ہوتا۔
گوشت کا استعمال اضمحلال پیدا کرتا ہے۔ بوجوہات مندرجہ بالا یہ امر عیان ہے کہ بلا اپنے
جسم مین زہریلے مادے و فضلات بکثرت پیدا کیے ہوے ایک مخلوق کا دوسرے
مخلوق کے گوشت پر بسر کرنا نا ممکن ہے جب یہ فضلات جمع ہوتے جاتے ہین مخلوق
کی زندگی و چستی و چالاکی مین فرق آتا جاتا ہے جس طرح کہ جس تنور یا چولھے مین راکھ
زائد ہو جاتی ہے آگ روشن نہین رہتی۔ پس ظاہر ہے کہ گوشت کا استعمال اضمحلال
کی ان حالتون کو بہت جلد پیدا کر دیگا جنکا انجام ضعیفی اور موت ہے ہے انتہے
(از اخبار ہندوستانی لکھنو نمبر ۵ جلد ۲۲ بابتہ ماہ فروری سنہ ۱۹۰۶ع)
ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس کل بیان سے چند ہدایات حفظان صحت کی نسبت
ظاہر ہوتے ہین۔

(۱) قدرتی غذا کا استعمال لازم ہے۔ خلاف مین اسکے مضر ہے۔
(۲) قدرتی غذا اشیاے ارضیہ ہین میوہ جات وغیرہ۔
(۳) وہ غذائین جو جسمانی یا اخلاقی مضرتین پیدا کرتی ہین ممنوع ہین۔
(۴) وہ غذائین جنکے لیے بیحد تکالیف پہونچاے جاتے ہون اور کثرت سی جانین
قربان کیجاتی ہون استعمال انکا ممنوع ہے۔
(۵) زندہ جاوید مندر کی تعمیر مین لاپروائی نہ چاہیے۔
(۶) انسانی مندر خدا کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اور اسیکی کاریگری کا نمونہ ہے۔
(۷) انسانکو اپنے جسم کے تئین ناپاک نہ بنانا چاہیے۔
(۸) آزادی کے ساتھ کہانے پینے مین انسان مبتلاے امراض ہو جاتا ہے۔
(۹) دل کی مضبوطی غذا ہے پر منحصر نہین ہے بلکہ ورزش سے بھی وہی فوائد ہوتے
ہین جو غذا سے ہوتے ہین۔
(۱۰) خون کی صفائی بھی تغذیہ وغیرہ سے نہین ہوتی بلکہ اخراج کثافات سے ہوتی ہے۔
(۱۱) جسم انسانی مین لکھو کہا خزانہ خون کے ہین وہ سب ذیروح ہین بہت
جلد جلد فنا ہو جاتے ہین۔ لہذا بجاے خزانہ فانی کے دوسرا خزانہ پیدا کرنیکی
ضرورت ہے۔

(۱۲) گوشت سے زیادہ اور میوہ جات مین خون پیدا کرنیکا مادہ موجود ہے۔
(۱۳) سرد پانی سے غسل کرنیمین بھی خون زیادہ ہوتا ہے۔
(۱۴) جسم حیوانی مین صدہا زہریلے مادّے ہین جو ریاضت کیوجہ سے دفع ہوتے ہین بدون ریاضت اون زہرونکا دفع ہونا ممکن نہین۔
(۱۵) ذبح کرنے سے حیوان کے وہ زہریلے مادّے خارج نہین ہوتے۔
(۱۶) بعد ذبح ہونے کے بکثرت زہریلے مادّے کئی گھنٹہ تک پیدا ہوتے رہتے ہین اور سبب اسکا یہ ہوتا ہے کہ رگ پٹھون کی حرکت اس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور وہ فضلات پیدا کرتی ہے جو زندگی مین خارج ہوتے تھے اب نہین خارج ہو سکتے پس اونکا کھانا زہر کھانا ہوا۔
(۱۷) گوشت کا استعمال اضحلال پیدا کرتا ہے۔
ہمکو ان سب ہدایات سے اختلاف ہرگز نہین۔ بلکہ بعض ہدایات مین کلام ہے ہدایات نمبر ۲ - ۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - مین ہمکو کچھ کلام ہے ابہم ہم ہر ایک کو سلسلہ وار بیان کرتے ہین غور سے سماعت فرمایے۔
(ہدایت نمبر ۲) قدرتی غذا کا انحصار میوہ جات وغیرہ مین یہ غیر مسلم ہے اسمین ہمکو کلام نہین کہ میوہ جات وپھلیان ضرور قدرتی غذائین ہین لیکن گوشت بھی داخل غذا ہے جیسا کہ بیان کر چکے ہین کہ انسان کے دانتون کی بناوٹ اس امر کو ثابت کر رہی ہے۔ اور قطع نظر اسکے سوائے بعض ہنود کے جملہ مذاہب میز گوشت خوری کی ہمکو اجازت دیگئی ہے۔ پس گوشت کا قدرتی غذا ہونا مذہب پر اعتراض کرنا ہے ضرور ہمکو ہر مذہب اجازت دیتا ہے (سوائے مذہب ہنود کے) گوشت خوری کی اور یہ بین دلیل ہے اس امر کی کہ گوشت بھی قدرتی غذا ہے اور ضرور جائز و مباح ہے اور کسی چیز کے جائز و مباح ہونے سے یہ مطلب نہین ہوتا ہے کہ خواہ نخواہ اوسکا استعمال ہی کرین اور ترک سے گنہگار ہون۔ اگر کسی وقت مین گوشت کی مضرت ہمارے واسطے ثابت ہوگی اوسوقت ضرور شریعت ہماری بجائے اباحت حرمت کا فتوا دیگی۔
(ہدایت نمبر ۴) گوشت خوری کا اسوجہ سے حرام ہونا کہ اسمین بیجد جانونکا نقصان

ہے یہ بھی استدلال غلط ہے - ہم پوچھتے ہین کہ جانور وغیرہ ہر ذی روح مساوی ہے پھر حشرات الارض، حیوانات موذیہ، وہ حیوانات جو عفونت ہوا سے پیدا ہوتے ہین اون سبکا مارنا بھی ناجائز و ممنوع ہونا چاہیئے ہرگز ایسا نہین ہے بلکہ عقل ہماری ان حیوانات کے مار ڈالنے کا حکم کرتی ہے کیا صحت جسمانی انسان کیواسطے کوئی صاحب صفائی آب وہوا کو ضروری نہین سمجھتے ہین پھر آپ انسانی صحت کیواسطے صفائی آب وہوا کرینگے - تو ضرور یہ صفائی اون حیوانات کی فنا کا باعث ہوگی جو روات ہوا سے پیدا ہوتے ہین اور کثرت اون حیوانات کی بمنزلہ انسان کے ہزار گنی ہوتی ہے چند نفوس انسانی کی صحت کیواسطے کرورہا بلکہ سنکھا ذی روح صفائی آب وہوا کے ذریعہ سے آپ فنا کردیتے ہین اسکو کیون جائز قرار دیتے ہین اور کیون نہین ظلم قرار دیتے - اور اس سے زائد یہ ہے کہ بقول دیانند صاحب جین مت والے لوگ پانی گرم کرکے پیتے ہین جسمین لاکھون کیڑون کی جان جاتی ہے اور گویا دو آتشہ ماء اللحم ہوجاتا ہے اور آریہ صاحبان آٹا گوندتے اور روٹی پکاتے اور گوشت نہ سہی چنے کی دال ہی سہی آخر پانی سے پکاتے ہونگے حلوا پوری کچوری یہ تمام چیزین پانی ڈال کر گھی مین تیار کرتے ہین پس یہ تمام چیزین پانی ڈالکر جو پکائی جاتی ہین بیشمار کیڑے ان مین کباب ہوتے ہین اور جاڑے کے موسم مین اشنان کے لیے پانی گرم کیا جاتا ہوگا جسمین لاکھون بلکہ بیزبانو خون ہوتا ہے پھر کیا یہ گوشت خوری اور ظلم نہین ہے -

(ہدایت نمبر ۱۵) ذبح کرنے سے حیوان کے وہ زہریلے مادے خارج نہین ہوتے - اس ہدایت سے بھی پورا اتفاق ہمکو نہین ہے - کیونکہ ذبح کرنے سے خون کے کل ذخیرے نکل جاتے اور اونھین ذخیرون کیوجہ سے بکثرت زہریلے مادے پیدا ہوتے رہتے تھے بلکہ جسم انسانی وحیوانی مین خون ہی ایک ایسی شئے ہے جو کہ سمیت کو ہر شئے کے قبول کرکے تمام جسم کو مسموم بنا کر ہلاک کردیتا ہے ہر زہر کا اثر جسم پر خون ہی کیوجہ سے ہوتا ہے اور یہ دعوی ہمارا بدیہی ہے اور محتاج دلیل نہین - پس جب جسم حیوانی سے اخراج خون کرا دیا جاویگا تو جسقدر زہریلے مادے

اُس جسم مین ہین وہ ضرور خون کے ہمراہ زائل ہو جاوینگے اور گوشت بالکل صاف و نقیح رہجاوے گا اگر کچھ زہریلے مادّے باقی بھی رہ جاوینگے تو اونکی اصلاح کئی طرح سے ممکن ہے۔

(۱) آگ کے ذریعے سے ضرور آگ گوشت کو جلا کر ہوا اور بخارات مین اونکے زہریلے مادّون کو تبدیل کر دیگی۔

(۲) نمک یا پیاز، لسن، دھنیا، دہی۔ روغن زرد، یہ چیزین گوشت مین بطور مصالہ کے عادتاً شامل کیجاتی ہین بہت کچھ اصلاح گوشت کی ان مصالون کے ذریعے سے ہو جاتی ہے۔

(۳) ترکاری، و بقولات بھی اکثر گوشت مین شامل ہوتے رہتے ہین ان سے بھی اصلاح ہوئی ہے۔

(۴) سب سے زائد گوشت کی اصلاح خدا کا نام لینے سے ہوتی ہے جب ہم بوقت ذبح و نحر "بِسۡمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکۡبَر" کہتے ہین تو خدا وند کریم ہمارا خود حافظ ہو جاتا ہے۔ خدا کے ماننے والوں کو تو اس بیان سے ہمارے ہرگز اختلاف نہوگا ضرور خدا سے اگر التجا اپنی حفاظت کی کیجاوے تو حفاظت کریگا۔ اب مخالفین جو خدا ہی کو نہین مانتے اونکے واسطے امور مذکورۂ بالا ہی کافی ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی التجا اور تمنّا۔ کیا اسلامی طریقہ مین نہین ہے جسقدر اسلامی شریعت مین خدا سے برکت طلب کرنے کی خواہش اور کھانا دیکھکر اوسکی نعمت کی شکر گذاری اور کھانا کھاکر بھی اوسیکی حمد و ثنا اسلام مین ہے کسی دوسرے مذہب مین آپ نہ پاوینگے۔ بوقت ذبح حیوان بھی خدا ہی کا نام لیتے ہین کھانا کھاتے وقت بھی "بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" کہکر کھانا شروع کرتے ہین۔ جب کھانا کھاکر فارغ ہوتے ہین اوسوقت بھی "الحمد للّٰہ ربّ العالمین" کہتے ہین۔ اور محتاط و دیندار لوگونکا تو ذکر ہی نہین وہ تو سورۂ "لایلاف" و سورہ حمد و بہت سی اور بھی دعائین پڑھتے ہین۔

(۵) گوشت کی اصلاح پانی سے بھی بہت کچھ ہوتی ہے جیسا کہ خود ڈاکٹر صاحب فرماتے ہین "پانی نہایت ہی نایاب صاف کرنیوالا جزو ہے اور اسکا استعمال

آزادی کیساتھ خون کی صفائی کے لیے لازمی ہے ""
(ہدایت نمبر ۱۶) بعد ذبح کئی گھنٹے تک زہریلے مادّون کا پیدا ہونا۔ اس دلیل سے کہ رگ و پٹھون کی حرکت اوس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرتی ہے اور فضلات اوسکے خارج نہین ہوتے۔ یہ بیان آپکا اوسوقت صحیح اور لایق تسلیم ہے جبتک حیوانات کو ذبح نہ کرین اور ذخیرے خون کے اونکے جسم مین باقی ہون۔ اور حیوان مذبوح مین یہ قیاس آپکا صحیح نہین ہے اسواسطے کہ خون کے ذخیرے جسوقت ذبح کرنیکے سببسے جسم حیوانی سے نکل جاوینگے تو بہت کچھ وہ غذا بھی اوسیکے ساتھ نکل جاویگی جو خون کے ذخیرون کے قریب ہے۔ اور بالفرض اگر کچھ باقی بھی رہجاوے تو اصلاح اوسکی امور مذکورہ بالاسے ہوجاتی ہے البتہ گلا گھوٹے ہوے جانور مین یہ احتمالات ہوسکتے ہیں
(ہدایت نمبر ۱۷) گوشت کا اضحلال پیدا کرنا۔ یہ بھی مسلم نہین کہ عام گوشت اضحلال پیدا کرتا ہو ذبیحہ کا گوشت اضحلال نہین پیدا کریگا کیونکہ زہریلے مادون کی اصلاح ہوجاتی ہے البتہ مضعف جگر ضرور ہے۔ اور بالفرض اضحلال بھی پیدا کرتا ہو تو ہم پوچھتے ہین دنیا مین کون دوا یا غذا ایسی ہے جو ہر طرح سے نافع ہو اور ہر وقت مین نافع ہو۔ کچھ نہ کچھ مضرت بالخاصہ ہر شئے مین موجود ہے جسکی اصلاح کبھی از خود آب و ہوا سے ہوجاتی ہے، اور کبھی طبیعت سے اور کبھی اور اشیا کے ذریعہ سے۔ اسیطرح سے گوشت بھی ہے۔
ہان البتہ یہ سب مضرتین گوشت میتہ مین ضرور ہین چنانچہ حسب ہدایات ڈاکٹر صاحب موصوف مردہ جانور یا وہ جانور جسکا خون جسم سے بذریعہ ذبح نہ نکالا جاوے اوسکے جسم مین خون کے ذخیرے موجود رہینگے اور زندہ ذخیرے موت حیوان سے مرکر جسم حیوان مین باقی رہینگے اسکے باقی رہنے سے مختلف مضرتین ہونگی۔
(۱) وہ زہریلے مادّے جو جسم مین ہوتے ہین اونکے اخراج کی کوئی سبیل نہین۔
(۲) رگ و پٹھے کے کئی گھنٹے زندہ رہنے سے اور اسکی حرکت اوس غذا کو جو خون کے ذخیرون کے قریب ہوتی ہے ہضم کرکے فضلات پیدا کرینگے اور بکثرت ایسے فضلات جسم مین باقی رہینگے۔

(۳) خون جسکے ذریعہ سے سمیت تمام جسم تک پہونچتی رہتی ہے اور وہی خون جو سمیت کو قبول کرتا رہتا ہے جسم مین باقی رہیگا جو ہر وقت زہریلے مادونکو جذب کرتا رہیگا۔
(۴) اگر حیوان مین پہلے سے کسی زہریلے مادے نے بذریعہ خون سرایت کی ہوگی تو وہ بھی اوسکے جسم مین باقی رہجا دینگے اور خارج نہ ہو سکین گے۔
بہرحال جسقدر گوشت مین مضرتین طبی و عقلی ثابت کیجیے وہ سب حیوان مردہ مین بہ نسبت ذبیحہ کے بدرجہا زائد ہونگی۔ پس حیوان مردہ کا استعمال کسی طرح سے طبًا جائز نہوگا اور اسلام سے زیادہ وہ قومین مورد اعتراض ہونگی جو بدون خون نکالے حیوان کا استعمال کرتی ہین شریعت اسلام اس اعتراض مین بھی اور قومون کی بہ نسبت سب سے پیچھے ہٹی ہوئی ہے۔ اور قانون گوشت خوری مین بھی مصلح ہے۔
مسلمانون پر یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ جب خدا گوشت پوست اور خون نہین کھاتا تو قربانی کرکے بیفائدہ خون کیون بہاتے ہو جواب اسکا یہ ہے کہ بلاشک خدا کو احتیاج قربانی کی نہین ہے بلکہ نہ روپیہ پیسہ کا محتاج ہے نہ بروزہ نماز حج جہاد سے اوسکو کوئی نفع پہونچتا ہے اور اسیطرح سے کسی مذہب کی کوئی عبادت ہو خدا کو اوس سے کوئی نفع نہین ہے حالانکہ صدقہ وخیرات خدا کے نام پر ہر مذہب مین ہے پھر کیا خدا اوس روپیہ پیسہ کو جمع کرکے اپنے مصرف مین لاتا ہے نہین بلکہ جو اوسیکا ہے اوسی نے تو ہمکو دیا ہے پر اپنے نام پر ہمسے دلوانے کی اوسکو کیا ضرورت ہے اسیطرح سے ہوم وغیرہ سے خدا کو کیا نفع ہوتا ہے دیکھو اس قسم کے امور سے اصلی غرض خدا کی یہ ہے کہ بندہ نیک اخلاق ہو خدا کی راہ پر دینے سے اوسکو سخاوت کی اعلی صفت سے متصف کرتا ہے قربانی اور نیز اس سے طعام مساکین کی عادت ڈالنا اور ساتھی اوسکے یہودیون اور ہندوؤن کے یہان کے تمام مربوط طریقہ قربانی کی اصلاح اور جو قومین گاؤ ماتا کی پرستش کرتے ہین اونکو تنبیہ عملی طریق سے کراتا ہے خدا فرماتا ہے انفقوا مما رزقناکم یعنی جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہو اوسمین سے ہماری رضاجوئی کے لیے خرچ کرو پس مسلمان بربنا اس حکم کے اپنے مال کے جمیع اقسام کو راہ خدا مین خرچ کرتے ہین چاندی سونا غلات حیوانات مین زکوۃ دیتے ہین اوسیطرح سے قربانی بھی ہے نہ خدا سونا چاندی غلہ وغیرہ لیتا ہے نہ مثل

اور قوموں کے خدا کے لیو چاٹتا ہے۔
یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ خانۂ کعبہ مین مسلمانون کو قربانی و ذبح کی ممانعت ہے
احرام مین شکار کھیلنا منع ہے پس اگر یہ اچھے کام ہوتے تو خواہ نخواہ اس خانۂ محترم
مین بھی اوسکی رضاجوئی اس اچھے کام سے کرائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ کیا خدا کا گھر عرب کے ایک کونے کی چاردیواری تک ہے محدود ہے اور تمام روے
زمین پر اوسکا کچھ عمل نہین اسیطرح سے احرام کی حالت مین شکار کھیلنے کی ممانعت
ہے تو کیا عربی مہینے کی خاص تاریخ مقرر ہو سکتی ہے جبکہ انسان کو بالکل بے ایذا ہونا چاہیے
اگر یہ فعل ممدوح تھا تو ہر مقام اور ہر زمانہ مین جائز ہوتا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ احرام کی
حالت مین مسلمان ایسے ہوتے ہین جیسے نماز کے اندر جو افعال نماز سے مخصوص ہین
اونکے علاوہ دوسرا فعل نہین ہو سکتا اگرچہ وہ جائز و مباح بھی ہو ہر مذہب مین
بہت سے اعمال عبادات ایسے ہین کہ جو مخصوص ہین محل و زمان سے پس کیا کوئی یہ
کہہ سکتا ہے کہ ہر عبادت ہر وقت اور ہر مقام پر کیون نہین ہوتی جو چیزین حلال و
مباح ہین ہر وقت مین کھانا پینا اونکا جائز ہے لیکن روزہ اور برت مین اوسکی ممانعت
ہے اسیطرح سے ذبح و قربانی ہر وقت جائز کی گئی ہے لیکن حج مین احرام کے زمانہ
مین اور خانہ کعبہ مین ممانعت ہے احرام کیحالت مین اور بھی بہت سے مخصوص احکام
ہین مثلاً بے سیا کپڑا پہننا اپنی زوجہ سے وطی نکرنا پس کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس
وجہ سے وطی اپنی زوجہ سے ہمیشہ کے لیے ناجائز ہے اور سیا ہوا کپڑا ہمیشہ پہننا حرام
ہے نہین بلکہ یہ ایک خاص عبادت کی جگہ اور ایک خاص عبادت کے زمانہ مین
جسمین دیگر اشیاء مباح بندہ اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اور خاص اپنی منشاء سے (یعنی
حالت احرام مین شکار کی ممانعت اور خانہ کعبہ مین ذبح و قربانی کی ممانعت) اور
اسی وجہ سے کہ جہلا یہ نہ سمجھ لین کہ درحقیقت شکار و قربانی بری شئے ہے خدا نے جسطرح
سے احرام اور بیت اللہ مین ممانعت کی شکار و قربانی کی اوسیطرح سے حکم تاکیدی
دیدیا کہ منیٰ مین پہونچکر ہر شخص ضرور قربانی کرے تاکہ جاہلون کا یہ خیال برطرف ہو جاے
کہ قربانی ناجائز شئے ہے دیکھو قربانی ضرور اچھی شئے ہے مگر ہر اچھی شئے کو یہ لازم نہین
ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانے اور ہر مقام پر کیجاوے اور بیشک خدا ہر مقام پر موجود ہے

اور ہر وقت ہرایک کیساتھ ہے خدا فرماتا ہے مایکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنی من ذالک ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا۔ یعنی تم جہان کہین تین شخص ملکر بیٹھے ہوا ونمین چوتھا خدا ہوتا ہے اور جہان پانچ ہوتے ہین چھٹا خدا ہوتا ہے اس سے کم ہو یا زیادہ بہرحال وہ اونکے ساتھ ہے کہین بھی ہون پس نہ کوئی مکان خدا سے مخصوص ہے اور نہ کوئی زمانہ پس خانہ کعبہ ایک عبادت کی جگہ ہے جسے اوسکو بیت اللہ مجازاً کہتے ہین اور شاید انھین معنون مین ریدکا یہ منتر بھی ہے جس مین دہرم کی ترقی ہوتی ہے وہ پرمیشر کا وطن مالوف ہوتا ہے،، (دیکھو یجر وید ادھیای ۲۰ منتر ۱۰) پس چونکہ خانہ کعبہ پاک و بزرگ ہے اور جو چیز پاک ہوتی ہے وہ بہ پاس ادب ناپاک چیز سے بچایا جاتا ہے اگر ایسا نہین ہے تو جس ادب سے عبادت گاہ مین جاتے ہو ویسے ہی پاخانے مین جایا کرو ویدی مین نجاست ڈالنے سے کیون احتیاط کرتے ہین آخر گھورے پر نجاست ڈالتے ہین کیا جو معبود اگنی مین رہتا ہے وہ گھورے پر نہین ہے وہان بھی کبھی کبھی گھٹی پانی چڑھایا جاوے۔

یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ خون ناپاک شئے ہے اور کوئی انسان اوسکو نہین کھاتا پھر گوشت کہ جو خون کا ست ہے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے یہ غلط ہے گوشت مین جوہر و فضلہ سب شامل ہے البتہ خون کا ست دودھ ہے اب یہ بتاؤ دنیا مین کون شخص ہے جو خون کو کھاتا ہو اور دودھ سے بچتا ہو جو چیز دودھ ہے وہی خون ہے لہذا دودھ پینے سے بھی پرہیز چاہیے ورنہ گوڑ کھانا اور گلگلون سے پرہیز صاد و آئو (بلکہ) اس لحم خوری مین اسلام نے آزادی کو روکا ہے اور دو اصلاحین ایسی عظیم کی ہین جو کسی مذہب کے واسطے ممکن نہین ہوے ہین۔

(۱) شرع محمدی نے سوا ذبیحہ کے اور ہر قسم کے حیوانات کو جو اپنی موت سی مرین یا اوسکو دوسرے عنوانون سے مار ڈالین میتہ قرار دیا ہے۔ اور ہر میتہ کو نجس و حرام قرار دیا ہے۔

انسانی صحت کیواسطے کیسا مفید طریقہ ہے جس سے بہتر دنیا مین کوئی طریقہ نہین جو حیوان صحیح و تندرست ہوا ور ہم اوسکو امراض سے پاک دیکھ لین اوسیکو

ذبح کرکے کھاوین - اور جو حیوانات اپنی موت سے مرے ہین نہین معلوم کون حیوان کس مرض مین مرا ہے - یا اکثر سانپ یا بچھو کے کاٹے ہوے - مرجاتے ہین - پس اگر مردہ حیوان لیکر کھا جاتے تو نہین معلوم کس کس مرض مین مبتلا ہوتے - لہذا میتہ نجس و حرام ہوا اسیطرح جسے ہاتھ سے مار کر کھانے مین سواے اس طریقہ معینہ کے جو شریعت مین ہے یہ خرابی ہوتی کہ - جاہل قوم عرب کے ہرگز کہنا نہ مانتے بلکہ مردہ خوری کرنا شروع کر دیتے اور اصلی منشا رسے شارع کے بیخبر ہو جاتے اسواسطے کہ گلا گھونٹ کر مارنا - اور مردہ جانور کا کھانا یہ دونون قسمین ایک تصور ہوتین -

دوسری الم ذبح کرنے کی یہ ہے کہ - شریعت اسلام مین امراض روحانی کو امراض جسمانی سے زیادہ تر سخت سمجھا ہے اور صحت نفسانی کو صحت جسمانی پر مقدم جانا ہے گوشت ضرور گرم ہوتا ہے اور طبیعت انسانی مین بالخاصہ وحشت و حیوانیت پیدا کرتا ہے - ذبح کرنے سے خواہ نخواہ خون جسم کا نکل جاتا ہے جسے اگرچہ گوشت کی قوت گھٹ جاتی ہے لیکن حرارت بھی اوسکی کم ہو جاتی ہے اور گوشت کی بہت کچھ اصلاح ہو جاتی اور بدون ذبح کے کل جسم کا خون ہرگز نہین نکلتا پس بعد خون نکل جانے کے پھر گوشت سے زیادہ مضرت کا احتمال نہین رہتا اور ہر گز نفسانیہ کو بھی مضر نہین رہتا - یعنی خواہش و غصہ اور وحشت ما اوس گوشت کے کھانے سے کم ہو جاتی ہے - عیسائیون پر بھی اس کا ماننا فرض ہے -

اور دلیل اس امر کی گوشت کا اثر نفس پر واقع ہوتا ہے یہ ہے کہ صدہا تجربون سے معلوم و متیقن ہے کہ جو خاصہ اوس حیوان کا ہوتا ہے ویسا ہی مزاج انسان کا بھی ہو جاتا ہے -

جیسے اطبای یونانی نے گوشت اسد کو مورث شجاعت لکھا ہے اور تجربہ بھی اوسپر دال ہے ضرور غیض و غضب کا مورث ہوتا ہے -

گوشت لق لق دافع سموم بھی ہے - اور ذکاوت کو بھی بالخاصہ زیادہ کرتا ہے - گوشت خنزیر کو یونانیون نے مورث حرص شدید و فساد عقل و زوال مروت لکھا ہے اور اسپر بھی تجربہ شاہد ہے یہ کل صفات خود خنزیر مین بھی ہین اور جن قومون مین استعمال اسکے گوشت کا ہوتا ہے وہ سب بیداہت عقل ان صفات سے

متصف ہوتی ہین۔ اسیطرح سے اور حیوانات بھی ہین جنکے صفات انسانین پیدا
ہو جاتے ہین اور نفس و روح کیواسطے ضرور مضر ہوتے ہین۔ لیکن جہانتک
خون کے نکل جانے سے یقین ہوتا ہے کہ اب مضرت اسمین نہین ہے اور اسوقت
تک اون گوشتون کے استعمال کی اجازت دیگئی ہے اور جن جانورونکی
اصلاح ناممکن سمجھی ہے اگرچہ ہم اوسکی مضرت سے ناواقف ہون لیکن خلاق
اونکا تو ضرور نفع و ضرر کو جانتا ہے اوسنے ہمکو قطعی ممانعت کردی ہے کہ ہرگز
اون جانورونکا گوشت نہ کھاؤ۔ مذہب عیسوی مین بھی گلا گھونٹے جانور کے
کھانے کی ممانعت ہے چنانچہ توریت کتاب اعمال ب ۱۵ – ۲۸-۲۹ مین ہے کہ "کیونکہ
روح القدس کو اور ہمین پسند آیا کہ ان ضروری باتون کے سوا تم پر اور
کچھ بوجھ نہ ڈالین کہ بتون کے چڑہاوے اور لہو اور گلا گھونٹے جانور کے
کھانے اور حرامکاری سے پرہیز کرو انسے اگر تم آپکو بچائے رکھوگے تو خوب
کروگے سلامت رہو" دیندار عیسائیون نے اسے منسوخ کردیا ہے۔
(۲) اسلام کا اور ملتون پر یہ بھی احسان ہے۔ کہ اوسنے ہمکو یہ بھی بتا دیا کہ کن
جانورون کے کھانے کی وجہ سے نقصان جسمانی و روحانی ہے اور کون سے جانور
بے مضرت ہین۔ ورنہ حضرت انسان تو ایسے بلانوش ہین کہ کسی کو بھی
نہ چھوڑتے نامہذبون کا ذکر نہین ہے۔ تہذیب یافتہ لوگ مہذب ملکون کے
کیا کچھ نہین کھا جاتے۔ امریکہ و یورپ جو تہذیب و شایستگی مین اپنے آپ
نظیر سمجھے جاتے ہین (کتا) سور، مینڈک، لال بیگ، گھونگے، سبھی کچھ تو نوش
جان فرماتے ہین۔ ہماری مہذب شریعت نے ان جانورون کے کھانے کو
نہایت گندگی و بدتہذیبی قرار دیا ہے۔ وسطے صدیون کے عقلمند اون پچھلی
قومونکو وحشی و بہایم صفت جانتے تھے جو بیقدری اور آزادی سے ہر شے
کھا جاتے تھے۔ اب تہذیب یافتہ قومون کی یہی تہذیب کہلاتی ہے۔ اس
آزادی سے ہمکو آیندہ نتائج کی خبر ملتی ہے کہ یہی حضرت انسان تہذیب
پکارتے جاوینگے۔ اور انسان کا گوشت کانٹون مین چھید چھید کراو پر چھون سے
شراب شپ نوش کرینگے۔

اب شراب مسکرات کو ملاحظہ کیجیے جسمین طبی و اخلاقی ہزار دن مضرتین ہین (جسکو آیندہ ہم بیان کرینگے) یہی مہذب قومین کیسے اوسکو بے تکان استعمال کرتی ہین۔ اتوار عیسائیون مین پاک دن ہے۔ اوس روز کاروبار دنیاوی کرنا ممنوع ہے۔ تمام دن یاد خدا مین رہنا مذہبی فرض ہے۔ گرجا گھر دنمین جانا گھر مین بیٹھکر مذہبی کتب کا مطالعہ کرنا یا دحق مین گذرانا ہر عیسائی کا فرض ہے مگر انگلستان ہی مین اس پاک دنکو جو خاص مالک کی بندگی کیواسطے علیحدہ کر دیا گیا ہے شیطانی راج قائم ہوتا ہی مسٹر اسٹڈ اپنے جدید اخبار مین لکھتے ہین کہ شرا بخواری لنڈن مین کسقدر اتوار کو ہوتی ہے۔ اوتھون نے لنڈن کا ایک بہت بڑا حصہ بلاڈ نگٹن " منتخب کیا ہے جسمین بیلے لوگونکی زیادہ آبادی ہے۔ خوشحال و تعلیم یافتہ لوگ رہتے ہین اوس مین (۵۹) گرجا واقع ہین مگر (۲۴۹) شرا بخانے ہین جنمین سے (۱۶۶) یکشنبہ کو بھی کھلے رہتے ہین لبنے علیحدہ میونسپلٹی ہے۔ علیحدہ مدارس مذاہبی ہین۔ اس قصبہ کی شرا بخواری کی حالت جانچنے کو (۵۵۰) اشخاص بطور رجور مقرر ہوئے۔ کہ تمام گرجا گھرون اور شراب خانون مین جانے والون کی تعداد قلمبند کرین۔ معلوم ہوا کہ ایک لاکھ بیالیس ہزار کی آبادی سے صرف (۳۴۳۳۱) مرد اور عورتین تو گرجا مین گئین اور (۱۲۲۱۷۵) شرا بخا نو نمین گئین۔ تعداد کی زیادتی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایکبار سے زائد گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یون بیان کی گئی ہے کہ دو پڈنگٹن " کے باشندگان سے جو گرجا گھرون کو گئے (۹۰) ہزار زیادہ مرد شرا بخانون کو گئے اوسی تعداد کے لڑکون سے جو گرجا گھرونکو گئے (۳۶۳۹) شرا بخانون کو زائد گئے۔ غرضکہ یکشنبہ کو بھی شرابی باشندگان انگلستان شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہین اور حضرت عیسےٰ کو خیر باد کہدیتے ہین (از اخبار ہندوستانی لکھنؤ مورخہ ۳ فروری ۱۹۰۴ء نمبر ۵ جلد ۲۳)

اگرچہ جملہ حیوانات کی حلت و حرمت بر بجز دلیل تعبد کے اور کوئی دلیل قائم نہین ہوسکتی۔ لیکن یہ دلیل تعبد بھی ہمارے واسطے حسن عقلی رکھتی ہے جیساکہ ہم سابقا بیان کر آئے ہین۔ اور کسی چیز کا سمجھ مین نہ آنا اوسکے حسن کو برطرف نہین کرتا ہے۔ کیونکہ بالاتفاق حساب و ہندسہ عقلی علمون سے ہے۔ پھر کتنا ہی

کوئی عاقل ہو وہ اگرچاہے کہ ایک حساب جبر و مقابلہ کا یا ایک ثبوت کسی دعوے
کا اقلیدس کے کسی شکل کے دیدی تو کبھی خاک بھی سمجھ مین نہ آویگا۔ لیکن اس سے
وہ اوسے غیر عقلی نہین جان سکتا۔ بلکہ بعد اوستاد کی تعلیم کے لاگین اون علمون
کی جان کے اونکا ٹھیک ہونا جانیگا۔ اسیطرح سے علم دین کے جو کامل اوستاد
ہین وہ لاگین شرع کے حکمون کی عقلی طور پر جانتے ہین اور اجنبی کو اوسمین حیرت
ہوتی ہے اور اپنی طبیعت کے زور سے خاک سمجھ مین نہین آتا۔ پس اون چیزونکے
عقل مین نہ آنے سے اونکا حسن برطرف نہین ہوتا۔ اسلیے کہ ملت ابراہیمی
دین خدا ہے اور دین خدا کا عقلی ہونا ضرور ہے کیونکہ اوسکی تکلیف آدمیون
کو ہے اور آدمی کی گھٹی مین عقل ہے اور عقل ہی کی بدولت اوسے امتیاز اور
حیوانون سے ہوا ہے۔ تو اسے غیر عقلی مذہب دنیا ظلم ہے۔ مختصر یہ کہ ہماری
عقل ہی کیا اور ہم خود کیا ہین جو ہر شئے کی پوری طور سے لم دریافت کرسکین۔ ہمارے
لیے فقط اتنا ہی ثبوت عقلا کافی ہے۔ کہ خدا کے سچے پیغمبرون کی معرفت ہمکو یہ
احکام پہونچے ہین اور وہ سب حکمت و دانش مین تمام خلائق سے بہتر و افضل تھے
اور حکیم بدون فائدہ عقلی کے کوئی حکم نہ دیگا پس حرمت بعض حیوانات بہ نسبت
بعض کے ضرور عقلی ہے اگرچہ ہم نہ سمجھ سکین۔
مثل حیوانات شکاری کے یہ ہمپر اسوجہ سے حرام ہین کہ انکے گوشت مین تجربہ ثابت
ہوا ہے کہ بہ نسبت دیگر حیوانات کے زیادہ حرارت ہے۔ اور درندون کے گوشت
کھانے سے انسان مین قوت غضبیہ زیادہ ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ شیر کا گوشت جن
لوگون کو کھلا دیا گیا ہے اونمین قوت غضبیہ جو کہ حریف قوت عقلیہ ہے غالب
آگئی ہے پس قوت غضبیہ کا قوت عقلیہ پر غالب آنا کمال بد اخلاقی و حیوانیت
ہے لہذا شرع مین گوشت ان حیوانات کا حرام قرار پایا۔
خنزیر بالخاصہ قوت شہوانی کو بڑھاتا ہے۔ اور بیحیائی کو بھی۔ اور خمیر اسکا فضلہ
انسان سے ہے پس استعمال اسکا خلاف حکمت اخلاق ہے اسی لیے شرع
مین بھی منع ہے۔ علاوہ اسکے زمانہ حال کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ
سور کا گوشت بے انتہا چھوٹے چھوٹے کیڑون سے بھرا ہوا ہے جو بغیر مدد خوردبین

کے نظر نہین آسکتے جنکی شکل یہ ہے ⊙ اسکو رونڈ وارم کہتے ہین یہ کیڑا انڈے دیکر آگے بڑہتا رہتا ہے اور بچہ نکلکر اوسکی جگہہ پر آجاتے ہین اور یہ مرکر دوران خون کیساتھ باہر نکل جاتا ہے اسوجہ سے یہ انسانی غذا کے قابل نہین ہے۔

اسیطرح سے بعض دیگر حیوانات کو غور کرنے سے اونمین بھی بالخاصہ اخلاقی وطبی مضرتین پیدا ہونگی۔ اور بعض مین اگرچہ ہماری عقل وتجربہ مضرت پیدا نہ کرسکے لیکن حکیم کے منع کرنے سے ہمارے واسطے عقلاً اوسیطرح سے ممنوع ہے جیساکہ ڈاکٹر وطبیب کسی غذا یا دوا کے استعمال کو منع کرے اور ہم اوسکے خاصہ اور ضرر سے بھی ناواقف ہون لیکن استعمال اوسکا ہمپر عقلاً ناجائز ہوگا۔

اسیوجہ سے امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا ہے کہ "ہر شئے کو خداوندکریم نے ہمپر اسوجہ سے حرام کیا ہے کہ وہ خالق ہمارا بھی ہے اور اون اشیائے محترمہ کا بھی۔ ضرور وہ اس امر سے واقف ہے کہ اصلاح ہمارے اجسام کی کن چیزون سے ہوسکتی ہے جن اشیاء سے اصلاح ہمارے جسم کی ہوتی ہے وہ ہمپر حلال فرمائی ہین۔ اور جن اشیاء سے ہمکو مضرت ہوگی وہ ہمپر حرام فرمائی ہین۔ اور پھر بوقت ضرورت جسوقت بدون اون اشیاء کے اصلاح ہمارے بدن کی ممکن ہی نہو اوسوقت وہی حرام اشیاء ہمپر بقدر ضرورت مباح فرما دیے ہین" جیسے علاج وغیرہ مین مدقوق ومسلول کیواسطے بہ ضرورت شدیدہ سرطان کی خاک کھلانا یا یخنی اوسکے گوشت کی جبکہ علاج ہمارا منحصر ہو اوسی پر۔ پس اگرچہ بادی النظر مین ہمکو کسی چیز مین مضرت محسوس نہ ہوتی ہو لیکن ممکن ہے کہ اوسمین کوئی مضرت ہو جسکو خالق ہمارا خوب جانتا ہے۔

اور پھر کیا عدالت وانصاف ہے کہ خدا نے بوقت ضرورت استعمال کو اون محرمات کے بھی ہمپر مباح فرما دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ محض حفظان صحت کیواسطے یہ اشیاء ہمپر حرام ہین اگرچہ ہم مضرت کو اوسکی نہ جانتے ہون۔ جیساکہ حدیث مذکورہ کے تحت مین امام جعفر صادق ؑ نے خود بعض اشیا کی حرمت کی علت بیان فرمائی ہے فرماتے ہین۔

(میتہ) اسوجہ سے حرام ہے کہ ضعف بدن کا مورث ہوتا ہے اور قوت جسمانی کو

زائل کرتا ہے اور قطع نسل کا موجب ہے۔ اور میتہ کھانے والے نہ مرینگے مگر مرگ مفاجات سے (خون) کے کھانے سے (ماء اصفر) ہوتا ہے یعنی صفرے کی زیادتی کا موجب ہے اور خون آشام لوگ اکثر اوس مرض مین مبتلا ہوتے ہین جو کتے کے کاٹنے سے عارض ہوتا ہے اور مشابہ بجنون ہوتا ہے جسکو ہندی مین "بورہا" ہونا کہتے ہین اور خون موجب قساوت قلبی ہے اور باعث ہے کمی مہربانی و ترحم کا حتے کہ صلہ رحم وغیرہ بالکل مفقود ہو جاتا ہے۔

(گوشت خنزیر) اسوجہ سے حرام ہے کہ خدا نے ایک قوم کو مسخ† فرمایا تھا مختلف صورتون پر بعض بصورت خنزیر، بعض بصورت میمون، بعض ریچھ، کی صورت پر۔ اسیوجہ سے خدا نے ان جانورون کے کھانے سے منع فرمایا تاکہ لوگ ان سے منتفع نہ ہون اور جس گناہ کی یاداشس مین یہہ مسخ ہوے ہین اوس گناہ کی عظمت کو جانین۔

(خمر) شراب اور کل مسکرات کو اونکے فعل سکر کیوجہ سے حرام فرمایا ہے۔ حضرت فرماتے ہین کہ شرابخوار مثل بت پرست کے ہے (اسواسطے کہ شرابخوار ایسے نشہ مین ہوتا ہے کہ یاد خدا اوسکے دلمین بالکل باقی نہین رہتی اور خدا کو بالکل بھول جاتا ہے۔ پس جو خدا کو باختیار خود چند ساعت بھی اگر دل سے بھلاوے اوسکا اسلام یا خدا پرستی ہرگز باقی نہین رہی) پھر فرماتے ہین کہ شرابخواری مورث رعشہ ہے۔ اور شرابخوار بے مروت ہو جاتا ہے اور محارم الٰہی پر (بلکہ جو عقلاً چیزین حرام ہین اونپر بھی) اوسکو جرأت وجسارت ہو جاتی ہے مثل قتل عمد۔ دار تکاب زنا اور فواحش کے۔ اور شرابخوار لا یعقل مانند مجنون کے ہو کر بجز شر کے کبھی خیر پر آمادہ نہین ہوتا۔ اب انصاف فرمائیے کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے۔ کیسا درست و بجا ہے اب ہم ہر ایک امر کو عقلاً ثابت کئے دیتے ہین۔

(میتہ) کیا میتہ ضعف بدن کا باعث نہین ہے۔ ذبیحہ کو تو آپ نام رکھتے ہین کہ خون نکل کر بالکل پھوک رہجاتا ہے۔ اور جو مردہ ہو گیا اگرچہ اوسکے جسم مین

† دیکھو بحث مسخ ہماری کتاب فلسفۃ الاسلام مین ص ۱۱۲ منہ

اجزائے دموی موجود ہین۔ لیکن اسپر کیا دلیل ہے کہ اون اجزا کی خاصیت اب بھی
وہی ہے جو کہ قبل موت تھی۔ ضرور موت سے جسم فاسد ہو جاتا ہے اور آثار
بدل جاتے ہین۔ اور دلیل قوی اسپر یہ ہے کہ قبل موت اس خون سے
اعضا مین نشو و نما ہوتی تھی۔ اور جن اعضا مین یہ خون دورہ کرتا تھا وہ اعضا با
حس و حرکت رہتے تھے مرتے ہی خون جذب ہو جاتا ہے اور صحت و حیات کے
کل احکام اوسپر سے زائل ہو جاتے ہین اور یہ بدیہی دلیل ہے خون کے فاسد
ہو جلنے اور آثار بدلجانے کی۔

دوسری دلیل ہمارا تجربہ ہے جو قومین بدون ذبح کیے جانور کھاتی ہین ہرگز قوت
و طاقت مین وہ اون قومون سے زائد نہین ہین جو ذبیحہ کھایا کرتے ہین اور کوئی
دلیل اون لوگون کے قوت دار ہونے پر نہین ہے۔ کرکٹ، وفٹ بال، و دیگر
ورزشی کامون مین ہمیشہ ہندوستانی غالب رہینگے باوجودیکہ آب و ہوا ہندوستان
کی خود ضعیف ہے اور جہانکی آب ہوا قوی ہے مثل ایران و عراق و حجاز و کابل
وغیرہ کے اونکا مقابلہ کسی یوروپینی، یا فرانسیسی، جرمنی، وغیرہ سے کراکے دیکھیے
تب آپکو مردہ خوری کی طاقت و قوت کی پوری آزمایش ہو جاوے مردہ خوری
سے ضرور قوت جسمانی زائل ہوتی ہے جیسا کہ ہم مشاہدہ کر رہے ہین اون قومونکو
جو مردہ خوار ہین امام علیہ السلام نے مردہ خوری کو باعث قطع نسل بھی فرمایا ہے
آپکو کمال تعجب ہوگا اور بہت زور سے آپ اسکے انکار ورد پر آمادہ ہو جاوینگے
مگر نہین تعجب نہ فرمایئے ہمسے پہلے سن لیجیے۔

جسقدر برسہا برس کے تجربون کے بعد آپنے ہر دوا مین آثار و خواص جانچ لیے
ہین۔ کبھی آپ کو ایسا واقعہ بھی درپیش ہوا ہے یا نہین کہ آپ اوسی دوا کو
بامحل مریض کو بار بار استعمال کرا رہے ہون لیکن ہرگز وہ دوا موثر نہ ہوتی ہو
ضرور صدہا بلکہ ہزارہا بار یہ آپکو اتفاق ہوا ہو گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ہر دوا حکما
اثر کرتی تو پھر کوئی شخص آپکے علاج سے کیون مرتا صدہا دوائیان خاص ایک
مرض کی آپ استعمال کرا دیتے ہین لیکن کچھ اثر نہین ہوتا اور مرنے والا اوسی
مرض مین مرجاتا ہے۔ صدہا بخار و سرسام مین مرجاتے ہین اور آپ علاج

بھی کرتے ہونگے - پھر اون دواؤن مین اثر باقی نہین رہے اور تجربہ آپکا غلط ہوگیا ہرگز نہین - سب دوائیان اگرچہ مرض کیواسطے بالخاصہ مفید ہین تو بعض امراض کی مورث بھی ہین پھر کیا ہمیشہ وہ مرض ہو ہی جاتا ہے ہرگز نہین اکثر مضر نہین ہوتین - پس اسیطرح سے مردہ خوری کو باعث قطع نسل کا بتایا ہے اور میتہ بالخاصہ موجب قطع نسل ہے - اگر یہ اثر اوسنے کسی وقت مین ظاہر نہو یا خاص محدود ہو کسی فصل و کسی وقت کیساتھہ یا کسی قوم کیساتھہ تب بھی آپ کیا اعتراض کر سکتے ہین اور کیونکر آپ اس خاصہ کے منکر ہو سکتے ہین -

علاوہ میتہ عام ہے ہر موت کو ممکن ہے کہ جانور کسی مرض مین مبتلا ہو کر مرا ہو یا کسی جانور کا کاٹا مر گیا ہو مثل سانپ و بس کھوپرا وغیرہ کے اب فرمائیے کہ ایسی میتہ کو استعمال کرنے سے ضعف بدن کیا بلکہ دفعتہً اوسکا زہر اثر کرنے سے مرگ مفاجات اور موت ناگہانی کا بھی وقوع ہو سکتا ہے قطع نسل کیسی یہ خود تشریف لیجاوینگے اور یہ امر بدیہات سے ہے مثل آپ کے عرب مین - بلکہ عرب کی خصوصیت نہین ہر قوم پر جبکہ میتہ حلال ہوتا تو جہان کہین کوئی جانور مرا ہوا ملجاتا بے دغدغہ ہم نوش جان کرتے تو کیا انواع انواع کے امراض مین مبتلا ہونیکا خوف نہین تھا ضرور مرگ مفاجات بھی ہوتی جسے قطع نسل بھی لازمی تھی اگر کم ضرر ہوتا تو امراض ہی مین مبتلا اور حدوث امراض سے ضعف بدن و کم طاقتی بھی ہوتی -

(خون آشامی) سے قساوت قلبی و قلت ترحم کا ہونا بدیہی ہے اسلیے کہ یہ امر تجربہ معلوم ہے کہ جو لوگ رقیق القلب ہین وہ کبھی خون نہین دیکھہ سکتے فصد کھلتی نشتر لیتے دیکھکر غش کرجاتے ہین کبھی جانور کو اپنے ہاتھہ سے ذبح نہین کرتے اور اگرچہ بار زبردستی کسی ایسے شخص سے فصد کھلوائی جاوے یا جانور ذبح کرایا جاوے پھر اونکی رقت قلب ویسی نہین رہتی ہے نہ کہ خون آشامی یہ مرض درترحم کو دل سے دفع کرہیگی - اب رہا صفرہ کا پیدا کرنا یہ ظاہر ہے کہ خود گوشت جگر کے فعل کو خراب کرتا ہے - اور خون بھی بنابر طب جدید

مرنے کے بعد جسم مین شکر مین تبدیل ہو جاتا ہے - پس معلوم ہوا کہ اس مین صلاحیت صفرا پیدا کرنے کی ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ خون ہضم نہین ہوتا اکثر قے وغیرہ ہو جاتی ہے - جب خون مقی بھی ہے تو ضرور جگر کو صفرا خارج کرنے کیطرف مائل کریگا اور قے کیوجہ سے جب جگر مین تحریک ہو گی تو بکثرت قے لانیکا بھی احتمال ہو سکتا ہے -

اب رہی دیوانگی اور بورا جانا یہ بھی خون آشامی سے ممکن ہے اسواسطے کہ خون نہایت گرم شئے ہے اور زیادہ حرارت سے اکثر امراض دماغی کا حدوث ممکن ہے خصوصًا گرم مزاجون کو اور قطع نظر اسکے ممکن ہے بالخاصۃ اسمین اثر ہو جسپر کوئی دلیل لانے کی وجہ نہین اور جبکہ ہم یہ بھی ثابت کر چکے کہ خون ہی جاذب سمیات ہے تو خون آشامی مین گویا سم خوری ہے اور سمیت کا ہونا بدیہیات سے ہے جو لوگ گوشت کو مضر جانتے ہین - وہ خون کو بدرجہ اولا مضرت رسان خیال کرینگے -

اکثر دوائیان دنیا مین ایسی ہین کہ اونکو دیکھنے سے صد ہا نئے تجربے ہمکو حاصل ہوتے رہتے ہین انھین ادویہ مستعملہ مین بہت خواص و آثار روز بروز ہمکو تحقیق ہوتی جاتی ہین ہم ہرگز کسی دوا کی نسبت یہ نہین کہہ سکتے کہ جو ہمکو بتجربہ اسکے خواص معلوم ہوئے ہین بس اسیقدر رہین - اور کوئی شخص دوا مین کوئی اثر غیر مشہور بتاوے اوسکا بھی ہرگز ہم انکار نہین کر سکتے اگرچہ اسوقت ہمارے تجربے مین وہ غلط ظاہر ہوتا ہو لیکن تھوڑے عرصہ گذرنے کے بعد ہمکو اوسیکا اقرار کرنا پڑتا ہے روزمرّہ کے مشاہدہ ہمارے اسپر دال ہین جب یہ حالت نقص کی ہماری عقل و تجربہ کی ہے تو پھر ہم کیونکر کسی کے قول کی تکذیب کر سکتے ہین خصوصًا وہ حکیم لوگ جنکی عقل و فہم و فراست کو اونکے ہمعصر تو مانے ہی ہوئے تھے اب بھی کوئی امر اونکا خلاف عقل نہین معلوم ہوتا - اور پھر ملہم ہونا بھی اونکا دلائل عقلیہ سے کتب کلامیہ مین ثابت ہو چکا ہے اور اس بحث کو ہم بھی فلسفۃ الاسلام مین لکھ چکے ہین -

ایسے لوگ ہمسے کسی امر کو کہدین جنکے واسطے خطا عقلی محال ہو ہمکو

کیا جائے انکار ہے۔ اگر ہم انکار بھی کرسکتے ہین تو اسیقدر کہ اس حدیث وخبر کو خبر واحد سمجھکر اعتنا نہ کرین۔

(گوشت خنزیر) کی ممانعت اسوجہ سے ہے کہ یہ منجملہ مسوخات ہے اور شدت عقوبت وعظمت عذاب کیوجہ سے اون سے منافرت کا حکم دیا گیا ہے اس علت سے معلوم ہوا کہ جسقدر مسوخات ہین اور سب کے کھانے کی ممانعت ہے اور یہی علت اونکی حرمت کی ہے اور کیا اچھی اخلاقی بات اسمین ہے اگر انصاف سے دیکھو تو ضرور لایق مدح ہے۔ اسلام نے ان مسوخات کو کھانے ہی کی نہین ممانعت کی ہے۔ بلکہ پالنے اور پرورش کرنے کی بھی ممانعت ہے اسقدر انسے پرہیز کرنیکا حکم دیا ہے کہ نجس قرار دیا ہے اس تعلیم مین ایک بہت بڑا اخلاقی سبق یہ ہے کہ جن وجوہ سے یہ قومین غضب الٰہی مین مبتلا ہو کر مسخ ہوئی تھین اون گناہونکی عظمت کا اظہار ہے اور انسان کو اون گناہون سے پرہیز کرنیکا سبق دیا گیا ہے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ گناہ ایسے ہین جنکے ارتکاب سے لوگونکو مرتکب سے بچنا اور تنفر کرنا لازم ہے تاکہ دوسرونکے واسطے عبرت ہو اور وہ اس خوف سے کہ لوگ ہمسے پرہیز کرنے لگین گے ان کبائر سے محفوظ رہین بداخلاقی کی کمال مذمت اس طریق سے کی گئی ہے اور یہ تعلیم ہوئی بھی کہ بداخلاقون اور گناہگارون سے اسی طرحسے پرہیز کرو جسطرحسے کلب وخوک سے ہمنے تمکو پرہیز کا حکم دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلام نے بلاضرورت بداخلاقون اور کافرون سے محبت کرنے اور ہم صحبت ہونے اور زیادہ خلاملا کی ممانعت کی ہے کیونکہ اونکی بداخلاقی ان مین بھی سرایت کریگی۔ اور بداخلاقون سے عداوت ودشمنی رکھنے سے آخر مین بداخلاقیون سے اسکو بھی نفرت ہو گی. اور انسان بداخلاقی سے نفرت کرتے کرتے خود بااخلاق بنجادیگا۔ پس یہ بہت بڑا اخلاقی سبق ہے جس سے بہلوگ غافل ہین۔ اور بذریعہ توالد وتناسل ان مسوخات کو ہم مین خدا نے اسواسطے رکھا ہے تاکہ یہ زندہ مثال ہون اوس قوم کی جو کثرت عصیان کیوجہ سے مسخ ہوئی تھی اور باعث عبرت ہون انسان کیواسطے جب انسان انکی طرف

نظر کریگا معاد اوسکو یہ خیال ہوگا کہ جن بداخلاقیون کیوجہ سے انمین مسخ جسمانی ہوا ہے اسیطرحسے ہم مین مسخ روحانی ہوتا ہے اور انسان حیوان بنجاتا ہے اور اسیطرحسے لایق تنفر ہوتا ہے جیسے یہ چند حیوانات لایق تنفر ہین۔

(شرب خمر) کے جسقدر نتایج ارشاد ہوے ہین انمین تو کسیکو کچھ کلام ہی نہین ہوسکتا شراب خوار ون سے ہر قسم کے امور قبیحہ کا ارتکاب ہوا کرتا ہے شراب بلکل مسکرات خواہش وغصہ کے مددگار ہوتے ہین۔ اور خاص یہ دوا خواہشی قوتون کی مدد کے لیے کیجاتی ہے۔ اور خواہش وغصہ دونون عقل کے حریف ہین۔ اور حکمت واخلاق وحکمت ناموس کا اسپر اتفاق ہے کہ عقل کو اوسکے حریفون پر مسلط کرنا چاہیے اور یہی انسانیت ہے۔ نہ یہ کہ عقل کے حریفون کو ہم عقل پر مسلط کرین کہ یہی حیوانیت ہے۔ اور یہ ناپاک چیز ضرور عقل کو کھوتی ہے اور اوسکے حریفون کی مددگار ہوتی ہے تو یہ خود عقل کی حریف ہے اور عقل سے بڑھکر کوئی نعمت خدا کی نہین ہے تو اوسکے حریف کو اوسپر غالب کرنا اگرچہ ایک طرفۃ العین ہی ہو کافی ہے نعمت خدا کے ضایع کرنیکے لیے اور یہ تو ہم کہ شراب بالقوۃ عقل کو بڑہاتی ہے ثابت نہین۔ بلکہ ممکن ہے کہ یہ خیال خام اوس قسم سے ہو کہ جو نشے ہوتا ہے اجتماع حواس سے اوس عادی چیز کی طرف عود کرنے کے کہ جو مدت سے ترک ہو۔ علاوہ اسکے اسکا عقل کو زیادہ کرنا معارض ہے اسکی خواہش اور غصہ کے زیادہ کرنے کی اور ترجیح بدی کیجانب ہے پس لحاظ اوسکی ضد کا ترجیح مرجوح ہوگا۔ اور جوایک حیوانی حرکت موجب عبث، اور طمع واسراف کا ہوگی اور بالکل صلاح عام کے خلاف ہے۔ اور لہو ولعب کہ جو خواہش کے صیغہ کا مددگار ہے اور اکثر منجر بغیظ وغضب کیطرف بھی ہوتا ہے۔ پس حیوانی کام ہوا۔

پھر اس سے طرح طرح کی بیماریان بھی ہوتی ہین ذرا جسمی حالت پر بھی نظر کیجیے کہ اس ناپاک شئے سے کون کون سے اعضا جنپر مدار حیات ہے خراب ہوکر انسان کو اوس مقام کی سیر کرادیتے ہین جسکا نام قبر ہے کتب طبیہ مین اسکی شہادتین بکثرت موجود ہین اور نہین تو ذرا روز شفاخانون کی سیر ہی کرلیا کیجیے دو ہی چار روز

مین آپکو کثرت سے ایسے مایوس العلاج مریض نظر آوینگے جنکی بیماریونکا سبب محض شراب ہے۔

اب ہم دوچار مرضون کے نام بھی لکھکر آپکو اسکی برائیون سے اور بھی آگاہ کیے دیتے ہین۔

جگر مین امتلای دم جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (کنجیسچن آفدے لیور) کہتے ہین یہ مرض اسی شراب کی بدولت پیدا ہوتا ہے گو اس مرض کا دنیز دیگر امراض کے جنکا ہم ذیل مین ذکر کرینگے اور اسباب بھی ہو سکتے ہین مگر نہین ہم یہان صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ ان امراض کا سبب شراب بھی ہے۔ چنانچہ ہمیشہ فتور معدہ اور امتلای دم۔ جگر مین شرابیون کے لئے بکثرت ہوتا ہے اور ہر وقت شرابی کا جگر مستعد رہتا ہے اس مرض کے قبول کرلینے مین اب ورم جگر کو دیکھیے کہ شراب پینے والونکو کسقدر رہوتا ہے۔ اگر یہ ورم رفع ہوگیا تو خیر (بعلاج) حالانکہ اسی شراب کی بدولت کل پھر ہوجاویگا نہین تو اسی ورم کیوجہ سے صد ہا کو استسقا ہوگیا ہے اور بدون جان لیے دفع نہین ہوتا۔

جگر کا ذبول، زیادہ تر اسی شراب کی بدولت ہوتا ہے اکثر تو ایسا ہی دیکھا گیا ہے کہ جب ذبول جگر کے مریض سے دریافت کیا گیا تو ہمیشہ سبب اسکا کثرت شراب ہی معلوم ہوا۔

اکثر شراب کے سبب سے ورم جگر اور اوس سے یرقان بکثرت دیکھنے مین آیا ہے۔ جگر کا بڑھ جانا۔ جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (ہائپر ٹرونی آفدی لیور) کہتے ہین و صغر الکبد، جسکو ڈاکٹری اصطلاح مین (سِروسس آفدی لیور) کہتے ہین اکثر اسی شراب کے نتائج ہوا کرتے ہین۔ خصوصًا دوسروسس آفدی لیور، یعنی صغر الکبد تیز شراب مثل برانڈی وغیرہ کے پینے سے ہوتا ہے۔ اب آپ ذرا غور کرین کہ ان مہلک امراض سے کتنے آدمی بچتے ہین اور کتنے مرتے ہین جنتے تو ایسے مریض اکثر مرتے ہی دیکھے اور سُنے شاذونادر ایسا مریض بچتا ہے ورنہ سوائے موت کے چارہ نہین۔

" نقرس " کا مریض اگر کبھی آپکی نظر سے گذرا ہوگا تو آپکو اوسکی حالت دیکھکر
بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اسکے درد سے مریض کسطرح ماہی بے آب
کیطرح تڑپتا ہے اور پھر جسے یہ مرض ہوگیا تو پھر تمام عمر اوسنے اوس سے
نجات نہین پائی - جب دورہ ہوا جان بدآبنی پھر ہزارون طرحکی تکمید کیجیے
پولٹس باندھیے مخدر ادویات لیپ کیجیے کیا مجال کہ رفع ہوجاوے - اور
پھر جب یہ مرض اعصاب اندرونی مین سرایت کرجاتا ہے تو وہان کیا خرابیان
پیدا کرتا ہے اور مریض کو ہلاک کردیتا ہے - یہی نقرس کا درد ہے جسکا
علاج کرتے کرتے تھک کر اور درد کی نہ برداشت کرکے (مسٹر ہیرنگٹن ڈپٹی کمشنر
گجرات) نے اپنے تئین پستول مار کر ہلاک کرڈالا سبب اسکا زیادہ تر کتب
طبیہ مین شراب ہی دیکھا گیا ہے - جب اس مرض کا اثر جسم مین سرایت کرجاتا
ہے تو اکثر اعضاے اندرونی مرض مین مبتلا ہوجاتے ہین جنکی تفصیل کتب طبیہ
مین موجود ہے -

پیشاب مین ریت کا آنا - یہ ریت کئی قسم کی ہوتی ہے - مگر اور اقسام کا ذکر
ہم نہین کرنا چاہتے - یہان صرف اوس قسم کی ریت کا ذکر کرتے ہین جو سرخ
رنگ کی ہوتی ہے - اور جسکا سبب یہی کمبخت شراب ہے - ریت آنے سے
اول تو یون ہی آدمی درد کمر، اور کمزوری اور ضعف معدہ مین مبتلا رہتا ہے
مگر یہ بیماریان ایسی ہین کہ جنکی طرف نہ مریض توجہ کرتا ہے نہ آپ ہی
کچھ خیال کرینگے بلکہ یون فرماوینگے کہ یہ تو اکثر آدمیون کو یون ہی رہا کرتا ہے
اب ہم اوس حالت کا ذکر کرتے ہین جس سے مریض پر تو جو گذرتی ہے وہ
تو وہی جانتا ہے یا خدا - مگر دیکھنے والے تک پناہ مانگتے ہین - اب سنیے
جسوقت تک ریت آتی رہتی ہے اوسوقت تک تو غنیمت ہے - لیکن جب
یہ ریت کنکری بنکر گردے سے گذرتی ہے اور مریض ماہی بے آب کیطرح تڑپتا
ہے اوسوقت شراب کے پینے کا لطف آتا ہے - احتقان و فصد وغیرہ کی
الگ تکلیف اور درد تو ہلاک ہی کرڈالتا ہے - یہ پتھری اگر گردہ سے گذر کر
مثانہ مین آگئی تو جان بچگئی لیکن مثانہ مین جمع ہوکر اب جو ایک بڑی پتھری

بنگئی اوسکا نکلنا تو بجز دستکاری کے ناممکن ہے۔ ابھی دستکاری دور ہے ڈاکٹر صاحب جب تشریف لادینگے اوسوقت بیہوش کرکے خواہ یون ہی چاک کرکے خواہ مثانہ ہی کے اندر بذریعہ آلہ کے چورہ کرکے نکالینگے لیکن پیشاب بند ہونے سے اور درد خراش مثانہ سے جو تکلیف ہے ذرا اوسے ملاحظہ فرمائیے۔ اور پھر جب ڈاکٹر نے پتھری کو توڑ کریا چاک کرکے نکالا اوسکی تکلیف یہ سب ناظرین کے قیاس پر چھوڑا جاتا ہے۔

"ڈلیسریم ٹریمنس" یہ ایک مرض ہے جسکا ترجمہ ہذیان و بیخودی ہے سبب اسکا شراب ہی ہے۔ دیکھیے یہی (ڈلیریم ٹریمنس) ہے جسمین دماغ مین ورم اور کبھی مریض دیوانہ ہو جاتا ہے۔

"آتشک" جسکو دنیا ام الامراض کہتی ہے کیا شراب کے سبب سے نہین پیدا ہوتی (ڈاکٹر رحیم خان بہادر آنریری سرجن میڈیکل فیلو و ممبر سینٹ پنجاب یونیورسٹی سپرنٹنڈنٹ و مدرس علم و عمل طب میڈیکل اسکول لاہور) اپنی کتاب "طب رحیمی" مین لکھتے ہین کہ اگر ہمسے کوئی پوچھے کہ آتشک کی مان کون ہے تو ہم پکار کر کہینگے کہ آتشک شراب کی بیٹی ہے اور بہتیری برائیون کی مان بھی ہے" آتشک وہ مرض ہے جسکو دنیا جانتی ہے اور صدہا مریض اسی کی بدولت سل، وجع مفاصل، اور دیگر امراض مثل اسکے کہ کسیکی ناک کا بانسہ سڑ گیا۔ کسیکے تالو مین چھید ہو گیا۔ اور بہت سے امراض جلد سے جنکی فہرست لکھی جاوے تو ایک دفتر ہو جاوے۔ مگر اتنا ہی اس مقام پر کافی ہے کہ کوئی جلدی بیماری ایسی نہین جو شراب کے سبب سے نہ پیدا ہوتی ہو۔

شرابیون مین سل، دق کا ہونا بھی بہ نسبت اون لوگون کے جو شراب نہین پیتے زائد دیکھنے مین آیا ہے۔ اسیطرح سے بہت سے امراض اس ام الخبائث کیوجہ سے ہوتے ہین جنکی تفصیل مین طول ہوگا۔ اب ہم مختصر ایک تقریر کرتے ہین۔ یہ امر ظاہر ہے کہ شراب سے دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ اور اس سے کوئی طبیب و ڈاکٹر انکار نہین کر سکتا۔ نتائج اسکے اگرچہ بہت ہین مگر ہم صرف چند ہی بیان کرتے ہین اسلیے کہ اختصار مد نظر ہے۔ جب یہ امر ثابت ہے

کہ شراب ایسی چیز ہے جس سے دوران خون تیز ہو جاتا ہے - تو اب یہ ظاہر ہے کہ ایسا شخص جسکا دوران خون تیز رہیگا اول تو - طبیعت اس شخص کی اور ام حادثہ مین مبتلا ہونے کے لیے زاید مایل رہیگی یہو ڑے پھنسیان زائد نکلین گی دوسرے بخار وغیرہ ایسے اشخاص کو زائد ہو گا - علاوہ اسکے جب دوران خون تیز ہو گا تو اسوجہ سے کہ خون دماغ کیطرف زائد رجوع کریگا بیخوابی پیدا ہو گی اور جو مضرتین نیند نہ آتے سے پیدا ہوتی ہین وہ محتاج بیان نہین اختلاج قلب بھی لازم ہے - استسقا بھی ممکن ہے - صفائی خون بھی پورے طور پر ناممکن ہے اسلیے کہ بموافق اصول ڈاکٹری جب خون وریدی (سیاہ یا غیر صاف شدہ) شُشش مین آتا ہے تو تنفس کے ذریعہ سے اس خون پر (آکسیجن) جو ایک قسم کی ہوا ہے اسکا اثر پہونچتا ہے اور "کاربن" (کودلہ) خارج ہو جاتا ہے جس سے خون صاف ہو کر سرخ ہو جاتا ہے - اب جسوقت کہ دوران خون تیز ہے تو دورہ اسکا ششش مین بھی بہ تیزی گذریگا جسکے سبب سے "آکسیجن" کا بھی اثر کم ہونے پاویگا اور "کاربن" بھی کم خارج ہو سکیگا اسلیے اوسکی صفائی مین نقصان واقع ہو گا جسکا نتیجہ بہت سے امراض ہین اور بیان کی ضرورت نہین -

اب ایک امر کیطرف ہم اپنے ناظرین کی توجہ کو مبذول کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹری اصول مین از روے علم کیمیا یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ بہت سے قسم کے زہر ایسے ہین جو خون مین سرایت کرنیکے بعد تہ نشین رہتے ہین - اب ہم یہ کہتے ہین کہ جب کوئی اسی قسم کا زہر جسم مین سرایت کر گیا جو خون مین تہ نشین ہے تو ممکن ہے کہ کسی وقت مین خود بخود فنا ہو جاوے - یا یون کہو کہ یون ہی پڑے پڑے بیکار ہو جاوے - یا یہ بھی ممکن ہے کہ کم سے کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ اوسکا اثر دیگر اعضا پر کم کم پہنچیگا جسکو طبیعت آسانی سے دفع کر دے اور اسیطرح وہ زہر کچھ عرصہ کے بعد زایل ہو جاوے - اب فرض کر لو کہ کوئی اسی قسم کا زہر جسم انسان مین سرایت کر گیا جو کہ خون مین تہ نشین ہے - مگر اون حضرت نے شراب نوش فرما کر دوران خون تیز کر دیا ایسی حالت

مین نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ وہ زہر پوری طور سے ہر رگ وپے مین اور تمام اعضا
مین بہت جلد پہونچکر اپنا پورا پورا اثر ظاہر کر دیگا۔ اور یہ امر پایۂ ثبوت کو
پہنچ چکاہے کہ ایسے امراض حادہ یا یون کہیے کہ جو امراض تیزی کیساتھ فوراً
اپنا اثر جسم انسان پر ظاہر کرتے ہین اکثر مہلک ثابت ہوتے ہین۔ اسلیے کہ
اسمین علاج کا موقع بہت کم ملتا ہے اور مریض جلد تلف ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت
مین جلد ہلاک ہو جانا کچھ بعید نہین کیونکہ جب بسبب زیادتی دوران خون
اس زہر کا اثر تمام جسم مین دفعتاً پہنچ گیا تو ظاہر ہے کہ اعضائے رئیسہ بھی
مبتلا ہو جاوینگے اور جب اعضائے رئیسہ مین سے کئی ایک عضو ایک ہی وقت
مین اثر زہر سے متاثر ہو گئے تو پھر کیونکر مریض جلد نہ ہلاک ہو جائے۔ حالانکہ
جب اعضائے رئیسہ مین سے صرف ایک عضو مبتلا ہو جاتا ہے تو مریض کا بچنا
دشوار ہو جاتا ہے نہ کہ جب کئی مبتلا ہون اور وہ بھی ایک ہی وقت مین تو
پھر زندگی کیونکر ممکن ہے۔
ہمارے نزدیک اسیقدر مضرتین بیان کرنا سمجھدار آدمی کے لیے کافی ہین
ورنہ اگر اسکی برائیان آدمی تحریر کرے تو ایک دفتر ہو سکتا ہے۔
پس ہمکو نہایت احسانمند اور شکر گذار ہونا لازم ہے اوس حکیم و علیم کا جسنے
ہمارے فائدہ کی بات ہمکو بتائیے اور مضرات سے بچنے کیواسطے ہمکو سخت
تاکید کی۔ اگرچہ ہم اون مضرتون پر مطلع نہ ہون لیکن ہمارا خدا تو ضرور جانتا ہے
کہ کون شئے انسان کیواسطے مضر ہے اور کون مفید ہے۔
جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ خدا ہی تمھارا بھی خالق
ہے اور ان اشیاء کا بھی خالق ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کس چیز سے صلاح
جسم انسانی ہوتی ہے اور کون شئے مضر ہے۔ جو چیز حافظ صحت انسانی تھی
وہ جائز و مباح ہوئی جو مضر تھی وہ حرام کی گئی یہ اوسکا تفضّل و کرم ہے۔ پھر
اسکے زیادہ رحمت کو غور کیجیے کہ بوقت ضرورت وہ حرام شئے بھی ہمپر جائز و
مباح ہو گئی بقدر ضرورت اس مقام پر دو شبہ اور بھی ہوتے ہین جنکا
رفع کرنا ضروری ہے۔

(١) کیا وجہ ہے کہ محرّمات الٰہی مین جو مضرت ہوتی ہے وہ ہمکو محسوس نہین ہوتی اگرچہ بعض اشیاء کی مضرت معلوم ہو لیکن جملہ محرّمات کی مضرت ہمکو نہین محسوس ہوتی۔

(جواب) یہ ہے کہ ابھی طب آپکی ناقص ہے لاکھ آپ تحقیق و تدقیق کرین پھر بھی بہت کچھ نقص آپکی طب مین موجود ہے آج بھی باوجودیکہ علم تشریح و طب کی پوری ترقی کا آپکو دعوی ہے مگر سوائے استحسانات عقلیہ کے قطعی طور سے آپ نہین ثابت کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ امراض کا سبب آپنے منحصر فساد غذا اور ہوا مین قرار دیا ہے اور امراض غیر مادّی۔ و غیر مزاجی سے آپ بالکل بے بہرہ ہین۔ مرض الموت مین آپ سب ہی عاجز ہین۔ خواص و آثار ادویہ و افعال اعضا کو ابھی آپنے بخوبی نہین جانا ہے۔ اور دلیل اسپر یہ ہے کہ اگر آپ یقینی طور پر ان امور کو جان گئے ہوتے تو اب ترقی تحقیق کی ختم ہو جاتی اور روز بروز نئے تجربے آپکو نہ حاصل ہوتے اس روزانہ ترقی کے سے بداہت عقل یہ ثابت ہے کہ ابھی ترقی محدود نہین ہوئی اور تحقیق آپکی ہر امر مین ناقص ہے۔ ہر شئے مین صدہا خواص و آثار ہین جو آپکو معلوم نہین اور روز بروز معلوم ہوتے جاتے ہین۔ پھر آپ کسی دوا کے فعل و اثر کا کیونکر انکار کر سکتے ہین۔ دیکھنے، سونگھنے، کھانے، لگانے، باندھنے مین ہر طرح سے مختلف اثر ہوتے ہین کھانے سے دوا کے کچھ اثر ہوتا ہے سونگھنے سے کچھ اور اثر ہو جاتا ہے لگانے سے اور ہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صدہا ایسی چیزین طب یونانی و ڈاکٹری دونون مین موجود ہین لاکھ آپ کیمسٹری کے ذریعے سے دریافت کر چکے ہون پھر آپ کسی شئے کی پوری ماہیت نہین بتلا سکتے۔ نہ آپکو یہ معلوم ہے کہ موت کب آویگی نہ کسی شخص کی عمر کا پورا تخمینہ یقین کیساتھ آپ کر سکتے ہین۔ پھر آپ کیونکر اس امر سے انکار کر سکتے ہین کہ محرمات الٰہی انسان کیواسطے مضر نہین ہین۔ جب آپ آثار و افعال سے جسم انسانی کے بھی بخوبی واقف ہوتے اور آثار و خواص سے ادویہ کے

× کتاب فلسفۃ الاسلام مین اس بحث کو ہمنے لکھا ہے ملاحظہ ہو ۱۲- منہ

بھی بخوبی آپکو اطلاع ہوتی اور تحقیق وجانچ آپکی ختم ہو چکی ہوتی اوسوقت البتہ
یہ کہہ سکتے تھے کہ محرمات الٰہی مین کوئی مضرت نہین - باوجودیکہ امراض روحانیہ
سے تو آپ حتماً نابلد ہین بہت سے ایسے اشیا ہین جنکا اثر اخلاق و نفس
انسانی پر واقع ہوتا ہے جسطرحسے دوا ہین امراض جسمانی کے دفع کرنیکا اثر
ہے اوسی طرحسے دوا ہین امراض روحانی کے دفع کرنیکا بھی اثر ہے اور
اکثر اشیاء امراض روحانی کے بھی مورث ہوتے ہین - جیسا کہ طب یونانی
مین یہ امر بخوبی ثابت ہو چکا ہے اگرچہ طب جدید مین نہ ہو - مثل اسکے کہ
گوشت خنزیر بیحیائی بڑھاتا ہے شراب و مسکرات ارتکاب کبائر
کی مورث ہین - پیہ خر اگر مکان کے دروازہ مین ملدین تو گھر والون مین
لڑائی برپا ہو (دیکھو ذخیرۂ خوارزم شاہی) گینڈے کی چربی ملنے سے لوگون
کے دل مین اسکی طرف سے خوف کا پیدا ہونا - قمری کا گھر مین رکھنا مانع تاثیر
سحر و چشم بد کا ہونا - ساہی کا کانٹا گھر مین ڈالنے سے لڑائی کا ہونا -
خصوصاً احجار معدنیہ کے تو بہت کچھ خواص و آثار نفس و روح پر واقع ہوتے ہین
مثل یاقوت کے اسکی انگشتری قضایاے حاجات و رفع ضرر صاعقہ و غرق
کے واسطے مفید ہے اور غم و اندوہ زائل کرتا ہے (از خواص الجواہر)

"سنگ خام" کو لکھا ہے کہ ایک ٹکڑا اسکا عاشق اور اوسکی مان کے نام
سے لین اور دوسرا ٹکڑا معشوق اور اوسکی مان کے نام سے اور دونون
ٹکڑون کو عاشق کو کھلاوین تو اوسے عشق بالخاصیت دفع ہوتا ہے -
(از تلخیص ناصری)

"سنگ یشب" کو ہاتھ مین رکھنے سے انسان مخاوف سے محفوظ رہتا
ہے (از خواص الجواہر)

(سنگ خطاطیف) جو سرخ رنگ ہو اوسکو دافع غم لکھا ہے اور حریر مین
باندہ کر پاس رکھنا موجب جاہ و حشمت لکھا ہے -

"سنگ سلوان" کو دافع مرض عشق لکھا ہے - غرضکہ اسیطرحسے ان اشیاء
کا نفس و روح مین اثر طب قدیم مین بھی ثابت ہے - اور طب روحانی

بھی مثل شریعت اسلام و شریعت ہنود و شریعت یہود، دمسمریزم اور جفر و نجوم وغیرہ کے اور جسقدر رشاخین طب روحانی کی ہین اون سب مین بخوبی ثابت ہے کہ ان اشیاء سے اثر نفس و روح پر بھی ہوتا ہے۔ اسمقام پر سے فرقہ نیچری کے خواص احجار معدنیہ پر جیسے عقیق زرد اور حدید اور فیروزہ وغیرہ کے جو خواص احادیث قدسیہ مین وارد ہین اور اونکا انکار ان آثار سے محض بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ اور آثار اشیائے موجودہ سے انکار کرنا یہ کام کسی محتاط اور ذیعلم کا نہین ہے بدون کسی دلیل صحیح کے پس اس مختصر بیان سے ہمارے بخوبی ثابت ہوگیا کہ محرمات الٓہی ضرور مضرت رسان ہین اگرچہ مضرت اونکی ہمکو محسوس نہ ہو کیونکہ جملہ مضرتون کو بھی ہم نہین جانتے نہ دقت ضرر سے ہم آگاہ ہین صدہا مرض ایسے ہین کہ جو اب معلوم ہوتے جاتے ہین اور ابھی امراض کا معلوم ہونا محدود نہین ممکن ہے آیندہ اور امراض بھی تحقیق ہون۔

کیا آپ نہین دیکھتے کہ بعض زہر دنکا اثر ایک عرصۂ دراز کے بعد محسوس ہوتا ہے اسی طب جدید مین ثابت ہوا ہے کہ اکثر خفیف مقدار کے زہر خون مین تہ نشین رہتے ہین جب وے ران خون اتفاقاً زیادہ ہوتا ہے یکبارگی ایک عرصہ کے بعد وہ زہر جسم مین منتشر ہوکر ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اسیطرح سے ممکن ہے کہ محرمات الٓہی کی مضرت بعض اوقات فوراً معلوم ہوتی ہو اور بعض اوقات برسون کے بعد مشاہدہ ہوتی ہو اور آپ اوس مضرت کا کسی دوسری شے کو باعث سمجھتے ہون۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ محرمات الٓہی کے استعمال سے فوراً مضرت پہونچے لیکن اتفاقاً کسی مصلح اور تریاق کا استعمال یا محض آب و ہوا۔ یا محض طبیعت سے اوسکی اصلاح ہوجاتی ہو اور آپکو اوسکی مضرت محسوس نہ ہوتی ہو اکثر امراض موروثی بھی ہوتے ہین۔ اوسیطرح سے اکثر اشیاء کا ضرر اولاد مین ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص مین آخر مین مادہ آتشک پیدا ہوا دفعتاً وہ کسی مرض مین مبتلا ہوکر یا مرگ ناگہانی سے مرگیا اب ڈاکٹر صاحب کو

یہ نہین معلوم ہوا کہ فلان شخص مین مادہ آتشک بھی پیدا ہوچکا تھا لیکن اوسی
حالت مین جو بچہ پیدا ہوا وہ مرض آتشک لیکر پیدا ہوا اوسوقت معلوم
ہوگا کہ شاید اسکے باپ کو یہ مرض ہوا ہو۔ پس اسیطرحسے ممکن ہے کہ اثر اور
ضرر محرمات الٰہیہ کا اولاد مین ظاہر ہوتا ہو غرضکہ بہت سے اسباب عدم ظہور
ضرر کے ہین۔ اور بہت سے محرمات مین مضرت جسمانی و روحانی بدیہی
موجود ہے اور ہمکو بہ تجربہ معلوم ہوتی ہے جیسے "شراب" لیکن ہم کب پرہیز
کرتے ہین اور باوجود نقصان طبی و اخلاقی کے برابر نوش جان ہوتی ہے
اُسکا کیا علاج ہے۔

(۲) "لا شفاء فی الحرام" حدیث معتبرہ مین موجود ہے پس امام جعفر صادق ع
کا بوقت ضرورت دفع مرض وغیرہ کیواسطے حرام شئے کے استعمال کی اجازت
دینا بے ثمر ہوگی۔ اگرچہ اشیاے محرمہ مین نفع بدنی اور صحت امراض کلاء
ضماداً بداہتہً موجود ہے پھر "لا شفاء فی الحرام" غلط ہوگا۔

(جواب) بر تقدیر صحت حدیث مذکور کوئی محل اعتراض نہین ہے۔ اسواسطےکہ
جسوقت مین حصر کردین اطبا صحت مریض کا اوس دواے حرام مین تو پھر
استعمال اوسکا حرام ہی کب رہا۔ جو "لا شفاء فی الحرام" کی مخالفت سمجھی جاے
بلکہ صحت و شفا اوسی چیز سے ہوئی کہ جو حلال ہوچکا ہے ہمیشہ اور بلا ضرورت
استعمال شئے حرام سے مرض کو خفت یا زوال حاصل ہونا پس ایسی
شکل مین حکم قطعی اور یقینی اوسکے شافی ہونیکا دشوار ہے۔ اسلیے کہ
عادات جاریہ سے یہ امر ہے کہ باوجود شئے حرام کے مریض اغذیہ و اشربہ
مباحہ کا استعمال کرتا ہے پس ممکن ہے کہ کسی غذا یا شربت یا آب شیرین
یا نوم شب یا تبدل آب و ہوا وغیرہ نے اوس کو شفا دی ہو۔ اور اگر کسی
دوسری چیز کا اُسنے استعمال نہین کیا پس ہم کہہ سکتے ہین کہ طبیعت انسانی خود
مصلح اور باعث صحت ہے چنانچہ بعض مریض بدون کسی علاج کے اچھے
ہوجاتے بارہا ہر شخص نے دیکھے ہونگے۔ پس باوجود ان اسباب کے
کیونکر یقین کا دعوے ہو سکتا ہے کہ اس مریض کو خاص شئے حرام نے شفا دی ہے

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث مذکورہ میں لفظ شفاء سے معنی مجازی مراد
ہوں۔ یعنی اصلاح قلب بدفع غم و ہم جیسا کہ خدا فرماتا ہے ”ویشف
صدور قوم مومنین“ یا شفاء قلب بازالہ جہالت و ضلالت مراد ہو
جیسا کہ آیہ کریمہ ”و شفاء لما فی الصدور“ میں ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ
شئے حرام کے استعمال سے قلب کی اصلاح اور صفائی نہیں ہوتی بلکہ قلب
سیاہ و مکدر ہو جاتا ہے۔

اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ اور استعمال خارجی شئے حرام کا ضماد و مرہم وغیرہ
میں یہ شرعاً جائز ہے اور اسکی وجہ یہ ہے اگر صحت و شفا ہو تو اس میں کیا
قباحت ہے۔ ”لا شفاء فی الحرام“ ہے نہ یہ کہ ”لا شفاء فی الحلال“
جبکہ شئے حرام کا طلا اور ضماد حلال ہے تو پھر حرام ہی کب رہا جس میں کلام ہے
اب کوئی تناقض حدیث مرویہ امام علیہ السلام میں باقی نہ رہا اور بعون اللہ
مطلوب ہمارا ثابت ہو گیا۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی محمد و آلہ الطیبین۔

[illegible]

آمین بحرمت طٰہ و یٰس۔ فقیر محمد بہاالدین عبدالباری عفی عنہ

(حضرت مولانا مولوی فرنگی صاحب اُستاد ہزہائینس نوابصاحب رامپور بالقابہ)۔ ...
کی زیارت سے مشرف اور کتاب حمایت الاسلام کی زیارت سے مستفید ہوا خدائے تعالیٰ آپ ایسے حامی
و فائدہ رسان خلائق کو سلامت رکھے۔ نیازمند فرنگی عفی عنہ از رامپور ۱۹ ستمبر

(حضرت مولانا سید علی الحائری اللاہوری مدظلہ)۔ شمس مشہود کہ کتاب مستطاب حمایت الاسلا...
مفید عام از افادات جناب سامی رسید سرسری بعض مقامات آنرا دیدیم و بغایت پسند نمودیم یزدان پاک بح...
صاحب لولاک صلعم وجود عالی را محفوظ دارد و پیوستہ در اشاعت دین و نشر حقیقت موالی طاہرین خود علیہ...
موفق و منصور باشید والسلام مورخہ ۱۷ اگست ۱۳۲۹ھ

خادم الشریعۃ المطہرہ علی الحائری۔

(البیان جلد ۲ نمبر ۹ و ۱۰) اس کتاب میں عقلی دلائل سے مذہب کی ضرورت پر ایک پرزور آرٹیکل ...
گیا ہے اور حتی الوسع مذہب کی فلاسفی اور عبادات کی عقلی خوبیاں ثابت کرنے میں فوق العادۃ کوشش کی گئی ...
غسل۔ وضو۔ نماز۔ وغیرہ کے نکات میں جس فلسفی طریق پر آجکل کے جدید طرز سے بحث کی گئی ہے اُسکی جدت آ...
ثابت کر رہی ہے کہ باخبر مصنف کو ضروریات زمانہ کے ساتھ فلسفہ جدیدہ میں بھی غیر معمولی دستگاہ حاصل ہے مسل...
عام ادبار اور علماء کی خاص غفلت پر نظر کرتے ہوئے بہت کم امید تھی کہ مسائل مذہبی پر بسیط ریویو کر...
ہر مسئلہ کے حسن و قبح عقلی پر منصفانہ ریمارک کیے جائینگے لیکن خدا کا شکر ہے کہ جناب مولوی سید احمد صاح...
قبلہ مجتہد شیعہ کی قابل تعریف توجہ نے علماء کو اس بار الزام سے سبکدوش کرنے میں ایک حد تک ابتدائی کا...
حاصل کی ہے۔ کتاب بڑی مبسوط ہے ابتک ۲۰۰ صفحہ شائع ہو چکے ہیں دو روپیہ پیشگی قیمت وصول ہونے ...
جسقدر اجزاء چھپتے جاوینگے تصویر عالم پریس لکھنؤ سے خریداروں کو پہونچتے رہینگے۔ کتاب میں قابل لحاظ ...
بات ہے کہ ہرچند ایک شیعی المذہب مجتہد العصر کی تصنیف ہے مگر تعصب کی آلائش سے بالکل پاک و صاف ...
کسی غیر مذہب سے تعرض نہیں اُردو کی سلیس اور شستہ زبان میں جس تہذیب سے گفتگو کی گئی ہے اُسکا ...
اندازہ اُسوقت مل سکتا ہے جب پہلے بناءالاسلام پر نظر پڑ چکی ہو۔

(ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان ضلع گورداسپور جلد ۵ نمبر ۵ ماہ مئی ۱۹۰۶ء) حمایت الاسلام ...
بعض مقامات سے اُسکو پڑھا ہے اسکے مصنف سید احمد صاحب شیعہ مجتہد ہیں مگر جسقدر حصہ کتاب کا چھپ چ...
وہ بلا لحاظ فرقہ لکھا گیا ہے۔ اس حصہ میں مذہب کی ضرورت نماز و روزہ زکوٰۃ حج پر فلسفیانہ بحث ہے جن خیالات ...
اظہار کیا گیا ہے وہ واقعی معقول ہیں۔

(اصلاح نمبر ۴ جلد ۹ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ) حمایت الاسلام ایک جدید کتاب جناب مولو...
سید احمد صاحب خلف الصدق شمس العلماء جناب سید ابراہیم صاحب اعلی اللہ مقامہ کی تصنیفات سے ...
جسمیں ... مصنف نے اصول و فروع دین مذہب شیعہ کے محاسن کو دلائل عقلی سے نہایت خوبی سے ثابت کی...
اس قسم کی کتاب ہے کہ زمانہ اسکو مانگ رہا ہے اور ایسی تحریروں کی نہایت ضرورت ہے۔ خدا کرے یہ کتا...
کامل ہو جاوے۔

(عصر جدید جلد ۴ نمبر ۷ مورخہ جولائی ۱۹۰۶ء) سب سے زیادہ قابل قدر وہ ناتمام کتاب ہے جو ...
مولانا سید احمد مجتہد العصر خلف سید محمد ابراہیم صاحب مجتہد العصر مرحوم نے بنام حمایت الاسلام شایع کی ...
اسلام کے ہر حکم کی حکمت اور بزرگی اور اسلام کی فضیلت کو اسطرح بتایا گیا ہے کہ غیر مذاہب کو یا اسلام ...
کسی فرقہ کو اعتراض یا شکایت کا موقع نہیں ملسکتا۔